علامہ محمد شاکرؒ

حیات و کارنامے

مؤلف ڈاکٹر مولانا سید شہوار حسین نقوی

ناشر امروہہ فاؤنڈیشن نئی دہلی

Scanned by CamScanner

علامہ محمد شاکرؒ

حیات و کارنامے

مؤلف

ڈاکٹر مولانا سید شہوار حسین نقوی

ناشر

امروہہ فاؤنڈیشن

نئی دہلی

Scanned by CamScanner

مشخصات

نام کتاب: علامہ محمد شاکر حیات و کارنامے

مؤلف: ڈاکٹر مولانا سید شہوار حسین نقوی

طبع: اول

سال اشاعت: شوال ۱۴۳۳ھ مطابق اگست ۲۰۱۲ء

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

کمپوزنگ: سید اظہر عباس، امروہہ۔ موبائل 9368862451

ناشر: امروہہ فاؤنڈیشن

X 14/2، جوگا بائی ایکسٹینشن، نفیس روڈ،

بٹالہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی

موبائل 09910621956

Scanned by CamScanner

بسمه تعالی

دفتر نمایندگی ولی فقیه
هندوستان

تاریخ: ۱۳/۸/۲۰۱۲
شماره: ۱۵۲
پیوست:

قال رسول الله (ص) العلما ورثة الانبیا

در گذشت عالم عالیقدر مرحوم حضرت استاد سید شاکرحسین نقوی امروهوی طاب ثراه موجب تأثر وتألم گردید ایشان درتمام عمر با برکتش توانست با اخلاص وسخت کوشی ودقت نظر. درعلوم اسلامی از جمله فلسفه اسلامی وحدیث صاحب نظر شودواز سویی تواضع وفروتنی وزهدوپارسایی واخلاص ایشان مثال زدنی بودودرتلاش علمی وتدریس علوم اسلامی درحوزه علمیه ناظمیه هیچگاه دنبال دنیا وشهرت ومقام نبود وهرگز علوم اهلبیت (ع) را وسیله ای برای رسیدن به دنیا قرارنداد لذا زندگی او برای طلاب علوم دینی وحوزه ها بسیار درس اموز است واین جانب رحلت این عالم عالیقدر را که ازسلاله سادات کرام بود خدمت حضرت ولی عصر(عج) وعلما و حوزه ها مخصوصا مدیر محترم واساتید گرامی حوزه علمیه ناظمیه وبه ویژه فرزند برومند وفاضل ایشان جناب مولانا سید افضال دام عزه وسایر اعضای خانواده ایشان ومردم متدین امروهه تسلیت عرض نموده وبرای آن مرحوم علو درجات ورحمت واسعه ازخداوند متعال خواستارم والسلام.

مهدی مهدوی پور

Scanned by CamScanner

بسمہ تعالیٰ

دفتر نمایندگی ولی فقیہ
ہندوستان

تاریخ: ۱۳، ۸، ۲۰۱۲

شمارہ: ۱۵۲/ ترجمہ

پیوست: ....

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "العلماء ورثة الانبیاء"۔

گرانقدر عالم دین اور مرحوم استاد سید شاکر حسین نقوی امروہوی طاب ثراہ کا انتقال ملال و افسوس کا موجب ہوا۔ مرحوم مغفور نے اپنی پر برکت زندگی میں علوم اسلامیہ بالخصوص اسلامی فلسفہ اور حدیث میں دقت اور باریک بین نظر کی وجہ سے صاحب الرائے ہستی کا درجہ و مقام حاصل کر لیا۔ نیز آپ کا خلوص، ملنساری اور زہد و پاکیزگی کے زبان زد خاص و عام ہونے کے ساتھ ہی مثالی بن گئی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے ناظمیہ کے حوزہ علمیہ میں علمی کوششوں اور اسلامی علوم کے پڑھانے کی کوششوں کے دوران کبھی بھی دنیا، مقام و منصب اور شہرت جیسے امور پر توجہ نہیں دی۔ انہوں نے علوم اہلبیت علیہم السلام کو حصول دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا، لہذا ان کی زندگی علوم دینی کے طالب علموں اور حوزہ ہائے علمیہ کیلئے بہت زیادہ سبق آموز ہے۔

اینجانب اس جلیل القدر عالم دین کی رحلت پر کہ جنکا تعلق نسل سادات سے تھا، حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، علماء اور حوزہ ہائے علمیہ، خاص طور پر حوزہ علمیہ ناظمیہ کے محترم پرنسپل اور اساتذہ، ان کے عزیز و گرامی قدر اور فاضل صاحبزادے جناب مولانا سید افضال دام عزہ اور ان کے اہل خانہ نیز امروہہ کے دیندار عوام کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور خداوند عالم سے ان مرحوم کیلئے درجات کی بلندی اور رحمت واسعہ کی درخواست کرتا ہوں۔

مہدی مہدوی پور

18-Tilak Marg, New Delhi-1100 01, Tel : 011-23387174, 23387164, 23388459
Fax : 0091-11 23388316 e-mail : welayat.info@gmail.com, website : www.welayat.info.com

Scanned by CamScanner

علامہ سید محمد شاکر طاب ثراہ

ولادت:

۲؍ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ/۱۲؍مئی ۱۹۲۹ء

وفات:

۱۳؍شعبان ۱۴۳۳ھ/۴؍جولائی ۲۰۱۲ء

Scanned by CamScanner

فہرست

Scanned by CamScanner

مضامین		صفحہ

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner

مضامین		صفحہ

Scanned by CamScanner

مضامین		صفحہ

Scanned by CamScanner

عرض ناشر

امروہہ فاؤنڈیشن کے لئے یہ بات قابل فخر ہے کہ اس نے ارسطوئے ہند علامہ سید محمد شاکر نقوی اعلیٰ اللہ مقامہ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''الطفرۃ علی الطفرۃ'' کو زیور طبع سے آراستہ کیا جسکی رسم اجرا جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پُر شکوہ اجتماع میں ادا کی گئی جس میں بڑی تعداد میں علماء، مفکرین و دانشوران نے شرکت فرمائی۔ اسکے بعد ہمارا ارادہ تھا کہ مولانا کی حیات اور علمی کاموں کے سلسلے میں سیمینار منعقد کیا جائے تا کہ مولانا کی علمی خدمات کا تعارف ہو سکے۔ اچانک مولانا کی طبیعت خراب ہوگئی اور ۴ر جولائی ۲۰۱۲ء کو دنیائے شیعیت کا عظیم انسان ہم سے ہمیشہ کیلئے جدا ہوگیا۔ ہم آپ کی حیات میں تو نہیں مگر آپ کی وفات کے بعد اس یادگار کتاب کو منظر عام پر لا رہے ہیں خداوند عالم اس خدمت کو قبول فرمائے۔ لائق شکر گزار ہیں ڈاکٹر مولانا شہوار حسین صاحب قبلہ کہ انھوں نے بہت کم مدت میں اپنی بالغ نظری سے مولانا مرحوم کی یادگار سوانح حیات تیار کی اور بہت اچھے انداز سے ترتیب دیکر مولانا مرحوم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس علمی خدمت میں مالی تعاون فرمایا۔ امروہہ فاؤنڈیشن ایک عرصے سے دہلی اور امروہہ میں علمی، ادبی، سماجی اور ثقافتی خدمات انجام دے رہا ہے ہماری کوشش ھیکہ قوم کا علمی سرمایہ جو پردۂ خفا میں ہے اسے منظر عام پر لایا جائے تا کہ ارباب علم اس سے استفادہ کر سکیں اگر اسی طرح آپ حضرات کا تعاون شامل حال رہا تو ہم یہ گرانقدر خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ ہم سب کو قبلہ مرحوم کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

فقط

سید فرمان حیدر

جوگا بائی ایکسٹینشن، نفیس روڈ

بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، دہلی موبائل: 09910621956

Scanned by CamScanner

علامہ شاکر صاحب عہد طفلی میں

Scanned by CamScanner
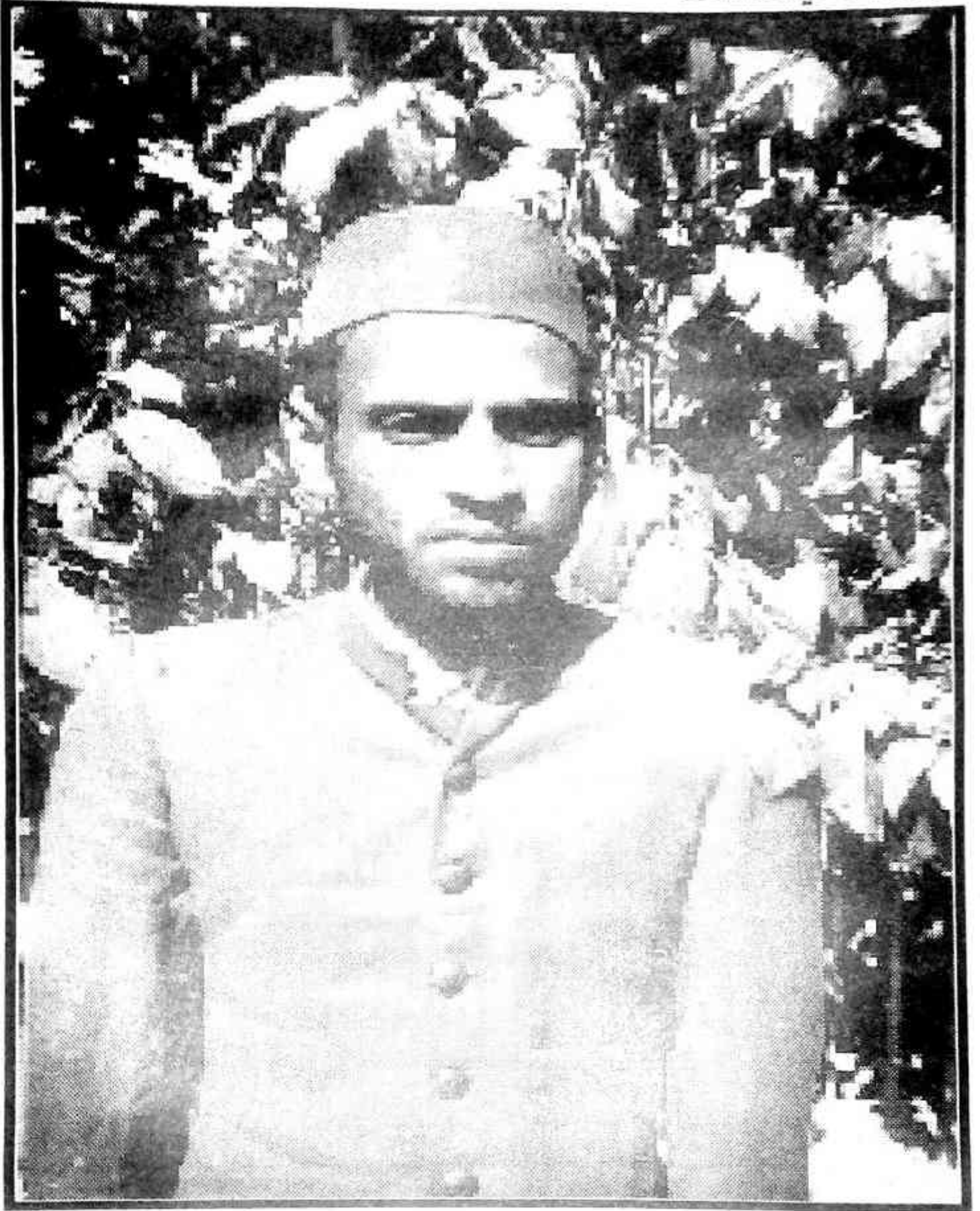
علامہ شاکر صاحب عہد جوانی

Scanned by CamScanner

جامعہ ناظمیہ کی پرانی لائبریری کے سامنے

Scanned by CamScanner

علامہ فاضل طب کی ڈگری کے ساتھ (دائیں طرف)

علامہ اپنے پرانے ساتھیوں کے ساتھ (درمیان میں)

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner
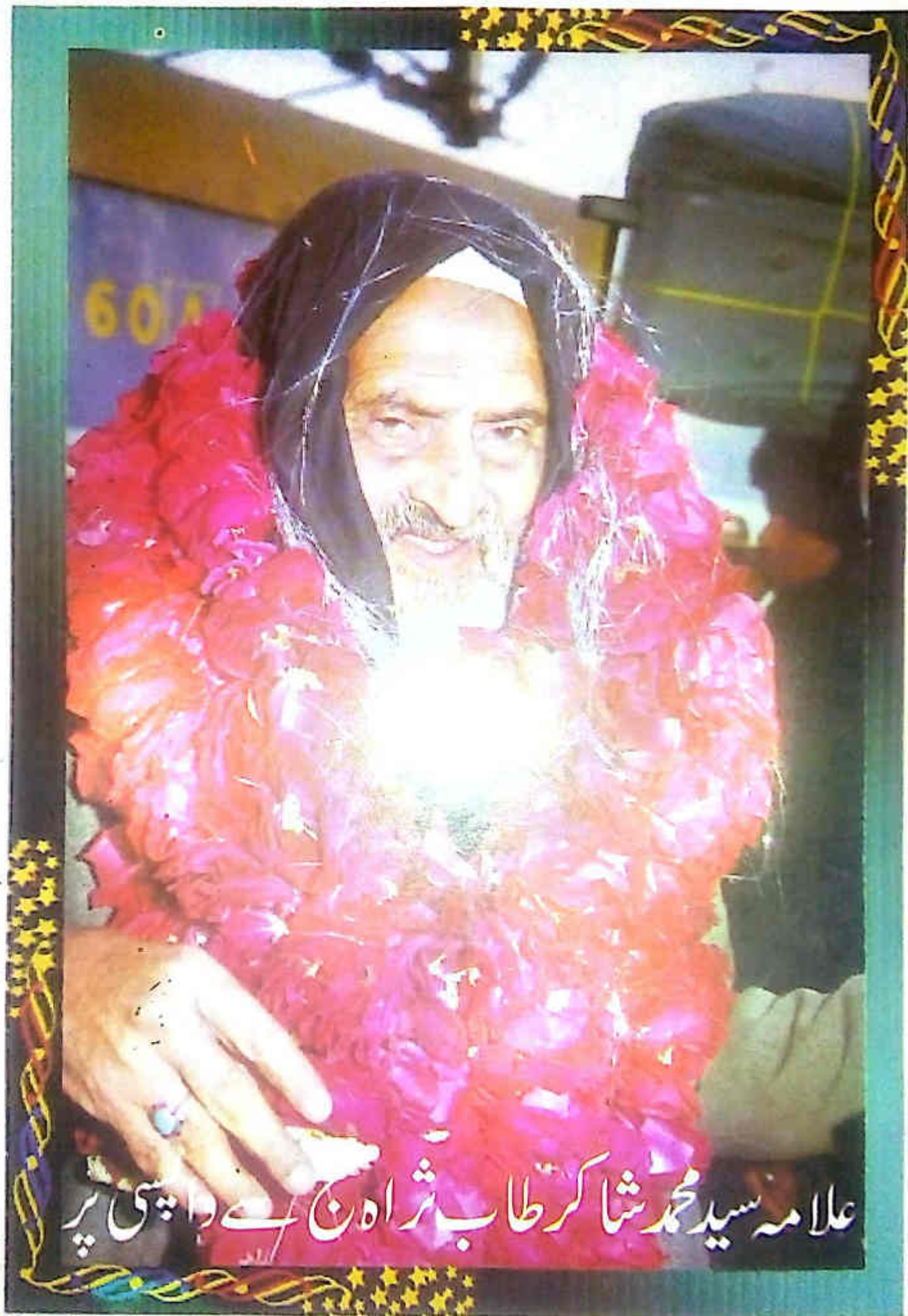
کانپور میں مسجد اللہ اکبر کا افتتاح کرتے ہوئے

...ؤ میں تشیع جنازہ کا منظر

کانپور میں مسجد اللہ اکبر کے افتتاح کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے

امیر العلماء ناظمیہ میں حاضر جنازہ مجلس کو خطاب فرماتے ہوئے

علامہ شاکر صاحب ڈاکٹر کلب صادق صاحب سے زینبیہ ایوارڈ لیتے ہوئے

ناظمیہ میں مسجد کے سامنے ہال کی شروعات کے عکس

ڈاکٹر کلب صادق صاحب سے محو مصافحہ ساتھ میں مولانا کلب جواب صاحب بھی

Scanned by CamScanner

علامہ کے ''ارسطوئے ہند'' ایوارڈ کو انکے فرزند مولانا محمد افضال لیتے ہوئے

علامہ اورنگ آباد میں عشرہ کی مجلس کو خطاب کرتے ہوئے

کانپور میں خطبۂ جمعہ دیتے ہوئے

Scanned by CamScanner

ایران میں آیۃ اللہ جعفر سبحانی کے ذریعہ تفسیر قرآن پر ملنے والے ایواڈ کا عکس

شہید مطہری ایوارڈ کا عکس
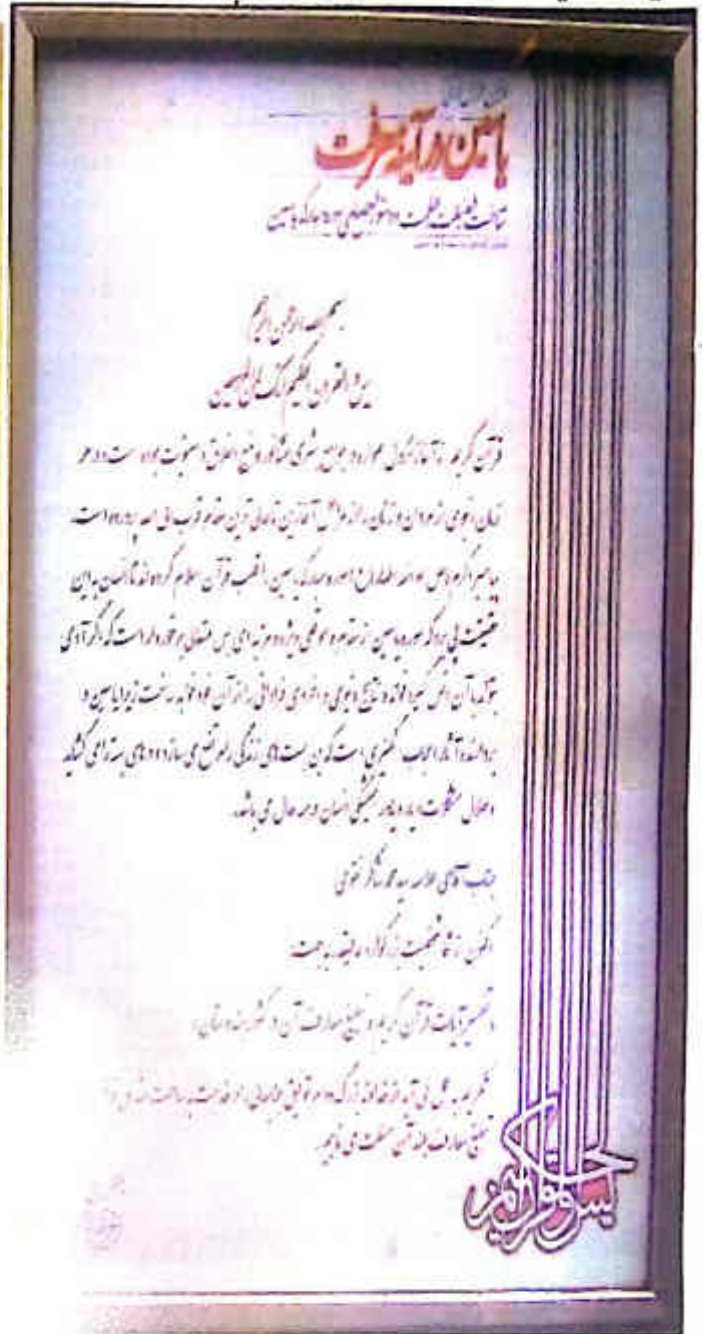
علامہ اپنے شاگرد (راقم الحروف) کے ساتھ

علامہ سیمینار کے موقع پر جناب عراق رضا زیدی تقریر کرتے ہوئے

Scanned by CamScanner

جنازہ جامعہ ناظمیہ سے باہر لاتے ہوئے

امروہہ میں [illegible] تلاوت کلام پاک کا منظر

امروہہ میں تشیع جنازہ کے مناظر

امام المدارس میں نماز جنازہ کا منظر

Scanned by CamScanner

آقای مہدی ملا [illegible] کی کتاب ''[illegible]'' کا اجرا فرماتے ہوئے

دفن سے قبل علامہ کا آخری دیدار

علامہ کے فرزند حاجی محمد اقبال کو تسلی دیتے ہوئے امیر العلماء اور کلب جواد صاحب

مولانا ڈاکٹر سید محمد سیادت امام جمعہ امروہہ علامہ کی تلقین پڑھتے ہوئے

Scanned by CamScanner
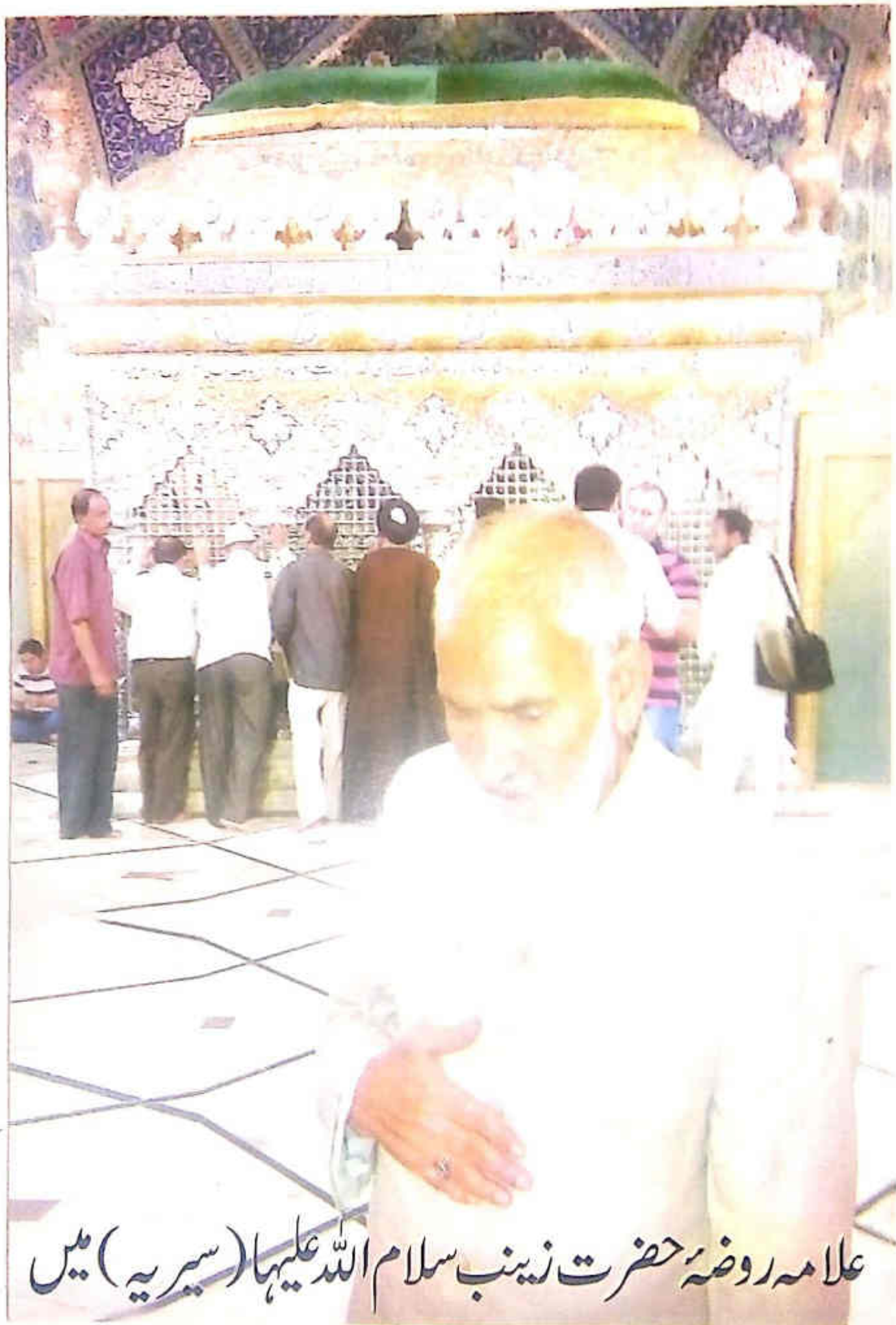
علامہ روضۂ حضرت زینب سلام اللہ علیہا (سیریہ) میں

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

الحمد لله الذی فضّل مداد العلماء علی دماء الشهداء، کفضل القمر علی سائر النجوم فی آفاق السماء والصلوٰة والسلام علی الرسول الکریم و آله الطیبین الطاهرین

عرصے سے ذہن میں خیال تھا کہ استاذی العلام مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ کی حیات اور علمی خدمات پر مشتمل سوانح تحریر کروں۔ جب میں کتاب ''علامہ سید یوسف حسین نجفی حیات و خدمات'' سے فارغ ہوا تو سوانح نویسی کا ارادہ کیا اسی دوران استاد محترم امروہہ تشریف لائے تو کچھ ضروری معلومات فراہم کیں اس کے بعد باقاعدہ تحریری کام شروع کر دیا۔ جون ۲۰۱۲ء میں آپ کو ایران کلچرل ہاؤس نئی دہلی کی جانب سے علمی و فلسفی خدمات کی قدردانی کرتے ہوئے ''شہید مطہری'' ایوارڈ سے نوازا گیا تبھی یہ منصوبہ بنا کہ آپ کی علمی کاوشوں کے سلسلے میں ایک اعلیٰ سیمینار دہلی میں منعقد کیا جائے۔ میں نے ہندو بیرون ہند کے اہل قلم حضرات سے مقالے لکھنے کی خواہش ظاہر کی بڑی تعداد میں مقالے موصول ہوگئے مگر ادھر استاد محترم کی طبیعت بگڑ گئی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایسے حالات میں سیمینار کیسے منعقد کیا جائے اسی کشمکش میں تھے کہ یہ عظیم ہستی ۴ر جولائی ۲۰۱۲ء کو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اب آپ کی وفات کے بعد اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی ہمت کر رہا ہوں۔ اس کتاب میں وہ مضامین جو آپکی حیات میں لکھے گئے تھے اور وہ جو وفات کے بعد لکھے گئے دونوں شامل ہیں اسکے علاوہ تعزیتی پیغامات کو بھی اسمیں شامل کیا ہے۔ میں ان تمام اہل قلم کا

Scanned by CamScanner

شکر گزار ہوں جنھوں نے انتہائی عرق ریزی سے گرانقدر تحقیقی مقالات تحریر کئے اور ان حضرات کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے تعزیتی پیغامات بھیج کر اظہار عقیدت کیا۔ لائق تشکر ہیں امروہہ فاؤنڈیشن کے صدر جناب فرمان حیدر صاحب جو اعلیٰ پیمانے پر سماجی خدمات انجام دے رہے ہیں اور مولانا مرحوم کے خاص عقیدت مند ہیں۔ جنھوں نے کچھ مومنین کے تعاون سے اس کتاب کی اشاعت فرمائی اور اس سے قبل مولانا کی کتاب ''الظفرۃ'' بھی شائع کی تھی۔ خداوند عالم انکی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ہم سبکو قبلہ مرحوم کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

فقط

سید شہوار حسین نقوی

اسلامک ریسرچ سینٹر

استاذ دارالعلوم سیدالمدارس، امروہہ

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ/ ۵راگست ۲۰۱۲ء

Scanned by CamScanner

عکس تحریر

الدعاء والرجاء

من احب اخیتی الیک اسعدک الله
وابقاک ایها الصالح الصفی السعید ان
تاخذها استبصارا للاعیان واسترشادا
للاقران فانها زاویۃ فکری ودائرۃ نظری
نقطۃ من نکاتی مشرفۃ بتعلیقات
استاذی العلام سید العلماء الحاج
السید علی نقی النقوی دام ظلہ العالی
ومزینۃ بتصحیحہ تذکیرا وتانیثا شکلا وترکیبا
تحبیرا وحوارا وتحشیۃ علی تعلیقات
الوقیعۃ جوابا فهذہ هدیۃ من اخلاصی
کتبتها بیدی منی لک اولا ولامثالک
ثانیا عارفا بان لا اینها الی صدرۃ الا من
شرح الله صدرہ للحکمۃ واعترف الی ما
تضمنت وطی المباحث وجوہ المطالب
اذ رأیت حالی واشتغالی انہ لم یتیسر لی
ان اطالع ساعۃ او افکر برهۃ کانی أکل
عسل ازدحمت علیہ النحلۃ لسعۃ فما
اهدیتک الا ما التقطت فی حین اوقاتی
لبختۃ فارجوا منک ان لا تغفل لی
فی الدعاء عند مواقیت الصلوٰۃ و
وعقیب التعقیبات

الراجی العاصی
السید محمد شاکر النقوی
الامروہوی

Dr. Syed Ahmed
GOVERNOR OF JHARKHAND

Raj Bhawan
Ranchi-834001
Tel. : (O) 0651-2283465
(R) 0651-2283458
Fax : 0651-2201101

No.RB/331 /2012
Dated, 13 July, 2012

ان للہ انا الیہ راجعون

خداوند عالم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے

I am greatly pained to learn about the sudden passing away of your beloved father Late Al-lama Mohd. Shakir Naqvi. He was a good human being with a very pleasant disposition.

I send my heartfelt condolences and pray to Almighty God to give you and the family the strength to bear this great loss.

May the departed soul rest in peace.

Yours sincerely,

(Dr Syed Ahmed)

To
Mohd. Afzal
Mohalla Sapat Pota
Amroha
Distt. J.P.Nagar
Pin-244221.

Scanned by CamScanner

Embassy
of the Islamic Republic of Iran
New Delhi

پیام تسلیت سفیر جمهوری اسلامی ایران در هند
به مناسبت درگذشت علامه سید محمد شاکر نقوی

جناب آقای سید مهدی نبی زاده، سفیر محترم جمهوری اسلامی ایران در هند، با صدور پیامی، درگذشت عالم جلیل القدر علامه سید محمد شاکر نقوی، از علمای شیعه و اساتید برجسته حوزه علمیه هند را تسلیت گفت

متن پیام به این شرح است:

بسم الله الرحمن الرحیم

درگذشت عالم جلیل القدر علامه مولانا سید محمد شاکر نقوی امروهوی رحمه الله علیه را به عموم علماء و روحانیون و مسلمانان هند، بخصوص شیعیان و بالاخص به خانواده مکرم و وابستگان ایشان تسلیت عرض می کنم.

ایشان استادی برجسته بودند و شاگردان زیادی از بیان و قلم رسای وی بهره بردند. فقدان آن عالم بزرگوار که عمر با برکت خود را در خدمت به مسلمانان سپری کردند، خسارتی است که باید با توفیق الهی و تعقیب نیات و اهداف ایشان جبران گردد، انشاالله.

جمهوری اسلامی ایران در سال جاری این عالم برجسته شیعه را به عنوان خادم عرصه مطالعات اسلامی هند معرفی و با اعطای جایزه شهید مطهری از ایشان تجلیل کرد همچنین علامه نقوی در سال گذشته به خاطر تربیت شاگردان فراوان در عرصه قران، سال ها تدریس اصول فقه و تفسیر و تالیف تفسیری بر اساس دیدگاه‌های کلینی در همایشی در ایران مورد تقدیر علمای قم قرار گرفت.

از خداوند متعال نزول رحمت و برکات الهی را بر روح این عالم ربانی مسالت می کنم و صبر و اجر بازماندگان محترم را خواستارم.

سید مهدی نبی زاده
سفیر جمهوری اسلامی ایران در هند
13 جولای 2012

EMBASSY OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF IRAN
سفارت جمهوری اسلامی ایران
دهلی نو
NEW DELHI

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از دفتر علامہ سید محمد موسوی صاحب

Office of ALLAMA SAYED MOHAMMED MUSAWI SAHEB

Najafi House, 159, Nishanpada Road, Off. Imam Husein (a.s.) Chowk, Mumbai - 400 009. (India)
Tel.: 2340 3295 / 2340 6353 Fax : 91-22-2343 8703 Email : alimaan@alimaan.org Website : www.alimaan.org

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

تعزیت نامہ

10.07.2012

Maulana Sayed Mohammed Afzaal Saheb
Mohalla Shafatpota, Amroha, Distt. J. P. Nagar

سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل امام زمان علیہ السلام توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

خبر جانکاہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ آپ کے والد محترم مرحوم سید مولانا محمد شاکر صاحب دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔ آپ کے خانوادہ کے لئے یہ صدمہ واقعی ناقابل برداشت ہے۔ اس عظیم غم میں علامہ سید محمد الموسوی مد ظلہ العالی اور تمام ترستی حضرات برابر کے شریک ہیں۔ اور تمام اہل خانہ کی خدمت میں تعزیت و تسلیت پیش کرتے ہیں خداوند متعال صبر جمیل عنایت فرمائے اور مرحوم کے درجات عالیہ کو بلند فرماتے ہوئے جوار ائمہ معصومین علیہم السلام میں جگہ عنایت فرمائے۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ترستی،

محمد رضا

Scanned by CamScanner

رایزنی فرهنگی سفارت جمهوری اسلامی ایران
دهلی نو
OFFICE OF CULTURAL COUNSELLOR
EMBASSY OF ISLAMIC REPUBLIC OF IRAN
NEW DELHI

بسمه تعالی

حجت الاسلام والمسلمین جناب اقای سید شاکر حسین نقوی
معاون محترم اسبق مدرسه ناظمیه لکهنو

با اهداء سلام
خانه فرهنگ جمهوری اسلامی ایران در دهلی نو هر ساله مراسم اهداء جایزهٔ شهید مطهری را به پاسداشت خدمات ارزنده اندیشمندان بزرگ هند در حوزه مطالعات اسلامی را برگزار می‌نماید و در این برنامه از منتخبینی که در حوزه پژوهشی اسلامی فعالیت می‌کنند، قدردانی می‌گردد.
با آرزوی توفیق روزافزون به آگاهی می‌رساند که جنابعالی برای پنجمین دوره این جایزه انتخاب شده‌اید. بدینوسیله مراتب تبریک خود را اعلام می‌داریم و امیدواریم که در برنامه‌ای که به همین مناسبت روز چهارم ماه می برگزار می‌گردد شرکت فرمائید.

من الله التوفیق

احمد عالمی
سرپرست رایزنی فرهنگی سفارت ج.ا.ایران
دهلی نو

زمان: ساعت ۷/۳۰ بعدازظهر روز جمعه چهارم ماه می
مکان: خانه فرهنگ جمهوری اسلامی ایران در دهلی نو(18 Tilak Marg)

IRAN CULTURE HOUSE
18, TILAK MARG, NEW DELHI-110001
TEL: 0091-11-23383232/34 FAX:+ 23387547
newdelhi@icro.ir http://newdelhi.icro.ir

Scanned by CamScanner

رایزنی فرهنگی سفارت جمهوری اسلامی ایران
دهلی نو
OFFICE OF CULTURAL COUNSELLOR
EMBASSY OF ISLAMIC REPUBLIC OF IRAN
NEW DELHI

51/9/119
11/07/2012

انا للہ وانا الیہ راجعون

حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا محمد افضال نقوی صاحب قبلہ

سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقیناً آپ کے والد ماجد استاذ الاساتذہ حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا سید محمد شاکر نقوی (طاب ثراہ) کی رحلت آپ اور جملہ پسماندگان ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام تشنگان علم وفضل کے لئے نہایت جان سوز سانحہ اور ناقابل تلافی خلا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ احادیث معصومین میں، عالم کی موت کو عالم کی موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مرحوم ومغفور کا انتقال پر ملال دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ کے شاگردوں، معاصرین مدارس اور طلاب کے لئے جگر خراش حادثہ ہے، ایک ایسا نقصان ہے جس کی بھرپائی از حد دشوار ہے پھر بھی ہمیں یقین ہے کہ مرحوم ومغفور کی گرانقدر خدمات انہیں معتبر دفتروں، علم دوست حلقوں، لائبریریوں، دینی مدرسوں میں ہمیشہ زندہ وپائندہ رکھیں گی۔

ہم اس صبر آزما موقع پر آپ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہوئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہیں کہ خداوند انہیں اجر جزیل اور ان کے جملہ وابستگان کو صبر جمیل عنایت کرے اور ہم سب کو یہ توفیق دے کہ ہم بھی استاد مرحوم کے دینی وعلمی روش زندگی سے کسب فیض کر سکیں۔

ڈاکٹر ...
مشاور فرہنگی جمہوری اسلامی ایران
نئی دہلی

IRAN CULTURE HOUSE
18, TILAK MARG, NEW DELHI-110001
TEL: 0091-11-23383232/34 FAX:+ 2338 7547
newdelhi@icro.ir http://newdelhi.icro.ir

Scanned by CamScanner

महबूब अली
राज्य मंत्री :
वस्त्र एवं रेशम उद्योग
उत्तर प्रदेश सरकार

कैम्प आवास : 290, धनिआमन्दान, अमरोहा
✆ : 05922-263272, 264272
Mob. : 9837065224
निवास : 10-A, कालीदास मार्ग, लखनऊ
कार्यालय : 0522-2238061
सी०एच० : 0522-2213261

पत्रांक

दिनांक ....

फकरे अमरोहा मुफस्सिरे कुरान **हज़रत अल्लामा मौलाना मौहम्मद शाकिर साहब** के इन्तेकाल की खबर सुनकर मुझे बहुत दुख हुआ के आज हमारे दरमियान से ऐसा अज़ीम आलिम चला गया जिनकी दीनी खिदमात से न सिर्फ अमरोहा वाले बल्कि पूरा हिन्दुस्तान फायदा उठा रहा था आप फलसफे के बड़े उस्ताद थे आपने 60 साल नाज़मिया अरबी कॉलिज लखनऊ में फलसफा, तफसिरे कुरान और हदीस शरीफ की तालीम दी। आपके हज़ारो शार्गिद सारी दुनिया में खिदमत अन्जाम दे रहे हैं आप मुसलमानों को एक रहने की हिदायत फरमाते थे इत्तेहाद के लिये कोशिश करते थे। आपके दुनिया से जाने से मुस्लमानों का बड़ा नुकसान हुआ है।

मैं खुदाबन्दे करीम से दुआ करता हूं कि उन्हे अपनी रहमत में जगह अता फरमाए।

10.8.2012

(महबूब अली)
राज्य मंत्री
वस्त्र उद्योग एवं रेशम उद्योग विभाग
उ० प्र० शासन।

Scanned by CamScanner

انجمن وظیفۂ سادات و مومنین (رجسٹرڈ)

ANJUMAN WAZIFA-E-SADAT
WA MOMINEEN (INDIA) Regd.

WAZIFA MANZIL, P. Box No. 94, AHMAD NAGAR, ALIGARH - 202 002 (U.P.) INDIA

Ref No............................... Date 20.07.2012

پیغام تعزیت

موت العالم موت العالم

استاذ الاساتذہ علامہ سید محمد شاکر نقوی صاحب قبلہ وکعبہ طاب ثراہ کے سانحۂ ارتحال سے صرف ایک خاندان پر غم واندوہ کا پہاڑ نہیں ٹوٹا بلکہ پوری امت سر تا سر غم واندوہ میں ڈوب گئی عالم باعمل، ذاکر بے نظیر، مایۂ ناز شفیق استاد کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے یقیناً اس کا پر ہونا محال ہے ایسے استاد جس نے نصف صدی تک تشنگان علم کو اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے سمندر سے سیراب کیا، جس کے شاگرد آج پوری دنیا میں خدمت دین میں مصروف ہیں، ان کی رحلت کی خبر کو جس نے جب اور جہاں سنا کف دست ملتا رہ گیا اور زبان سے یہی جملہ جاری ہوا **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

یہ خبر پہنچتے ہی انجمن وظیفہ سادات ومومنین کے دفتر میں پہنچی فضا سوگوار اور آنکھیں نمناک ہو گئیں، دفتر میں تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں جنرل سکریٹری ڈاکٹر سید علی امیر صاحب نے علامہ کی حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے اخلاق حسنہ اور علمی صلاحیتوں کا تذکرہ فرمایا۔ جوائنٹ سکریٹری مولانا سید زاہد حسین صاحب نے فرمایا کہ علامہ سید محمد شاکر نقوی صاحب قبلہ وکعبہ ہمارے شفیق استاد تھے اور ہم نے دوران تعلیم ان سے منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، علم کلام و دیگر موضوعات پر مشتمل کتابوں کا درس حاصل کیا جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد بھی جب ملاقات ہوئی اسی استادانہ شفقت کے ساتھ ملتے تھے کوئی سوال ایسا نہیں ہوتا تھا جسے مولانا کے حضور میں لے جایئے اور اس کا تشفی بخش جواب نہ مل سکے یقیناً یہ غم قوم وملت کے لئے قابل برداشت نہ ہوتا اگر ہمارے سامنے مصائب سید الشہداء نہ ہوتے۔ جلسہ میں قوم کی متعدد ہستیوں نے شرکت فرمائی اور اختتام جلسہ پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر علامہ کی روح کو ایصال کیا۔

ہم تمام اراکین انجمن وظیفہ سادات ومومنین علامہ کے اہل خانوادہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور انہیں تعزیت پیش کرتے ہوئے پروردگار کی بارگاہ میں علامہ کے درجات میں بلندی کی دعا کرتے ہیں۔

والسلام

(مولانا سید زاہد حسین)
جوائنٹ سکریٹری

(ڈاکٹر سید علی امیر)
جنرل سکریٹری

Scanned by CamScanner

حیات وشخصیت

ارسطوئے ہند استاذنا العلام الدر الفاخر البحر الذاخر علامہ سید محمد شاکر نقوی نور اللہ مرقدہ الشریف پندرہویں صدی کے وہ نابغۂ روزگار فخر تشیع عالم، مفسر، محقق، مفکر، حکیم، متکلم، منطقی اور فلسفی استاد تھے جنھوں ساٹھ سال مسند درس کو زینت دے کر علم وحکمت کی اسطرح آبیاری کی چمنستان ناظمیہ گل وگلزار ہوگیا اور آپ کے پروردہ باکمال تلامذہ نے ارفع واعلیٰ مراتب پر فائز ہوکر چہاردانگ عالم علم وعرفان کی شمعیں روشن کر کے ساری دنیا کو منور کردیا۔

وہ پیکر اخلاق وہ مجسمۂ تواضع جنکی نشست و برخاست، رفتار و گفتار سیرت ائمہ علیہم السلام کا آئینہ اور سادگی وقناعت سلمان وابوذر کی سیرت کا نمونہ تھی۔ مسکراتا ہوا نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، گھنی وسفید داڑھی، دوپلی ٹوپی، شیروانی اور چوڑی موری کا پاجامہ، حلیم و بردبار ایسی ذات کہ نظریں خود بخود احتراماً جھک جاتی اور تواضع وانکساری ایسی کہ والہانہ دل میں محبت پیدا ہوجاتی تھی۔

ایسا فلسفی جس نے راہ فلسفہ سے تین سو سال پرانے ''طفرہ'' کے سنگ گراں کو ''ظفرہ'' کے ذریعہ ہٹایا۔

علامہ رضی جعفر نقوی رقمطراز ہیں:

''معقولات کے طالب علموں کو جن مطالب کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں سے ایک اہم مرحلہ جسے پرپیچ گھاٹی کہنا شاید زیادہ مناسب ہو طفرہ کی ہے۔ جہاں مصنف کا قلم رک جاتا ہے اور بولنے والے کی زبان گویا لڑکھڑانے لگتی ہے۔ برسہا برس سے اہل فلسفہ ومنطق اور معقولات کے میدان میں قدم رکھنے والے

Scanned by CamScanner

حضرات اس چٹان سے ٹکرا کر لہولہان ہوتے رہے اور اس خاردار جھاڑی سے الجھ کر اپنے لباس فکر کو زخمی کرتے رہے اور فکر وتعقل کرنے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ پتھر اس راستے سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ عام خیال یہی تھا کہ یہ بڑا بھاری پتھر ہے جسے چوم کر ہٹ جانے اور دور رہنے میں ہی عافیت ہے مگر آپ نے اس پتھر کو چوم کر ہٹ جانے کے بجائے اس پر تیشہ زنی شروع کی اور آخر کار اس ''بت'' کا سر کچلنے دینے میں کامیاب ہوئے اور اب ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' نامی شہ پارہ آپ کے سامنے موجود ہے۔

ایسا منطقی جس نے سلم العلوم کی شرح لکھکر علم کا زینہ چڑھنا سکھایا۔

ایسا ماہر فلکیات جس نے گوشۂ ناظمیہ میں بیٹھکر ''رویۃ الہلال'' کا نظارہ کرایا۔

ایسا مفسر جس نے کتاب ''الکافی'' کی روایات میں تفسیر قرآن کے نئے نئے گوشے وا کیئے۔

آپ نہ صرف فخر امروہہ بلکہ شانِ ہندوستان اور افتخار تشیع تھے آپ کا تعلق سادات امروہہ کے مہذب وخلیق خانوادہ سے تھا جو محلّہ شفاعت پوتہ میں آباد ہے۔

شجرۂ نسب

سید محمد شاکر ابن سید احمد بن سید ابواحمد بن سید ہزبر علی بن سید ببر علی بن سید کریم اللہ بن سید عظمت اللہ بن سید محمد شفاعت بن سید عبدالوالی بن سید عبدالجبار بن سید عبدالجلیل بن سید مبارک بن سید محمد میر عدل بن سید منتخب ثانی بن سید بڑے بن سید چاند بن سید منتخب اول بن سید راجع بن سید عبدالعزیز بن سید حسین شرف الدین شاہ ولایت بن سید علی بزرگ بن سید

Scanned by CamScanner

مرتضیٰ بن سید ابوالمعالی بن سید ابوالفضل بن سید داؤد بن سید حسین بن سید علی بن سید ہارون بن سید جعفر تواب بن حضرت امام علی نقی علیہ السلام۔

خاندانی پس منظر

آپ کے خانوادہ کا شمار امروہہ کے ایسے ممتاز خانوادوں میں ہوتا ہے جہاں علم و فضل اور ثروت کے ساتھ اخلاق، تواضع و انکساری نمایاں طور پر نظر آتی ہے اس خانوادہ کے بزرگ جہاں پیکر علم و عمل تھے وہاں مجسمۂ اخلاق بھی تھے۔

جدامجد سید محمد شفاعت بن سید عبد الوالی: آپ عہد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ میں والد ماجد کی وفات کے بعد چہار صدی ذات جاگیر یکصد سوار کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ اپنے زمانے کے بڑے صاحب مرتبہ بزرگ تھے پوری برادری میں آپ کا ایک خاص وقار تھا اگر چہ امروہہ اس وقت اہل مناصب سے چھلک رہا تھا مگر انمیں سید محمد شفاعت کی جلالت قدر ایک خاص مقام رکھتی تھی جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ جب امروہہ کی چودھرائی کے متعلق پسران دیوان سید محمود سے کچھ نزاعی صورت پیدا ہوئی تو ایک درخواست تمام منصبداران و جاگیرداران کی دربار معلیٰ میں پیش کی گئی اس درخواست پر بزرگ خاندان ہونے کی حیثیت سے پہلے دستخط سید محمد تقی بن سید محمد باقر کے ہیں اسکے بعد سب سے مقدم ذات سید محمد شفاعت کی تھی جن سے دستخط حاصل کئے گئے چونکہ زمانہ قدیم میں حفظ مراتب کا خیال ہر معاملہ میں رکھا جاتا تھا اس بنا پر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہیکہ آپ کا کیا مقام تھا۔ آپ ہی کے نام پر اس محلّہ کا نام ''شفاعت پوتہ'' پڑا۔

سید عظمت اللہ بن سید محمد شفاعت: آپ جلیل القدر اور عظیم المرتبت بزرگ

Scanned by CamScanner

تھے۔مولانا بشیر حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں

''سید عظمت اللہ فقیر منش تھے خانہ نشینی کی زندگی گذاری
جدّی جائیداد میں اپنے والد سید محمد شفاعت کی جائیداد کا تیسرا حصہ
اور اپنے چچا اور خسر سید غلام محی الدین کے متروکہ کا نصف حصہ پایا
اسلئے کافی دولت مند تھے نوگزہ کا پورا محلّہ انکے حصہ میں آیا تھا لہذا
وہیں قیام فرمایا آپکی عمر بہت ہوئی''

(شجرات سادات امروہہ ص ٦٧)

والد ماجد

والد ماجد الحاج سید احمد بن ابو احمد: دین دار و متشرع بزرگ تھے تقریباً ۱۸۸۰ء میں ولادت ہوئی۔ دادا صاحب کی ماتحتی میں کورٹ آف وارڈس میں ضلع دار مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کا عقد جناب سید آل احمد صاحب کی بڑی صاحبزادی شفیعہ خاتون سے ہوا جنکے بطن سے کئی بچے ہوئے لیکن سوائے کربلائی خاتون اور کنیز زہرا کے سب فوت ہو گئے۔ ملازمت کا زمانہ انتہائی فارغ البالی میں بسر ہوا آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور ریاست میں ملازمت اختیار کر لی۔ اسی دوران آپ نے دوسرا عقد مسماۃ مجاہدہ خاتون بنت سید حامد حسین صاحب سے کیا اور آپ کے بطن سے ۲/ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ کو علامہ سید محمد شاکر صاحب کی ولادت ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر سات برس تھی کہ والد نے ملازمت ترک کر کے بعض احباب کے مشورہ سے تجارت شروع کی لیکن تبرا ایجی ٹیشن کے سلسلے میں جیل جانے کے سبب تجارت ختم ہوئی جیل سے واپسی کے بعد ریاست اکبر ضلع سیتاپور میں ضلعدار ہو گئے اور اس ملازمت کے دوران اکبر پور میں ۵/ جنوری ۱۹۴۶ء/ ۲۹/ محرم کو دل کا دورہ پڑا

Scanned by CamScanner

اور اسی وقت شام ۴؍ بجے جاں بحق ہوئے آپ کی قبر اکبر پور میں اندرون مسجد ہے۔ دوسرا عقد آپ نے اولاد نرینہ کی وجہ سے کیا تھا آپ نے منت مانی تھی کہ خداوند عالم اگر لڑکا دے گا تو اسے علم دین حاصل کراؤں گا خداوند عالم نے فرزند عطا کیا اور علم دین کے اس مرتبہ تک پہونچا جس کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ ابھی مولانا درجہ مولوی میں تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اپنے فرزند کے علمی ارتقا کو نہ دیکھ سکے۔ والد کے انتقال کے بعد والدہ ماجدہ نے انتہائی محنت و جانفشانی سے آپ کی تربیت کی اور تعلیم میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آنے دی۔ والدہ ماجدہ انتہائی مومنہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند با اخلاق، ملنسار اور مہمان نواز معظمہ تھیں۔ میں نے خود دیکھا ہیکہ ہر ایک سے انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آتی تھیں اور اعلیٰ پیمانے پر اخلاق کا مظاہرہ کرتی تھیں۔

ولادت باسعادت

علامہ سید محمد شاکر نقوی نے ۲؍ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ/ ۱۲؍ مئی ۱۹۲۹ء بروز یکشنبہ محلّہ شفاعت پوتہ کے علمی و مذہبی خانوادے میں سفر حیات کا آغاز کیا۔ رسم بسم اللہ سرکار سید الملت مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد نے ادا کرائی جسمیں بڑی تعداد میں خاندان کے افراد اور شہر کے دیگر مومنین نے شرکت کی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

آپ نے تعلیم کا آغاز اپنے ہی محلّہ کی بزرگ ہستی جناب سید معجز حسن صاحب سے ''ابتدائی قاعدہ'' پڑھکر کیا آپ مسجد کیقباد محلّہ صدو کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے جہاں سید محمد میر عدل درس دیا کرتے تھے یہ مدرسہ مولانا کے زمانہ تک قائم تھا اسکے بعد ختم ہو گیا بعدہ محلّہ حقانی کے پرائمری اسکول جو عزاخانہ محلّہ حقانی سے متصل بارہ دری میں واقع تھا۔ تعلیم کا سلسلہ

Scanned by CamScanner

شروع کیا۔ جہاں والد ماجد کے حقیقی ماموں منشی سید وصی احمد بن سید علی اوسط ساکن محلہ حقانی سے تعلیم حاصل کی۔ اس اسکول سے چوتھا درجہ پاس کرنے کے بعد آپ نے دار العلوم سید المدارس میں داخلہ لیا جہاں منشی سید مشتاق حسین صاحب ساکن محلّہ جعفری سے فارسی، مولوی سید فخر الحسن صاحب سے ریاضی کا درس لیا۔ اسکے علاوہ سید الملت مولانا سید محمد صاحب قبلہ، مولانا سید محمد حبیب الثقلین صاحب، مولانا سید نسیم حسن صاحب ہلال ساکن محلہ گذری، مولانا سید صابر حسین صاحب ساکن محلّہ گذری سے درجہ مولوی الف تک مختلف کتابیں پڑھیں اور مولانا صفی مرتضٰی صاحب، مولانا محمد عبادت صاحب سے بھی فیضیاب ہوئے۔

جامعہ ناظمیہ لکھنؤ روانگی

دار العلوم سید المدارس امروہہ میں مولوی الف پاس کرنے کے بعد لکھنؤ روانہ ہوئے اور ۲۷رذیقعدہ ۱۳۶۴ھ/ ۳رنومبر ۱۹۴۵ء بروز شنبہ ہندوستان کی معروف درسگاہ جامعہ ناظمیہ میں داخلہ لیا۔ جہاں درجہ مولوی میں مولانا سید افضال رضا صاحب، مولانا سید محمد مہدی زنگی پوری اور مولانا منظور حسین صاحب رجیٹوی سے ابتدائی مراحل طے کیے۔ اس دوران خارج سے حجۃ الاسلام مولانا غلام مہدی صاحب مجتہد سندھی سے نحو کا درس لیا۔ درجہ عالم میں بابائے فلسفہ مولانا سید ایوب حسین صاحب سرسوی، فخر الادباء مولانا سید رسول احمد صاحب گوپالپوری اور مولانا سید محمد ہاشم صاحب قبلہ سے استفادہ کیا۔ درجہ قابل میں خطیب آل محمد مولانا سید ابرار حسین صاحب پاروی، صدر المنطقین ورئیس الفلسفین مولانا سید کاظم حسین صاحب قبلہ سے فیضیاب ہوئے۔ مولانا سید محمد مرتضٰی صاحب ردولوی سے بھی منطق پڑھی خارج سے علامہ سید عدیل اختر صاحب پرنسپل مدرسۃ الواعظین سے منطق کی مشہور کتاب ''حمد اللہ'' کا درس لیا۔ درجہ فاضل وممتاز الافاضل میں حجۃ الاسلام مولانا سید محمد حسین صاحب سے فقہ اور سرکار

Scanned by CamScanner

سید العلماء سید علی نقی سے اصول فقہ میں رسائل اور سرکار مفتی اعظم سید احمد علی صاحب سے فقہ و اصول دونوں علوم حاصل کئے۔ تاج العلماء مولانا محمد زکی صاحب، حجۃ الاسلام مولانا سید خورشید حسن صاحب امروہوی سے علم کلام اور مولانا سید محمد صادق صاحب قبلہ سے ادب کا درس لیکر فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، ادب، فلسفہ، منطق میں اعلیٰ مہارت حاصل کی مدرسہ کی آخری سند ''ممتاز الافاضل'' ۱۹۵۳ء میں حاصل کی۔ اسکے علاوہ لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب، فاضل تفسیر پاس کیا اور شیعہ عربی کالج سے عماد الکلام کی سند حاصل کی۔

جامعہ ناظمیہ میں تدریس

آپ کی علمی صلاحیت اور اعلیٰ قابلیت دیکھکر طالب علمی کے دوران ہی مدرسہ میں مدرس رکھ لیا گیا آپ کا تقرر یکم نومبر ۱۹۵۱ء بروز شنبہ ہوا جبکہ آپ درجہ ممتاز الافاضل میں زیر تعلیم تھے اس وقت آپ کو درجہ ششم سے لیکر درجہ نہم تک کی عربی، منطق اور فقہ سے متعلق کتابیں سپرد کی گئیں جنھیں آپ نے اچھے انداز سے پڑھایا پھر اسکے بعد تدریس کے میدان مین ارتقائی مراحل طے کرتے چلے گئے۔ ۱۹۵۷ء میں درجہ مولوی سپرد کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں درجات عالم، قابل اور فاضل کے دروس آپ کے ذمہ کئے گئے اور ۱۹۷۴ء میں مدرس معقولات قرار دیا گیا۔ تقرر کے وقت آپ کی ماہانہ تنخواہ ۱۸ روپئے اسکے بعد ۳۷ روپئے ماہانہ مقرر ہوئی۔

ذمہ داریاں

آپ کے حسن انتظام اور مدرسہ کے امور میں دلچسپی اور لگن کو دیکھکر ۱۹۶۰ء میں اساتذہ کرام کی مجلس عمل کا ناظم مقرر کیا گیا اور ۱۹۶۳ء میں ناظم امتحانات کی ذمہ داری سپرد کی گئی ۱۹۷۰ء میں مدرسہ کی مجلس منتظمہ کا ممبر بنا دیا گیا۔ ۱۱ر مارچ ۱۹۷۲ء کو اسسٹنٹ جوائنٹ سکریٹری منتخب کئے گئے اور ۱۹۷۴ء میں جوائنٹ سکریٹری کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اس طرح

Scanned by CamScanner

آپ تدریس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے انتظامی امور بھی انجام دیتے رہے۔

۱۹۶۲ء میں آپ نے جامعہ ناظمیہ کے افاضل کی یادگار کیلئے ایک علیحدہ کتبخانہ ''دارالآثار'' کے نام سے قائم کیا جسمیں تصانیف کا صرف وہی ذخیرہ تھا جسکے مصنفین جامعہ ناظمیہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اسکے علاوہ افاضل ناظمیہ کی سوانح مرتب کی اور دنیا کے سامنے فرزندان ناظمیہ کی علمی، ادبی، تحقیقی، فرہنگی اور سماجی خدمات پیش کیں۔ ۱۹۶۲ء میں جامعہ ناظمیہ کے جشن الماسی کی بنیاد ڈالی جسمیں خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری صاحب نے بھی بڑھ چڑھکر حصہ لیا اور یادگار جشن منایا گیا۔

انداز تدریس

آپ کا انداز تدریس منفرد تھا۔ مشکل اور دقیق مطالب کو آسان اور لطیف مثالوں کے ذریعہ حل فرماتے تھے جو آسانی سے طلاب کے ذہن نشین ہو جاتے تھے۔ آپ طلاب کو عبارتوں میں الجھانے کے قائل نہیں تھے آپ کا کہنا تھا کہ اگر مطلب طالب علم کے ذہن نشین ہو گیا ہے تو عبارت خود بخود حل ہو جائیگی۔ آپ کا یہ انداز اتنا مشہور و مقبول تھا کہ دیگر مدارس کے طلاب بھی آپ سے خوب استفادہ کرتے تھے میں نے دیکھا اکثر مدرسۃ الواعظین اور سلطان المدارس کے طلاب آپ کے درس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ انھیں بھی اسی محنت و محبت سے پڑھاتے جس طرح اپنے مدرسہ کے طلاب کو پڑھاتے تھے۔ اور یہ بھی آپ کا امتیاز تھا کہ عالیہ درجات کی طرح تحتانیہ درجات کو بھی انتہائی محنت ولگن سے پڑھاتے تھے بلکہ چھوٹے درجات کو پڑھانے میں فخر محسوس کرتے تھے اور فرماتے تھے جب تک انکی جڑ مضبوط نہیں ہوگی اس وقت تک یہ کیسے آگے بڑھیں گے؟ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب میں نوے درجہ میں تھا تو آپ نے ہمارا درجہ لیا اور اتنی محنت سے پڑھایا گویا فاضل کے درجہ کو پڑھا رہے

Scanned by CamScanner

ہوں۔

آپ کے یہاں چھوٹے بڑے کا امتیاز نہیں تھا جتنا خیال بڑے طلاب کا رکھتے تھے اتنا ہی خیال چھوٹے طلاب کا بھی رکھتے تھے یہی فکر آپ کی تصانیف میں بھی کارفرما رہی جہاں آپ نے ''الظفرۃ'' و''رویۃ الہلال'' جیسی معرکۃ الآرا دقیق کتب تصنیف کیں وہیں چھوٹے بچوں کیلئے ''حیدری نصاب'' تیار کیا۔ حیدر نصاب کو ملاحظہ کرنے والا انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ کتابیں اس عظیم فلسفی کی ہیں جس نے ''الظفرۃ'' جیسی کتاب سپرد قلم کی ہے۔ کبھی آپ نے چھوٹے شاگردوں کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ انکی تعلیمی ضرورتوں کو ہمیشہ پورا کیا۔

آپ کا دوسرا امتیاز یہ ھیکہ کبھی آپ پڑھانے سے اکتائے نہیں آپ کا معمول تھا کہ نماز صبح کے بعد سے مدرسہ کے وقت تک طلاب کے ۳۔۴ گروپ کو پڑھا دیتے تھے اسکے بعد مدرسہ میں بھی ایسے ہی جوش وخروش کے ساتھ پڑھاتے تھے پھر مدرسہ کی چھٹی کے بعد شام کے وقت سے یہ سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جو رات تک جاری رہتا تھا مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہ تھکتے نہیں ہیں مسکرا فرمایا کرتے تھے میری تھکن پڑھا کر دور ہوتی ہے۔

آپ کے شاگردوں کا دائرہ مدارس دینیہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بڑی تعداد میں یونیورسٹی، ڈگری کالج کے اسٹوڈینٹس بھی آپ سے فیضیاب ہوتے تھے۔

تبحر علمی

آپ کی ذات جامع معقول ومنقول وحاوی فروع واصول تھی۔ معقولات میں تبحر علمی کی گواہ ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' رویۃ الہلال، شرح حمد اللہ، شرح الشمس البازغۃ جیسی دقیق کتب ہیں اور منقولات میں اعلیٰ دستگاہ کی گواہ تفسیر کلینی، شرح وجیزہ وغیرہ ہیں ویسے تو آپ معقولات کے استاد مشہور تھے مگر آپ کی وسعت علمی کا یہ عالم تھا کہ جو کتاب بھی طلاب آپ

Scanned by CamScanner

کے پاس لے جاتے تھے بلا تامل وتاخیر اس روانی سے پڑھاتے تھے کہ جیسے اسی کتاب کے استاد ہوں ایک مرتبہ اصول فقہ کے استاد مدرسہ تشریف نہیں لائے تو آپ نے اس روانی سے اصول فقہ کے مباحث سمجھائے جیسے روزانہ آپ ہی پڑھاتے ہوں۔ انسان ایک فن کا ماہر ہو سکتا ہے مگر بیک وقت تمام علوم وفنون میں مہارت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک لطف الٰہی شامل حال نہ ہو۔

آپ کی روحانیت تھی کہ بڑی بڑی ہستیاں آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتی تھیں۔ ۸۔۹ سال نجف اشرف میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد علماء نے آپ کی ذات با برکت سے فیض حاصل کیا جو خود ایک مقام فخر ہے مگر کبھی آپ نے اسے مقام فخر میں پیش نہیں کیا اکثر آپ کے افاضل شاگرد کہا کرتے ہیں ہندستان مین جو استاد محترم نے پڑھا دیا وہ حوزۂ علمیہ قم میں بھی حاصل نہ ہوسکا۔ یہی سبب ہیکہ حوزۂ علمیہ قم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی بہت سے افاضل نے آپ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کر کے فخر محسوس کیا۔ گویا آپ کی ذات ایسے علمی گھاٹ کی حیثیت رکھتی تھی جس کے بغیر کسی کی علمی تشنگی بجھتی نہیں تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی بارگاہ میں مختلف علوم کے ماہر حضرات شاگردوں کی طرح بیٹھتے تھے۔ ایک صاحب کو دیکھا جو سن رسیدہ تھے اور پابندی سے آپ کی خدمت میں آتے تھے میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ علم ریاضی کے ماہر ہیں۔ مگر اسکے باوجود آپ سے استفادہ کرنے کو شرف سمجھتے تھے۔ اسی طرح آنے والوں میں ڈاکٹر، حکیم، ادیب، شاعر، مصنف، مقالہ نگار، خطیب ہوتے تھے کوئی مقالہ دکھانے آرہا ہے کوئی کتاب پر نظر ثانی کرانے کو شرف سمجھ رہا ہے۔ کسی کے سامنے طب کا مسئلہ ہے تو اسے حل کرانا چاہتا ہے۔ شعراء اپنے اشعار کی اصلاح کے لئے حاضر ہو رہے ہیں ذاکرین مجالس لکھوانے آرہے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی بزم میں مختلف علوم سے متعلق امور انجام دیئے۔ مگر یہ تمام کام انتہائی

Scanned by CamScanner

خاموشی سے انجام دیتے تھے نہ بدلے کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ بس خالصتاً لوجہ اللہ۔

عربی ادب

آپ کو عربی ادب پر اعلیٰ دستگاہ حاصل تھی عربی نثر برجستہ لکھتے تھے۔ عبارت انتہائی صاف ستھری اور شستہ ہوتی تھی جس میں قدیم و جدید عربی دونوں کا لطف آتا تھا۔ لکھنؤ میں طلاب دینیہ کے عربی زبان میں علمی مسابقے ہوتے تھے۔ جس میں اکثر طلاب آپ سے مقالے لکھواتے تھے اور آپ ایک نشست میں مختلف مقالات مختلف انداز میں تحریر فرماتے تھے جس سے آپ کی عربی زبان پر قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم ذیل میں کچھ مقالات بطور نمونہ نقل کررہے ہیں تاکہ مرحوم کی عربی نثر نگاری کا اندازہ لگایا جاسکے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الملك العلام الذى ابدا بدائع الكلام على لسان خير الانام ثم الصلوة و السلام على عبده الذى اكمل به الاسلام و آله الطيبين الطاهرين المعصومين الكرام اما بعد فقد اخترت عنوان مقالتى اخدمات علماء الهند لعلوم العربية فرّنم صريرى على طبق حريرى كانه سقسقة العصافير على الا زاهير فلا اقدر دونه نعم على ادونه فاقول مستعينا واجول مستغيثا

لا فضل للاعراب على الاعجام فى اهتمام آداب لغة العربية والتزام صنائعه البديعة لا نهم محال غراسته و مجال فراسته فلا يليق استحسانهم فى مقابلة من هو غريب فى مواطن بيانهم و عريج فى ميادين جولانم. بل الفضل انما هو للاعجام على ولوجوهم فى غابة جم الادب دون ادبهم و

Scanned by CamScanner

دلوفهم فی بهرة اهم اللغات دون لغتهم فانهم قد اقتبسوا من صنايعه و اقتنصوا من بدائعه فلحقوا بهم فی مضارهم و بلغوا الى مراتب افكارهم حتى بان الوانهم على ازهارهم و الحانهم على منقارهم سيما علماء الهند و فضلا السنده الذين غرسوا رياحين الدعب فی رياض الادب. فلبدّوا عجاجه و عذبوا عجاجه و منهم اوحد الناس المفتی السيد محمد عباس طيب الله رمسه قددنی من الادب فتدلی و ادلی دلوه فی الجب فتملی او تحلی طلع عل افق وطنه ولمع على انق بلدهٖ اعنی بالكهنو فنشوه نشوه الكريم حتى نقح انشاء النظيم فما ميطت عنه التمائم اذهو فی زمرة العمائم فتنفت صباح بلاغته و تجنست صناع طلاقته قد طاب و طابه بفيضان خطابه وابت الدهور عن اتيان جوابه استملح الزمان ما اجاده و استمال الى ما ستفاده ابدع فی لطائفه التی يبديها واقنع على ما نقی من نظائفه التی يغنيها جنی من كل حديقه بتمار ثم عرض خبئيته فی معرض الاختبار ليبلغ على معارج لاعتبار اسعد و ساد اجاد ثم استجاء حتى لم يبغلوا جياد الاقران الى جودة فطنه و ما وجدوا نقاع راحلته بارد على من اخرّه و نادر فيمن ارّخه مثی على نمارق اصناف الادب و دشتی على مشارق اوصاف الارب التئم بشريعة غرّاء على منهاج غدرا و كان فی حلقته تلامذة كالتمر اداله الدرر فمنهم نجيب مهده و اديب عهده المولوی السيد محمد مهدی المرحوم المشهور بالاديب قد جعل لاستشهاء الادب ندوة ناد لقدح زناد و منهم علامة عصره و فهامة دهره ناصر العلوم العربية المولوی السيد ناصر حسين طاب ثراه قد انتشر قصيف بحده و خرير نمره فی الاقطار

Scanned by CamScanner

وامطر سحاب ذيله على الامصار و منهم قدرة نجوم سمائه و زيدة علوم آبائه و حيد الزمن المولوى السيد نجم الحسن اعلى الله مقامه فانه قد جرى على يديه فيضان علومه و امطرت اللألى نيسان فتوئه على هئمة المدرسين فانها ملجاء الطالبين اى الناظمية والواعظين ابقاهم الله تعالىٰ الى يوم الدين. (یکم مئی ۱۹۷۳ء)

و بعد كتبت معاً هذه المقالة لمولوى صابر حسين سلمه جولوى

بسم الله الرحمن الرحيم

فلله الحمد رب السموات رب الارض رب العالمين وله الكبريآء فى السموات والارض وهو السميع العليم والصلوة والسلام على من ارسله رحمة للعالمين وآله المنتخبين المتجبين الطيبين الطاهرين المعصومين اما بعد فقد جعلت عنوان مقالتى المذهب خدمات ملة الجعفرية للعلوم والادب فتفكرت فى ذيله برهة و تفحصيت لنسيله عرصة غوصت للاكتساب ولا حظت للاكتشاف فاذا انا فى ساحة بحرٍ حيران اتشبت فى لجته على حرمان دار ت مقلتى على امتقالى بعد ما تركنى ركنى على حالى اذ علمائنا الاعلام كانوا اعلام الاسلام كلوا عال فى ولآء آل نصب على قلل العقائد فبينما انا ذالک المنوال مطرق الراس فى حال الياس اذركضنى همتى فشمرت ذيلى و رجعت اليهم البصر حتى عانق موخررا سى لفقرات الظهر كانى ارى اقطاب الاناق على اطباق السموات اذ طلع علىّ وجه متلالاء بلانوار بين الاقمار فسرت حمرة المسرت فى وهجى و ظهرت نزهة البشاشة على وجهى فاجانى نفسى من هو ذالمحامد كالجين

Scanned by CamScanner

فاجابه نفسی انه علّا مة المشرقين المولوى السيد حامد حسين اعلى الله المقامه فی الدارين قد اندف الدهر بخد ماته وانفد البحر لمكا تباته توارد طرف الاسانيد بقدح الازانيد الف الذخائر و ادلف فی جم العبائر فلما استوقد النار لا حراق الاغيار ركدت الذعازع حتى كف المنازع اذ لم يقدر احد على جوابه فخروا على جنابه غما صادف به ارباب النقد الا بسكتهم وما نازع عند اصحاب الحقد لا بكتهم كان اعلم عصره واعظم دهره و مقام ادبه كان ارفع من السماء كما يظهر من بعض مكاتبة الرشيقة و اعظم تصانيفه كتاب عبقات الانوار فی امامة ائمه الاطهار و منها كتاب استقصاء الافحام فی بعض منتهى الكلام . (یکم مئی ۱۹۷۳ء)

کتبت معاً هذه المقالة لمولوى نعيم عباس سلمه نوگانوی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و آله الطيبين الطاهرين اما بعد قد امرت على تحرير المقالة فتحيرت على ما قال اذ لا املک الا الجهاله فبينما انا فی فكرو روية التست قارة باخلائی ور جوت اخرى من اجلّائی فما اجا بنی احد الا وقد ايسنی الى ان ساقنی صبابى الى كتابى الذى فی نصابی فسئلت منه الاعانة على عنوان الخيانة فانكربی و قال ليس لمثلک هذا ولالی. فتغر غرت مقلتی على قلة حيلتی فلما رانی بحالی و ضيق مجالی قال عجالا اكتب ارتجالا على خدمات علماء الهند فاملانی.

ان من اعظم خدمات علماء الهند التهنيد على جواب التعريب فهندوا

Scanned by CamScanner

لغاتنا حيث بدّلوا غاياتنا فان عرض عليهم مثلا سند مسنّد فجعلواه سنڈ مسنڈ و اذ يتلى عليهم نعوذ بالله فقالوا نوج بلا فان قلت منهم لم يزل يقولون لم يٹل و مثل ذالک كثير من اللغات مما ثل الاصوات مستبدل الغايات قلنا كذا فجعلوا كذا وما قنعوا على ذالک بل اخترعوا اختراعاً عجيبا تضحک عليه الثكلى اذ نقول الا الذى فقالوا على منواله نه اِلّا الذى نه اُلآ الذِى و اذا سمعوا من بعض الاصطلاحات علم اليقين اخترعوا فى جوابه ڈهل مل يقين وانفس تهنيد هم لكل ذى لحية طويلة ريشائيل فهذا كله مما اخترعوا و دونه ما فهموا عند الكلام من تعريب المهند و تهنيد المعرب فمنها خطبت الخطيب يخطب بين الناس فقال فى هزالة فوقه ركابى مدال لا اُبالى نِكالُ فقام قائم من علمائنا فقال کیا اس بھرے مجمع میں۔

رکابی میں دال لاابالی نکال (۲رمئی ۱۹۷۳ء)

عربی نظم

آپکو عربی نثر کی طرح نظم پر بھی کامل قدرت حاصل تھی فی البدیہ عربی اشعار کہا کرتے تھے آپکے اشعار میں زبان و بیان کا حسن نمایاں ہے۔الفاظ کے انتخاب اور انکے برمحل استعمال میں ماہرانہ فن کا نظارہ دیکھنے کوملتا ہے اور اشعار میں قدیم عربی کی جھلک نظر آتی ہے۔آپ نے مولانا بختاور علی صاحب سلطانپوری،سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب،مولانا سید ظفر الحسن صاحب بناری،مولانا طاہر آغا صاحب کی وفات پر برجستہ حزینہ اشعار کہکر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

Scanned by CamScanner

۱۹۵۷ء میں جب مفتی طاہر آغا ابن مفتی محمد علی صاحب کی خبر رحلت بھاؤنگر میں سنی تو بے اختیار یہ اشعار کہے:

اغلقت ابواب حیاتک لم تر

مابالنا ناتیک قلبا کائبا

بصق جشوب النائلات ولاتمل

انظر الینا جئنا فیک قائبا

الیوم تسکت لا تجیب فمالک

مع ان شاکرک یصحیک سائبا

☆☆☆☆☆

ظفر الملت مولانا ظفر الحسن صاحب کی وفات سے متاثر ہو کر فرمایا

من ذاالذی علٰی قبرک قعید

من ذا الذی علیٰ فقدک فقید

الآن یبکی علیک بعد وفاتک

الآن یذکرک و انت رقید

الآن یعترف الزمان مقامک

الآن یشهد فیک انت فرید

عن زاویة الدنیا ظفرت ظفرة

فالآن عند مشکل العروس نشید

قل لا زمین علی البکاء فاصبروا

ظفر الحسن معنا فی الجنان عمید

Scanned by CamScanner

بکائیة لاستاذی العلام السید سید العلماء

السید علی نقی طاب ثراہ

قفوا نفد قطرات الدموع من الدم ۔۔۔ علی بقعة حفت علیه سیل الهمم

قفوا نهد بطاعة قلبنا من درر ۔۔۔ لمرقد طفلت فیه کماة القلم

قفوا نرث علی تربة طابت ترابها ۔۔۔ نزول جثمانه فیه اطیب الشیم

فلو لم تکن حیا معلک و فی الغری ۔۔۔ لقلت من مثلک فی العرب والعجم

فمابال نطق فیما اذا کان صمتک ۔۔۔ رثمت خیاشیم الجبال بالرغم

فهل بعدک صبور یصبر علی الجفا ۔۔۔ ویدر بالحسنة سیئة الشتم

امتجع لواد الرقائق بعدک ۔۔۔ فینحل عقد المسائل بالحکم

اعلم انعواصف ما فعلن ینابه ۔۔۔ ذهبن بنور العلم فصرنا فی الظلم

فبایّ مدیح نمدح لعلی النقی ۔۔۔ سید علمائنا الاعلام فی الامم

فتعسا لا نقلاب الزمان یمدح ۔۔۔ مثلی لا علم العلماء افقد الامم

ترکا لعینای علی حالهما البکاء ۔۔۔ علی استاذی للعلام بدم الفهم

الطور العظیم الباذخ متفردا ۔۔۔ فی مساحة العلوم معترف الخصم

سیعرف الزماں للعلم این مرکزة ۔۔۔ سیعلم بعدک من هوا ابتر الحکم

فیاصبرا علی نقم اذ لا ینبغی ۔۔۔ سوی الحمل لعبد شاکر فی الالم

یکم جون ۱۹۸۸ء

Scanned by CamScanner

حجۃ الاسلام مولانا بختاور علی صاحب سلطانپوری طاب ثراہ کے انتقال سے متاثر ہوکر فرمایا۔

لیلا ھمومی ساقنی حیرانا　　سیل الدموع لا قنی احزانا

مالی اری طلا بنا مغمومۃ　　فی حاقھم علّامنا صرعان

من مات یبکی قلبنا مدمومۃ　　من غاب عنّا اغرق الانسان

وا حجۃ الاسلام بختاور علی　　صرنا لغیب فضلہ حرمانا

بحر العلوم اروء عطش الوری　　مثل السحاب الماطر فیضانا

ما ادرک لا قران قدر فضلہ　　والحق جلّ فضلہ عرفانا

مال عن الدنیا و صار زاھدا　　عاش معیش بوذر سلمانا

فی غربۃ مات شھیداً مثلھم　　اسری لیفدی نفسہ قربانا

واللہ ارکان التقی قد ھدمت　　والعصر انّ العصر فی خسرانا

قل یا بنی بختاور لا تحزنوا　　روح ابیکم مجدّ رضوانا

۱۳۹۴ھ/ ۲۶ رنومبر ۱۹۷۴ء

Scanned by CamScanner

سہرا پروفیسر مولانا علی محمد صاحب نقوی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی ۲/ اکتوبر ۱۹۷۹ء

عند تزویج الفاضل الممجد المولوی السید علی محمد سلمہ الله الصمد نمل

العلامة السند استازی العلام مولانا السید علی نقی نقوی دام ظله العالی

سهر الشباب حتی ظهر الجمال صهرا

بیدالفتوة عرسا بلغ الکمال صهرا

شرخت خداثة لغنا طرب الممهک بسما

طفر الهلال بدرا طرف الوصال صهرا

جذل الربیع طیبا ازهارها رعلت

فختت اشعة بدر قدم الهلال صهرا

لبست خذاقة علما شملت ذکاء فضلا

غزل الشباب غزلا ضبر الغزال صهرا

نسمت اریحة عقد نشرت بشارة عقد

نشط علی محمد نشط الجبال صهرا

لخطابة النقی ولهمّه الرّضا

قد رفا الزمان بد الاتصال صهرا

فاذا نظمت سمطا فبعقدک علمت

ان المحال سحرا لیس المحال صهرا

عربی میں سہرے کی ردیف کا تصور ہی ناممکن تھا لیکن یہ آپ کی جودت طبع تھی کہ آپ نے مفہوم کی قربت سے صھر کو مفعول وحال وتمیز استعمال کیا جو شاید آپ سے پہلے کسی نے ہمت نہ کی ہو۔ آپ کا خیال تھا کہ سہرا اصل میں صھر اہی رہا ہوگا جو اردو کے تصرف سے ایک مخصوص معنی میں استعمال ہونے لگا۔

Scanned by CamScanner

فارسی ادب

فارسی میں بھی آپ کا کلام معیاری ہے جسمیں سلاست و روانی اور اعلیٰ مفاہیم پائے جاتے ہیں۔نمونے کے طور پر کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔

آن سرّ سرمدانــه و دردم نهان هنوز

صـد آفرین دلا که توئی راز دان هنوز

بـاقیسـت رونـق چمن و آشیان زمـا

واحسرتـایقیـن نـکند بـاغبان هنوز

سـوز شهیـد بـرسـر نیزه قـرآن بلـب

شاید که بس تمام نه شد داستان هنوز

طـوطـی زقیـد جـان رها شد خبر نداد

سـرتـا بـه انتـظـار گل و گلستان هنوز

آن کشتـهٔ ستـم بـگو یا رب کدام بود

خـون می چکید از طبقِ آسمان هنوز

گـمـنـام آن چـنان که نداند مرا کسی

تـا آورم چسـان که بنا ز و جهان هنوز

عاشق تو جان برفت جهان زلزله نگرد

زیـن اسـم عاشقانه منم بد گمان هنوز

Scanned by CamScanner

دل بدست تو جان خواه بکن — احتساب از دوستان خواهی بکن
همدم دیرینه را بگذاشته — دوستی از دیگران خواهی بکن

جانِ بهار گلستاں آں ها گلِ نورسِ حسن — آں ها که جمال لاله ها، آں که بهائے یاسمن
راحت جان مادرش روح رواں مادرش — یافته ایم "ما" درش بوئے هزار نسترن
بلبل شاخ عسکری سنبل گلشن علی — گلبن نخل اختری غنچه نو شگفته تن
نکهت گل جهاں پر تو نور قدسیاں — چشم چراغ خانداں جان پدر دل هدن
نورثه گلستاں بگو تابش کهکشاں بگو — طرئه آسماں بگو طالع بخت انجمن
خیره کن نگاه شوق نور جبین هستیش — طور طبعیتش مگر بوے نباخهٔ ختن
اے زهے منظرِ حسین خاتم شوق را نگیں — اے دل شادماں ببیں غنچه بکف علی حسن
گاه بطور نسترن گاه برنگ یاسمن — مژده بتو که اے هدن بو اے گلت چمن چمن
اے گل گلستاں دوست عمر تو عمر نوح باد — سایه مادر و پدر بر تو همیشه ضو فگن
من که رهین رنج و غم تاز ازل بخوش نیم — نغمه سرائے تو شدم اے زهے خوش نصیب من

خاکسته شد نشیمن ما مدّتے گذشت — در سینه است دود غم آشیاں هنوز
آں کشته ستم بگو یارب کدام بود — خوں می جکید از افق آسماں هنوز
عالم مگرز حال اسیراں خبر نه یافت — گل بار است خیام قفس گلستاں هنوز
باقیست رونق چمن و آشیاں زما — و احسرتا یقیں نه کند باغباں هنوز
گلزار کرده ام ره هر خار هم بسے — صد حیف منزلم نه شناسد جهاں هنوز
شاکر خموش باش مکن شکوه جهاں — شاید نه دیدئه تو مآل خزاں هنوز

۲۰۰۰ء

Scanned by CamScanner

چه روزے که دیدم شکسته نشانے ‏ ‏ ‏ میانِ چمن سوخته آشیانے
چمن؟ نه! خرابه صفت خارزارے ‏ ‏ ‏ خرابه؟ نه ! ویران دشت خزانے
درونش نه خارے نه سرد خرامے ‏ ‏ ‏ نه کبکے نه بومے نه شیریں دهانے
در آغوش ظلمات نو خوابگاهے ‏ ‏ ‏ مهیب و درون تیره طرفه مکانے
کتابے سطورش همه خونچکانے ‏ ‏ ‏ زمینے همه ذره راز نهانے
به هر گام یك تیره زندان هستی ‏ ‏ ‏ اجل دید بانش قضا حکمرانے
کفن پوش درمانده خاموش ساکت ‏ ‏ ‏ خرابات منزل کنان کاروانے
میانش یکے خواب عزلت گرفته ‏ ‏ ‏ خزان خورده و غارتیده جوانے
نه لوح مزارش نه نام و نشانے ‏ ‏ ‏ برون توده خاکے درون استخوانے
دریده کفن مو پریشان فتاده ‏ ‏ ‏ گزیده فسرده گرفته زبانے
دلم گفت کو، این ستم خوردئه غم ‏ ‏ ‏ ندا زد که یك درس عبرت نشانے
یکے جوهر معدن علم و حکمت ‏ ‏ ‏ یکے گوهر نازش دود مانے
یکے بلبل گلستان معانی ‏ ‏ ‏ یکے فرد بالا نشیں خاندانے
نواسنج گلشن بمحفل گل افشاں ‏ ‏ ‏ به ممبر سر طور موسیٰ زبانے
سحاب گراں ابر گوهر فشانے ‏ ‏ ‏ چون نادیده ساحل یم بے کرانے
عجب دلنشیں نام او طاهر آغا ‏ ‏ ‏ عجب دلبرا صورتش درمیانے
به بیس و بیا موز ایں انقلابے ‏ ‏ ‏ نهاں گشته زیر زمیں آسمانے
جوان مرد نوشاهِ تخت عروسی ‏ ‏ ‏ زگم کرده بارات بے کاروانے
تهی بخت و ناشاد خالی کنارے ‏ ‏ ‏ گرفتار گنج قفس باغبانے
کجا زینت انجمن طاهر آغا ‏ ‏ ‏ کجا بار خاکی و خواب گیرانے
بیاد آمدم آں غم روز شاکر ‏ ‏ ‏ نهاں گشته زیر زمین آسمانے

Scanned by CamScanner

روش خار زار می جویم — بے قرارم قرار می جوئم
زندہ باد انقلاب زندہ باد — من و فصل بہار می جویم
بوذری ام و میثمی هستم — بادہ خواهم و دارمی جویم
سینہ دارم خزینہ اسرار — همچنیں راز دار می جویم
رگ جانم شکست مضرابم — سازگم کردہ تار میں جویم
مدتے شد کہ کارواں بگذشت — طرفہ شخصم غبار میں جویم
ایں جنیں مردماں و ایں دنیا؟ — حیف شاکرؔ قرار میں جویم

شئون روحانیت کی حفاظت

آپ علماء اور طلباء کی روحانی قدروں کی حفاظت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے وہ طلباء کو طلبگی کے لباس میں دیکھنا چاہتے تھے جامعہ ناظمیہ کا قانون ہے کہ طلباء درجہ میں اور مدرسہ سے باہر کرتا پاجامہ، ٹوپی شیروانی پہن کر جائیں۔ یہ قانون اساتذہ اور تلامذہ دونوں کے لئے لازمی ہے۔ آپ اس قانون پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اگر کسی طالب علم کو بغیر شیروانی وٹوپی کے مدرسہ سے باہر دیکھ لیتے تھے تو سخت ناراض ہوتے تھے۔ اگر چہ آپ کی یہ سختی طلباء کو گراں گذرتی تھی۔ مگر آپ فرماتے تھے کہ تمہیں اسکی اہمیت نہیں معلوم جب تم باقاعدہ میدان عمل میں آؤ گے تب تم کو احساس ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپکے بہت سے افاضل شاگرد جب حوزۂ علمیہ قم ایران سے فارغ ہوکر ہندوستان آئے تو انھوں نے استاد علام کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراف کیا آپ جو فرماتے تھے وہ بجا تھا۔ آپ کا کہنا تھا کہ طالب علم کی جب تک شکل و صورت روحانی نہیں ہوگی اس وقت تک اسکا باطن روحانی نہیں ہوسکتا جو شخص ظاہر کو نہیں سدھار سکتا وہ باطن کبھی نہیں سدھار سکتا۔ جبکہ بہ نسبت باطن کے ظاہر کو سدھارنا آسان ہے

Scanned by CamScanner

اگر آپ نجفی یا قمی عالم کو بغیر عمامہ، عبا وقبا کے دیکھ لیتے تھے تو خفا ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لباس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو عالم اس مقدس لباس کو زیب تن کرتے ہوئے شرم محسوس کرے گا وہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کیا کرے گا؟ آپ خود اس لباس کا بیحد احترام کرتے تھے اگر آپ کے شاگرد عمامہ، عبا وقبا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو آپ انکی عزت وتوقیر میں کوئی فرو گذاشت اٹھا نہیں رکھتے تھے بلکہ انھیں مقدم کرتے اور خود پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ جب آپ سے کہا جاتا کہ آپ آگے تشریف لے چلیں تو فرماتے تھے یہ لباس رسول اکرمؐ ہے اسکا احترام لازم ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ اس لباس میں کون ملبس ہے بلکہ انکی نگاہ لباس رسولؐ پر متمرکز رہتی تھی۔ وہ اسکی بھی تاکید فرماتے تھے کہ لباس پہننے والا پہلے اپنے کو اس مقدس لباس کا اہل بنائے پھر اسے زیب تن کرے ہر کس و ناکس یہ لباس نہیں پہن سکتا۔ آپ کا یہ عمل بھی عصر حاضر کے ان افراد کے لئے نمونہ عمل تھا جو مسلسل علماء اور عمامے کی توہین پر لگے ہوئے ہیں، انھیں سوچنا چاہیے کہ جب اتنا بڑا عالم اس مقدس لباس کا اتنا احترام کر رہا ہے تو عوام کو تو اس سے زیادہ احترام کرنا چاہیے۔ آپ اپنے شاگردوں کو نصیحت فرماتے تھے جو کام بھی کرو دنیا والوں کیلئے نہیں بلکہ ذات پروردگار کے لئے کرو تم بس اسکے ہو جاؤ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری کائنات تمہاری ہو جائے گی۔ اور جو خدا کا نہیں ہوا پھر اسکا کوئی نہیں ہوگا۔ اگر طلباء آپ کے اس ارشاد پر عمل پیراں رہیں تو زندگی کی تمام پریشانیاں دور ہو جائیں گیں۔

اہل قلم کی تربیت

آپ اپنے شاگردوں کو لکھنے کی بہت زیادہ رغبت دلاتے تھے۔ درس کے بارے میں فرماتے تھے کہ اسے لکھ لیا کرو کیونکہ جو مطالب قلمبند ہو جاتے ہیں وہ تمہارے ہیں جب چاہو

Scanned by CamScanner

ایک نظر دیکھکر تر و تازہ کر سکتے ہو۔ اسکے علاوہ مضمون نگاری کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دلاتے تھے آپ کا کہنا تھا کہ ائمہ علیھم السلام کی ولادت وشہادت پر تم لوگ انکی حیات طیبہ پر مضمون لکھو یہ تمہارا نذرانہ عقیدت ہے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے ایک مضمون نگاری آجائے گی دوسرے ائمہ کی حیات طیبہ سے آشنائی بھی ہو جائے گی طلباء جو مضمون لکھکر لاتے تھے اسے بہت توجہ سے پڑھتے تھے اور ضروری اصلاح فرماتے تھے ایک مرتبہ میں ایک مضمون لکھکر خدمت میں حاضر ہوا مضمون دیکھکر بہت خوش ہوئے اپنے تمام کام چھوڑ دیئے اور بہت توجہ سے مضمون پڑھا اور اصلاح فرمائی۔ انکے اس انداز سے طلاب میں لکھنے کا جذبہ پیدا ہوا یہی وجہ ھیکہ آپ کے شاگردوں میں پختہ قلم کار اور صاحب تصنیف وتالیف پیدا ہوئے جنکے رشحات قلمی ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور لوگ اس علمی سرمائے سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

خطباء کو نصیحت

آپ کے شاگردوں میں جو طلاب خطابت کا شوق رکھتے تھے انکو نصیحت فرماتے تھے جو پڑھو پہلے اسے معتبر کتاب میں دیکھ لو۔ رٹی رٹائی مجالس کے خلاف تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ پہلے مطالب کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو پھر اسکے بعد مجلس میں پڑھو اسلئے کہ جب تمہیں وہ مطالب یاد ہوں گے تو جس طرح تم چاہو گے اس طرح ادا کر لو گے۔ آپ کیسٹیں سنکر مجلس پڑھنے کے سخت مخالف تھے فرماتے تھے کہ جس نے کیسٹیں سنکر مجلسیں پڑھنا چاہیں وہ کبھی خطیب نہیں بن سکتا۔ خطابت اتنی آسان نہیں ہے جتنا آج کے ذاکرین سمجھتے ہیں خطیب بننے کے لئے خطیب اعظم مولانا سبط حسن صاحب طاب ثراہ جیسا تبحر علمی چاہیے۔

آپ اپنے شاگردوں کی خواہشات کا بھرپور احترام کرتے تھے انھیں مجلسیں لکھ کر دینا علمی نکات بتانا مطالب کی ادائیگی سکھنا۔ انھیں عشرۂ محرم کیلئے علمی مواد دینا یہ تمام کام طلاب

Scanned by CamScanner

کے لئے انجام دیتے تھے اسکے علاوہ طلاب کی مجالس میں انتہائی جوش وولولہ کے ساتھ شرکت فرماتے تھے اور مجلس کے بعد اگر اصلاح کی ضرورت محسوس کی تو اسے اسکی طرف متوجہ فرمادیا کرتے تھے۔ اس طرح آپ من حیث الجھات طلاب کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

عرفانی عظمت

استاذی العلام عرفان کی اس منزل پر فائز تھے۔ جہاں انسان کشف وشہود کے مرحلہ میں پہونچکر اس منزل تک پہنچ جاتا ہے جہاں وہ جلال و جمال الٰہی کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اوراس کی ذات سے محیر العقول امور کا انکشاف ہونے لگتا ہے۔ استاد محترم کی ذات گرامی سے کبھی کبھی ایسے خارق العادۃ امور کا ظہور ہوتا تھا جیسے دیکھکر یقین کامل ہوتا کہ آپ عرفان کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ میں نے آپ کی خدمت میں دس سال گذارے میں نے اکثر دیکھا کہ وہ مستقبل کی باتیں اسطرح بیان فرمادیتے تھے جیسے وہ ان کا مشاہدہ کررہے ہوں۔ جس بات کے بارے میں فرمادیتے تھے وہ بات چندروز کے بعد بعینہ ظاہر ہوتی تھی آپ اکثر دریائے تفکر میں غرق رہتے اور خلق خدا میں تفحص کرتے رہتے تھے بسا اوقات آپ پر مراقبہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور آپ کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کہاں ہیں دوران درس فرماتے تھے" عالم دین بغیر عرفان کے ناقص ہے" وہ طلاب کو بھی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے تھے" اپنے اندر روحانیت پیدا کرو اسلئے کہ علم نور ہے اسکے لئے روحانیت شرط ہے۔ صرف کتابیں پڑھ لینا کافی نہیں ہے جب تک ریاضت نہ ہو" آپ فرمایا کرتے تھے اپنے شب وروز میں سے کچھ وقت صرف اللہ کیلئے وقف کر دواس وقت دنیا ومافیھا سے بالکل غافل ہو جاؤ بس اپنی ذات کو ذات پروردگار کے حضور میں محسوس کروان روحانی لمحات میں تمہیں ایسا سرور محسوس ہوگا جو دنیا کی کسی چیز میں محسوس نہیں ہو

Scanned by CamScanner

سکتا۔اگرانسان اسی طرز پر استمرار رکھے تو وہ اپنی ذات میں جلوۂ الٰہی دیکھ سکتا ہے۔ میں بہت نزدیک سے آپکی عبادت و ریاضت کا گواہ ہوں میں نے دیکھا کہ صبح اول وقت نماز مصلیٰ عبادت پر آجاتے تھےاور طلوع آفتاب کے بعد مصلےٰ سے اٹھتے تھےاس دوران وہ ایک طولانی سجدہ انجام دیتے تھے جوتقریباً آدھے گھنٹے پر محیط ہوتا تھا۔وہ لمحات ایسے ہوتے تھے کہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا تھااور آپ پر عجیب کیفیت طاری رہتی تھی۔ روحانیت کا یہ عالم تھا کہ خواتین اپنے بیمار بچوں کولیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں لوگ آپ کے کرتے کے ٹکڑے لے جاتے تھےاور مریض کی گردن میں ڈال دیتے تھے جس سے مریض شفایاب ہو جاتا تھا خواتین آپ کا دست مبارک بیمار کے سر پر رکھنے کی خواہش ظاہر کرتی تھیں جسکے سبب بیمار کوشفامل جاتی تھی جب آپ کسی گاؤں یا قصبہ میں جاتے تھےتو لوگ اناج لیکرآتے تھے کہ آپ اسے اپنے دست مبارک سے مس کردیجئے اوران دانوں کووہ اپنے کھیت میں بطور تبرک چھڑک دیتے تھے۔عقیدتمندوں کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ کے ہاتھ سے مس کرکے پیسے اپنے پرس اور خزانے میں رکھتے تھے تاکہ پیسے میں برکت ہواس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جنہیں تحریر کرنے کیلیئے سینکڑوں اوراق درکار ہیں۔

مستجاب الدعوات

آپ کے تقدس وروحانیت کا یہ عالم تھا کہ جوبھی دعا بارگاہ پروردگار میں کرتے تھے وہ قبول ہوجاتی تھی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی جناب حسین محمد صاحب کے فرزند محمد میاں کی شادی تھی کہ اچانک انکی دادی کی طبیعت خراب ہوگئی شادی کی خوشیوں پر غم کے بادل چھانے لگے خاندان کےتمام افراد پریشان کہ شادی کس طرح ہوگی بارات جانے کا وقت آگیا چنانچہ آپ کی طرف رجوع کیا گیااور آپ سے درخواست کی گئی کہ ان کی صحت کے

لئے دعا فرمادیں آپ ان معظمہ کے نزدیک گئے اور انکے حق میں دعا کی۔ دعا اسطرح مستجاب ہوئی کہ فوراً انھیں اور دولہا کو قرآن کے نیچے سے نکالا اور کافی دنوں تک صحتیاب رہیں اس واقعہ کا بہت چرچا ہوا۔

ایک مرتبہ آپ کے بہنوئی حکیم سید محمد طہ سخت مریض ہو گئے کوئی دوا اثر نہیں کر رہی تھی آپ اتفاقاً لکھنؤ سے امروہہ آئے ہوئے تھے عیادت کیلئے انکے مکان پر گئے حکیم صاحب کے فرزند حکیم سید محمد مہدی صاحب نے فرمایا کہ آپ بابا کی صحت کیلئے دعا فرمادیں آپ نے حکیم صاحب کا بازو پکڑا اور دعا پڑھی ابھی دعا تمام نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

اسی طرح آپ کی خالہ جو محلہ جعفری میں رہتی تھیں سخت بیمار ہوئیں اہل خانہ بہت پریشان تھے یہاں تک کہ انکی صحت سے ناامید ہو چکے تھے مولانا امروہہ آئے ہوئے تھے آپ انکی عیادت کیلئے محلہ جعفری گئے گھر کے افراد نے کہا مولانا انکے لئے دعائے صحت فرمادیں آپ نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی دعاؤں کی کتاب نکالی اور دعا پڑھی۔ دعا پڑھکر آپ کمرہ سے باہر آئے تھوڑی دیر کے بعد ایک خاتون انکی حالت دیکھنے کیلئے کمرہ میں گئیں کیا دیکھا کہ وہ معظمہ جو ابھی غفلت کی حالت میں تھیں جنکے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی وہ بیٹھی ہوئیں بالوں میں کنگھی کر رہی ہیں۔ یہ ماجرا دیکھکر اہل خانہ حیران رہ گئے اور ہر طرف یہ واقعہ مشہور ہو گیا۔ یہ تھی آپ کی روحانیت کہ خداوند عالم نے آپ کی زبان میں اثر پیدا کر دیا تھا اور فوراً دعا مستجاب ہو جاتی تھی یہ حقیقت ہیکہ جو انسان اپنی ذات کو گناہوں سے دور رکھتا ہے وہ اللہ کا قریب ترین بندہ بن جاتا ہے۔

پُر کشش ذات

آپ کی ذات گرامی میں بلا کی کشش اور جاذبیت پائی جاتی تھی جو بھی ایک بار ملاقات

Scanned by CamScanner

کر لیتا تھا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا اور بار بار ملاقات کی خواہش ظاہر کرتا تھا اور وہ آپ کی سادگی، تواضع وفروتنی، عاجزی وانکساری دیکھکر مرید بن جاتا تھا۔ ذات میں ایسی مقناطیسیت پائی جاتی تھی کہ بڑے بوڑھے، جوان، ہر سن وسال کے افراد کھچے چلے آتے تھے اور آپ کی بارگاہ میں حاضری کو شرف سمجھتے تھے۔

آپ جس بستی یا قریہ میں مجالس یا ماہ مبارک رمضان میں نماز پڑھانے تشریف لے جاتے تھے وہاں کے لوگ آپ سے اتنا متاثر ہوتے تھے کہ وہ آپ کو چھوڑتے ہی نہیں تھے وہ چاہتے تھے کہ آپ یہاں اور قیام کریں۔ یہی وجہ ھیکہ جہاں بھی عشرۂ محرم میں گئے تو ایک ہی جگہ کئی کئی سال تک تشریف لے گئے مثلاً کانپور، سیتھل، جولی، اورنگ آباد ضلع بلند شہر میں ایک طویل عرصہ ماہ محرم میں مجالس کو خطاب کیا جبکہ آپ کے پاس نہ خطیبانہ انداز تھا نہ ان جیسے نکتے نہ شوروغل اور نہ لفاظی۔ بیان انتہائی سادہ اور عالمانہ ہوتا تھا مگر خلوص وعقیدہ میں ڈوبا ہوتا تھا مصائب میں آپ پر خود رقت طاری ہو جاتی تھی آپ دوسروں کے گریہ کی فکر نہیں کرتے تھے آپ کا کہنا تھا کہ جسے حضرت خامس آل عبا حضرت امام حسینؑ کی معرفت ہے اسکے سامنے نام امام حسینؑ لینا ہی کافی ہے ضروری نہیں کہ تفصیل سے مصائب بیان کیے جائیں آپ مختصر اور معتبر مصائب پڑھتے تھے جسے سنکر مجمع پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔

تواضع وانکساری

تواضع، انکساری، فروتنی، عاجزی کے یکجا ہونے سے جو ذات ابھر کر سامنے آتی ہے وہ ذات استاد علام مولانا سید محمد شاکر طاب ثراہ کی ہے۔ سادگی آپکی علامت بن گئی تھی نام ونمود سے دوری نہ شہرت کی فکر نہ ناموری کی تمنا نہ منصب کا لالچ، عہدہ کی چاہ، فکر تھی تو بس فرائض کی ادائیگی کی۔ بزم میں کبھی نمایاں جگہ نہیں بیٹھے جہاں جگہ مل گئی وہیں جلوہ افروز ہو گئے اگر کبھی

Scanned by CamScanner

مجبوراً نمایاں جگہ بیٹھنا پڑ گیا تو ایک طرح کی گھٹن محسوس کرتے تھے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ جلد از جلد اس جگہ سے ہٹ جاؤں۔

جو بھی آپ کی خدمت میں آتا تھا اس کے لئے سر پا تعظیم کھڑے ہو جاتے تھے اس میں اہل علم ہی کی قید نہیں بلکہ ایک عام آدمی کو بھی اہل علم کی طرح عزت دیتے تھے خودداری کا یہ عالم تھا جو خداوند عالم نے دیا اس پر قناعت کی نہ کسی کی دولت سے متاثر ہوئے نہ کسی کے پیسے سے مرعوب ہوئے۔ انکے یہاں مال و دولت معیار عزت نہیں تھی بلکہ انسانیت معیار تھی آپ کی ذات میں عجیب نظارہ دیکھنے کو ملتا تھا کہ لوگ اہل ثروت کے پیچھے دوڑتے تھے اور اہل ثروت آپ کے پیچھے دوڑتے نظر آتے تھے میں نے دیکھا کہ جب کوئی ثروت مند لکھنؤ میں آتا تھا تو ملاقاتیوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی مگر پورا لکھنؤ گواہ ہے کہ کبھی آپ نے ایسے لوگوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اگر کسی نے کسی کی مدد کیلئے کوئی رقم دینی چاہی تو کبھی اپنے ہاتھ میں نہیں لی بلکہ بلا واسطہ ضرورت مند تک وہ رقم پہنچوا دی۔ رفتار و گفتار میں کسی پر تقدم نہیں کرتے تھے ہمیشہ مقابل کو ترجیح دی۔ آپ اپنے شاگردوں کے سامنے بھی فروتنی کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ اکثر ایسا دیکھنے میں آیا کہ آپ نماز پڑھنے مسجد تشریف لے گئے وہاں آپ کے شاگرد امامت فرما رہے ہیں تو بلا تامل جماعت میں شریک ہو کر شاگرد کی اقتدا کر لیتے۔ نماز کے بعد جب شاگرد کہتا تھا کہ مجھ سے جسارت ہوئی تو آپ بیساختہ فرماتے تھے اگر ہم ہی تمہاری عزت نہیں کریں گے؟ تو مومنین عزت کیسے کریں گے۔ اسی طرح اگر آپ کا شاگرد مجلس پڑھ رہا ہے تو آپ اتنے ہی ذوق وشوق سے مجلس میں شریک ہوتے تھے جیسے کسی بزرگ ذاکری کی مجلس ہو۔ اور مجلس کے بعد ہمت افزائی کرتے تھے۔ اس طرح کی حوصلہ افزائی کو وقتی کہا جا سکتا ہے لیکن ایسا نہیں تھا بلکہ اگر کسی شاگرد نے آپ سے اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی تو آپ اسی اہتمام سے تقریظ لکھتے تھے جس طرح کسی بڑے مصنف کی کتاب پر لکھی جاتی ہے اور

Scanned by CamScanner

تقریظ میں کہیں کوئی ایسا لفظ صرف نہیں کرتے تھے جس سے یہ محسوس ہو کہ یہ ایک استاد نے شاگرد کی کتاب پر کلمات ہیں۔ جب میں نے اپنی کتاب ''تذکرۂ علماء امروہہ'' پر تقریظ لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو تمام کام چھوڑ کر لکھنے میں مصروف ہو گئے اور ایسی تقریظ لکھی جیسے کسی بہت بڑے مصنف کی کتاب پر لکھی ہو۔ جب میں ان تمام واقعات پر غور کرتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ اس تعلّی پسند دور میں کیا کوئی ایسی متواضع ذات بھی پائی جاتی تھی۔ شاید شاعر نے آپ ہی کیلئے فرمایا ہے ۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

غرباء پروری

آپ سے کسی کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی تھی اگر کسی کا دکھ سن لیتے تھے تو بےچین ہو جاتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح اسکی ضرورت پوری ہو جائے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے اپنی ضرورت رکھی اتفاق کی بات اس وقت آپ کے پاس بھی پیسے نہیں تھے پریشان ہو گئے اور اس جستجو میں لگ گئے کہ کس طرح اسکی ضرورت کو پورا کیا جائے چنانچہ آپ اپنے بھانجے حکیم سید محمد مہدی صاحب کے پاس گئے چہرے پر اضطراب کے آثار نمودار تھے حکیم صاحب نے پوچھا ماموں جان خیریت یہ اضطراب کیسا آپ نے فرمایا آپ کے پاس رقوم شرعیہ میں سے کچھ ہے اگرچہ حکیم صاحب کے پاس اس مد میں سے کچھ نہیں تھا مگر انھوں نے فوراً 500 روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے آپ نے 500 روپیہ لئے مگر آنکھوں میں آنسوں آ گئے حکیم صاحب گھبرا گئے کہا ماموں جان کیا بات ہے آپ گریہ کیوں فرمار ہے ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا حکیم صاحب نے بہت زیادہ اصرار کیا تو بھرائی ہوئی آواز میں کہا

Scanned by CamScanner

حاجت مند کو ایک ہزار روپیہ کی ضرورت تھی یہ سننا تھا حکیم مہدی صاحب نے 500 روپیہ اور دیئے آپ یہ رقم لیکر بہت خوش ہوئے ایسا محسوس ہوا نہ معلوم کونسی نعمت مل گئی اللہ کا شکر ادا کیا اور فوراً اس حاجت مند کے گھر گئے اور اسکی ضرورت کو پورا کیا۔

یہ تھی آپ کی غربا پروری اس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ھیکہ آپ نے اپنے کردار کو سیرت اہلبیت علیہم السلام میں مکمل طور پر ڈھال رکھا تھا۔

لکھنؤ کا واقعہ ہے ایک صاحب روزانہ آپ کے پاس آکر سوال کرتے تھے اور آپ بغیر کسی تامل کے انکی مدد فرماتے رہتے تھے اتفاق کی بات آپ کے بھتیجے آپ کی گھر آئے ہوئے تھے انھوں نے بھی دیکھ رکھا تھا کہ یہ ہر روز آکر سوال کرتے ہیں دیکھنے میں صحت مند ہیں مگر اسکے باوجود بھی دست سوال دراز کرتے ہیں۔ وہ صاحب حسب معمول آئے دروازے پر آپ کے بھتیجے کھڑے تھے انھوں نے بغیر دیکھے کہ مولانا تشریف رکھتے ہیں یا نہیں انھیں منع کر دیا۔ وہ واپس چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آئے آپ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا میں کل آیا تھا آپ سے ملاقات نہ ہوسکی ایک صاحبزادے تھے انھوں نے منع کر دیا تھا یہ سنکر آپ بے چین ہو گئے گھر میں گئے معلوم کیا کہ کس نے انھیں منع کیا تھا معلوم ہوا کہ بھتیجے صاحب نے آپ نے بھتیجے کو بلایا اور سخت سرزنش کی اور تنبیہ کی کہ خبردار کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنا۔ بھتیجے نے کہا وہ تو صحتمند ہیں پھر بھی روزانہ آکر سوال کرتے ہیں یہ سنکر فرمایا میں انکی حالت سے اچھی طرح واقف ہوں وہ بہت ضرورت مند ہیں اسی لئے تو آتے ہیں۔ یہ ہے سیرت امیر المومنین علیہ السلام کا مکمل عکس جہاں ذرہ برابر بھی مخالفت نظر نہیں آتی۔

سال میں کئی کئی مہینے ایسے بھی گذرے ہیں کہ آپ نے اپنی آدھی تنخواہ غرباء میں تقسیم کر دی اور خود اپنے اہل وعیال کے ساتھ تنگ دستی کی زندگی گذاری۔ جسکی بھی مدد کی کبھی اس پر نہ احسان جتایا نہ فوقیت ظاہر کی نہ اسکا ذکر کیا ہمیشہ چھپ کر مدد کی حتی کہ کوشش یہ رہتی تھی کہ اہل

Scanned by CamScanner

خانہ بھی اس سے واقف نہ ہونے پائیں۔ غرباء اور حاجت مندوں کی عزت نفس کا پورا خیال رکھتے تھے انکے احترام اور تعظیم میں ذرا بھی کمی نہیں ہوتی تھی۔ جس طرح دیگر افراد کا احترام اسی طرح انکا احترام کرتے تھے تاکہ اسے اپنی غربت کا احساس نہ ہونے پائے۔ غرباء کی صحبت میں بیٹھنے پر فخر محسوس کرتے اور انکی ضرورت پورا کر کے سکون قلب محسوس کرتے تھے۔

مہمان نوازی

آپ بلا کے مہمان نواز تھے جو بھی آجائے چھوٹا ہو یا بڑا اسکے لئے بچھ جاتے تھے بذات خود اسکی پذیرائی فرماتے کھانے کا وقت ہوتا تو کھانے کا اہتمام ورنہ چائے سے پذیرائی تو لازمی تھی۔ امروہہ سے جو بھی لکھنؤ جاتا تھا اسے کم از کم ایک وقت کے کھانے پر ضرور مدعو فرماتے تھے اگر کوئی بغیر ملے لکھنؤ سے امروہہ واپس آگیا تو اس سے شکایت بھی فرماتے تھے کہ آپ مجھ سے بغیر ملے واپس آگئے۔ تدریس، تصنیف وتالیف کی مصروفیت کے باوجود مہمان کو پورا وقت دینے کی کوشش کرتے تھے۔ امیر غریب ہر ایک سے یکساں سلوک تھا کسی طرح کی تفریق نہیں پائی جاتی تھی سادگی کا یہ عالم تھا جو کچھ بھی گھر میں کھانے کیلئے ہوتا تھا بلا تکلف مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے اور آخر میں معذرت کرتے تھے کہ میں صحیح طریقہ سے آپ کی پذیرائی نہ کر سکا۔

شریعت کا تحفظ

آپ سختی سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر کاربند تھے۔ شریعت کے خلاف کسی کو بھی عمل کرتے ہوئے دیکھتے تھے فوراً ٹوک دیتے تھے۔ پہلے اسے اچھی طرح سمجھاتے مسئلہ کی باریکی کو ذہن نشین کراتے تھے اگر پھر بھی وہ اس پر بضد رہتا تھا تو اس سے قطع تعلق کر لیتے تھے۔ وہ اپنے تعلقات اور رشتہ داریوں کو بھی شریعت پر قربان کر دینے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ جو دوست واحباب، پابند شریعت نہیں ہوتے تھے تو ان سے بہت کم ملتے تھے۔ آپ

Scanned by CamScanner

شریعت کے معاملہ میں اتنے سخت ثابت ہوئے کہ ایک مرتبہ آپ کے رشتہ داروں میں شادی ہوئی جس میں کچھ غیر اسلامی رسمیں انجام دی گئیں۔ اسکی بھنک مولانا کو لگ گئی آپ نے اس شادی کا بائکاٹ کیا اور امروہہ سے لکھنؤ چلے گئے اور طے کرلیا اب میں امروہہ نہیں جاؤں گا چنانچہ آپ ۴۔۵ سال تک امروہہ تشریف نہیں لائے سب نے بہت سمجھایا معافی مانگی مگر آپ نے کہا تم لوگوں میں غیر اسلامی عمل کرنے کی ہمت کیسے ہوئی۔ میں نے بھی خدمت میں عرض کیا اب بہت عرصہ ہوگیا کافی اموات ہوگئیں خوشیاں ہوگئیں اب تو چلئے فرمایا نہیں میں نے سب سے قطع تعلق کرلیا تم جاؤ اور ان لغویات کو ختم کراؤ۔ غرض کہ سب نے توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تب آپ امروہہ تشریف لائے۔

خطابت

آپ باقاعدہ خطیب تو نہیں تھے مگر خطباء گر ضرور تھے۔ بہت سے ذاکرین کو مجلسیں لکھ کر دیں جو دنیا میں نام کمارہے ہیں آپ نے ذاکری کو پیشہ نہیں بنایا بطور ثواب مجلس کو خطاب کیا۔ بیان انتہائی سادہ مگر عالمانہ وفلسفیانہ ہوتا تھا۔ فلسفیانہ کا مطلب یہ نہیں کہ اتنا گاڑھا کہ لوگ سمجھ نہ پاتے ہوں آپ کے کلام کی خوبی یہ تھی کہ دقیق مطالب کو انتہائی آسان زبان میں پیش کرتے تھے جسے سامعین آسانی سے سمجھ سکیں۔ آپ سخت الفاظ اور گاڑھی اردو استعمال کرنے کے بھی مخالف تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ منبر افہام وتفہیم کی جگہ ہے اظہار قابلیت کی جگہ نہیں۔ پبلک کو الجھانا نہیں چاہیے بلکہ بیان رواں ہوتا کہ حاضرین کے شکوک وشبہات دور ہوسکیں۔ آپ فضائل اہلبیت علیھم السلام کے ایسے عالمانہ گوشے نکالتے کہ سامعین عش عش رہ جاتے تھے اور ہر طرف سے داد وتحسین کی صدائیں بلند ہونے لگتی تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے ایک کمیونسٹ صاحب کا انتقال ہوا انکے ایصال ثواب کی مجلس عزاخانہ دربارکلاں میں آپ کو پڑھنا

Scanned by CamScanner

تھی شہر میں اعلان ہوگیا بڑی تعداد میں سامعین مجلس میں حاضر ہو گئے اب جو آپ نے توحید کے موضوع پر مجلس کو خطاب کیا اور واجب الوجود کا اثبات کیا تو بیان تو خالص فلسفی تھا مگر اسے اتنا آسان کر کے پیش کیا کہ ایک معمولی سطح کا انسان بھی سمجھ رہا تھا اور تعریف کر رہا تھا اتنی جوشیلی مجلس میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس مجلس کا بہت چرچا رہا اور بہت پسند کی گئی۔

عزاداریٔ سید الشہداءعلیہ السلام

آپکو خامس آل عبا حضرت امام حسین علیہ السلام سے والہانہ عشق تھا ذکر مصائب سنکر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ مجلس میں مصائب سید الشہداء بیان کرتے وقت آپ کی حالت عجیب ہوتی تھی نام امام حسینؑ زبان پر آتے ہی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور کثرت گریہ کے سبب مصائب پڑھ نہیں پاتے تھے۔ یہ تھا معرفت کا عالم کہ گریہ کیلئے نام حسینؑ کہنا ہی کافی تھا۔ ماہ محرم میں لباس اور وضع قطع سے محسوس ہوتا تھا کہ یہ کسی کے عزادار ہیں۔ چہرہ سے غم کے آثار نمودار رہتے چہرہ پر مسکراہٹ کبھی نہیں آتی تھی۔ جلوس عزا میں برہنہ سر و پا شرکت فرماتے۔ ہر سال سات محرم کو امروہہ تشریف لے آتے اور سارا دن جلوس میں شریک رہتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ دوران عشرہ امروہہ کیسے تشریف لے آتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے ذاکری شروع کی تھی تو اللہ سے دعا مانگی تھی کہ مجھے ایسی جگہ عشرہ مجالس کیلئے بھیجنا جہاں سے میں کم از کم کسی ایک تاریخ میں امروہہ کی عزاداری میں شریک ہوسکوں۔ چنانچہ آپ اورنگ آباد ضلع بلند شہر میں عشرہ مجالس کو خطاب کرتے تھے اور سات محرم کو امروہہ آجاتے تھے۔ جن عزاخانوں میں سوزخوانی ہوتی انمیں جاکر بہت توجہ سے سنتے تھے بالخصوص عزاخانہ دربار کلاں میں جب یہ تاریخی مرثیہ ہوتا ''فرس سے جب علی اکبر جدا ہوا رن میں'' تو باآواز بلند گریہ فرماتے تھے۔

Scanned by CamScanner

تعمیری خدمات

آپ علمی خدمات کے ہمراہ تعمیری خدمات کی طرف بھی متوجہ تھے۔ مختلف شہروں اور قریوں میں وہاں کی ضرورت کے پیش نظر مدارس اور مساجد کی تعمیر کرائیں۔ ۱۹۵۹ء میں جولی ضلع مظفر نگر میں "مدرسہ کاظمیہ" کی بنیاد ڈالی جسکے لئے ایک قطعہ زمین متصل آبادی ۱۲ بیگھا خریدی اور دوسری زمین ۱۹۶۲ء میں ساڑھے بارہ بیگھا خریدی دوسری زمین میں سے چار بیگھے زمین مسجد سے متصل ہے۔ یہ تمام آراضی جمعۃ الوداع کے دن پوری قوم کی موجودگی میں وقف کی۔

آپ ماہ رمضان میں کانپور تشریف لے گئے محلہ جاج مئو جہاں مومنین تو تھے مگر مسجد نہیں تھی جسکی وجہ سے نماز جماعت ایک مرد مومن کے مکان میں ہوئی آپ کو بہت احساس ہوا کہ مومنین کے لئے نماز پڑھنے کیلئے مسجد نہیں ہے چنانچہ آپ مسجد کی تعمیر کی جستجو میں لگ گئے مومنین سے اسکا ذکر کیا مومنین کے تعاون سے مسجد عزاخانہ اور اسکول کی تعمیر کرائی اور مومنین پوری سہولت سے عبادت انجام دینے لگے۔

اکبر پور ضلع سیتاپور میں جہاں آپ کے والد ماجد سید احمد صاحب دفن ہیں وہاں عزاخانہ کی تعمیر کرائی اور ماہ محرم میں مجالس کا قیام کیا۔

تال گاؤں ضلع سیتاپور میں عزاخانہ نہیں تھا مومنین پریشان تھے آپ نے انتہائی محنت و جانفشانی سے عزاخانہ کی تعمیر کرائی۔

لکھنؤ میں کربلا تال کٹورہ کے نزدیک مشہدی مسجد جو انتہائی بوسیدہ ہوگئی تھی اسکی جدید کاری کرائی اسکے علاوہ حیدر مسجد غازی منڈی علی کالونی کی مسجد کی تعمیر جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

Scanned by CamScanner

جامعہ ناظمیہ کی پاسداری

فرزند ناظمیہ، فخر ناظمیہ، جان ناظمیہ، شانِ ناظمیہ، پاسدار ناظمیہ، محافظ ناظمیہ مولانا محمد شاکر طاب ثراہ اور جامعہ ناظمیہ دو پیکر ایک روح کا نام ہے اگر جامعہ ناظمیہ کو مولانا محمد شاکر اور مولانا محمد شاکر کو جامعہ ناظمیہ کا نام دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ استاد محترم جامعہ ناظمیہ کے بے مثل فدائی اور بے نظیر محافظ تھے جب بھی ناظمیہ پر حملہ ہوا اس کا منھ توڑ جواب دیا۔ ایک وہ وقت تک جب ناظمیہ خارجی و داخلی سیاست کے حملوں سے دوچار تھا آپ ہی کہ وہ ذات تھی جس نے مخالفین ناظمیہ سے برسر پیکار ہو کر اپنی وفادار کا ثبوت دیا آپ کا اعلان تھا جو ناظمیہ کا دوست ہے وہ میرا دوست جو ناظمیہ کا دشمن وہ میرا دشمن۔ آپ نے اپنی رضا و ناراضگی کا محور جامعہ ناظمیہ کو قرار دے رکھا تھا۔ جس نے بھی ناظمیہ کے خلاف لب کشائی کی یا قلم چلایا اسے کا فوراً دندان شکن جواب دیا۔ جب ناظمیہ سخت اقتصادی بحران کا شکار تھا تو آپ چین سے نہ بیٹھے بلکہ مدرسہ کو اس بحران سے نکالنے کے لئے کوشاں رہے آپ نے عمید جامعہ ناظمیہ سرکار امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب قبلہ کے شانہ بشانہ رہ کر ہر معرکہ سر کیا یہی وجہ ھیکہ سرکار امیر العلماء آپ پر جان نثار کرتے تھے اور آپ بھی سرکار امیر العلماء پر جان قربان کرتے تھے۔

آپ نے ۱۹۴۵ء میں ناظمیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۱ء سے تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو ۲۰۱۲ء تک جاری رہا اتنے طویل عرصے جامعہ کی خدمت انجام دی آپ صرف مدرس ہی نہیں تھے بلکہ ناظمیہ کو جس کام کی ضرورت ہوتی تھی ہر وقت تیار رہتے تھے آپ نے اپنی زندگی مدرسہ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ہر وقت ناظمیہ کا ذکر ہر وقت مدرسہ کی ترقی کے منصوبے بنانا آپ کا معمول تھا اگر مدرسہ کو لائبریرین کی ضرورت ہوئی تو آپ لائبریری کی خدمت میں لگ گئے سارا سارا دن کتابوں میں ہیں انھیں ترتیب سے لگا رہے ہیں موضوع بندی کر رہے ہیں شام کو جب

Scanned by CamScanner

لائبریری سے باہر نکلتے کپڑے دھول سے اٹے ہوئے سر وریش پر گرد مگر چہرہ پر مسکراہٹ لب پر شکر الٰہی۔ جب کتابوں کو مرتب کر دیا تو فہرست نگاری کا کام شروع کیا۔ بہت ہی منظم و مفصل فہرست تیار کی ضروری اور اہم کتب کی خریداری کی جہاں بھی جاتے تھے کتبخانے کیلئے کتابیں ضرور لاتے تھے۔ امروہہ میں مولانا حاجی مرتضیٰ حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ ساکن محلّہ دانشمندان کا بہت بڑا کتبخانہ تھا جسمیں بڑی تعداد میں مخطوطات کے علاوہ نادر و نایاب کتب تھیں وہ کتبخانہ آپ ناظمیہ لے گئے اور مدرسہ کی لائبریری میں بطور امانت رکھا تا کہ علماء وطلباء استفادہ کرسکیں۔ آپ ناظم امتحانات تھے مدرسہ کے امتحانات کو منظم کیا اور وہ اصول وقوانین جو اسلاف کی یادگار تھے انکی حفاظت کرتے رہے غرضکہ مدرسہ میں اگر جھاڑو لگانے کی ضرورت محسوس کی تو آپ نے اس کام سے بھی دریغ نہیں کیا۔ آج ناظمیہ کا سچا وفادار، حقیقی پاسدار، مخلص محافظ دنیا سے اٹھ گیا۔ مدرسہ کے درو دیوار گریہ کناں ہیں کہ محافظ نہ رہا۔ مسند درس ویران ہے کہ زینت دینے والا نہ رہا۔ امیر جامعہ مضطرب ہیں کہ قوت بازو نہ رہا اساتذہ مضمحل ہیں کہ مشفق نہ رہا طلاب پریشان ہیں کہ مربی نہ رہا۔ منتظمین بے چین ہیں کہ رہنمائی کرنے والا نہ رہا۔ مومنین سینہ زن ہیں کہ ہادی و رہنما نہ رہا آپ کی وفات سے نہ صرف طلاب علوم دینیہ بلکہ پورا ناظمیہ یتیم ہوگیا آپ کے ساتھ مدرسہ کے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا گوں ہوں کہ مدرسہ کا جو نقصان عظیم ہوا ہے نعم البدل کے ذریعہ اس کا مداوا فرما اور جامعہ سرکار امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب دامت برکاتہ اور اساتذہ وطلاب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بھاؤنگر کا سفر

۱۹۵۷ء میں آپکو تبلیغ کے سلسلے میں بھاؤنگر گجرات بلایا گیا آپ تشریف لے گئے اور وہاں اعلیٰ پیمانے پر تبلیغی خدمات انجام دیں وہاں کے مومنین آپکی علمی عظمت اور اخلاق

Scanned by CamScanner

جلالت سے بیحد متاثر ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ آپ یہاں مستقل قیام فرمائیں آپ نے فرمایا مجھے ناظمیہ کی خدمت کرنی ہے یہاں مستقل قیام نہیں کرسکتا مگر پھر بھی آپ کو تین ماہ قیام کرنا پڑا جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو آپ کے دوست حجۃ الاسلام مولانا اکبر علی ناگپوری نے پُرخلوص جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا۔

الوداع اے پیکر اخلاص و خلت الوداع
الوداع اے جانِ شفقت روح جرأت الوداع

چرخ خودداری کا ہے تو اک درخشاں آفتاب
سرزمین ذہنیت تجھ سے ہوئی ہے فیض یاب

ہے نظریہ تیرا خضر راہ زندہ کے لئے
اور مسیحا پیکر احساس مردہ کے لئے

تیری عالی ذات پر پھر ہو وفا کو کیوں نہ ناز
کر دیا تو نے صداقت کو جہاں میں سرفراز

نقش لوح قلب پر ہے تیرے خوش کردار کا
حکمتوں نے تیری سر خم کر دیا اغیار کا

تو علمبردار حریت ہے اپنے دور کا
سر سریر آرائے حجیت ہے اپنے دور کا

کسقدر واللہ ہیں باتیں تری سلجھی ہوئی
رفق کی سلجھا دیں جس نے گتھیاں الجھی ہوئی

مرحبا اے تاجدار اتفاق و اتحاد
مٹ گئی تیری وجہ سے آج دنیائے فساد

Scanned by CamScanner

تو ہے ملت کا مجاہد اور عالم با عمل
ورع وتقویٰ، زہد کی دنیا میں تو ہے بے بدل
صلح جوئی حق نوازی کا تو تو ہے ورثہ
فیصلہ تیرا ہر اک اپنی جگہ ہے استوار
دور حاضر کا ہے تو شعر و سخن کا بادشاہ
اور تجدد آفرینی حسن کا بادشاہ
آج رخصت ہو رہا ہے ہم سے وہ شیریں سخن
جو ہمارے درمیاں تھا مثل شمع انجمن
یہ حصول مرتبہ عالی مبارک ہو تجھے
یہ ترقی قوم کے والی مبارک ہو تجھے
قبلہ دین آپ سے ہے اک ہماری التجا
یاد جب آئے ہماری کیجئے گا حق میں دعا
شکریہ کا اپنے شاکر دیجئے گا موقع ہمیں
بھول جانے کا نہ ہو اکبر کہیں شکوہ ہمیں

ماھنامہ ''نجف ہند'' کا اجرا

۱۹۷۰ء سے پہلے کی بات ہے کہ آپ نے نجف ہند جوگی پورہ ضلع بجنور میں کچھ عرصے قیام کیا وہاں سے ایک علمی، ادبی اور تحقیقی ماھنامہ ''نجف ہند'' کا اجراء کیا جو ایک معیاری رسالہ شمار کیا جاتا تھا اس میں اس دور کے جید علماء اور فنکار ارباب قلم کے علمی، ادبی اور فکری

Scanned by CamScanner

مضامین شائع ہوتے تھے یہ مجلّہ اپنے منفرد مشمولات کے سبب بہت جلد مقبول خاص و عام ہوا۔ اسکے ''رئیس التحریر'' آپ تھے۔ یہ مجلّہ آپکی تدریسی مصروفیات کے سبب زیادہ عرصہ نہ چل سکا بالآخر اشاعت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

اعزازات

۲۰۱۱ء میں آپ کی علمی و فلسفی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آیت اللہ جعفر سبحانی دامت برکاتہ کے ادارہ کی جانب سے قم مقدسہ ایران میں ایوارڈ سے نوازا۔ جسمیں ''سکہ بہار آزادی'' اور توصیفی لوح کے ساتھ آپ کی علمی کاوشوں کو سراہا گیا اسکے علاوہ جون ۲۰۱۲ء میں ایران کلچرل ہاؤس نئی دہلی کی جانب سے آپکی معرکتہ الآرا تصنیف ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' کی قدردانی کرتے ہوئے ''شہید مطہری'' ایوارڈ سے نوازا گیا۔

مرض

آپ جامعہ ناظمیہ کے اساتذہ وطلاب کو دل و جان سے زیادہ چاہتے تھے۔ حجۃ الاسلام مولانا تنویر حسین صاحب اور مولانا سید شہنشاہ حسین صاحب جو مدرسہ کے ہونہار اساتذہ تھے انکی وفات پر آپکو گہرا صدمہ ہوا۔ اسکا اتنا اثر تھا کہ ان دونوں حضرات کی مجلس چہلم کا رقعہ لکھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے ان حادثات سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ پر فالج کا اثر ہو گیا۔ لکھنؤ میں علاج ہوتا رہا۔ آپکے چھوٹے فرزند محمد اقبال امروہہ لے آئے امروہہ میں علاج ہوا کچھ فائدہ ہوا تو لکھنؤ جانے کیلئے کہنے لگے سب نے کہا کہ ابھی کچھ دن آرام کر لیجئے مگر آپ نہیں مانے میں نے بھی عرض کی ابھی امروہہ ہی میں قیام رکھیں تا کہ کچھ آرام مل جائے تو آپ نے میرا چہرا دیکھا اور فرمایا ''تم کو نہیں معلوم طلاب کا کتنا نقصان ہو رہا ہے انکو پڑھانے ہی میں مجھے آرام ملے گا'' یہ جواب سنکر میں حیران رہ گیا کہ اس حالت میں بھی طلاب کے درس کی

Scanned by CamScanner

فکر ہے۔اقبال میاں آپ کولکھنؤ لے گئے آپ اسی حالت میں مدرسہ جاتے اور طلاب کو درس دیتے رہے جسکے سبب کمزوری بڑھتی گئی جب مدرسہ جانے کے قابل نہ رہے تو طلاب کو بلا کر گھر ہی پر پڑھانے لگے دن بدن طبیعت خراب ہوتی چلی گئی پھر آپ کوامروہہ لے آیا گیا کچھ دن امروہہ میں رہے اس دوران میری تازہ تالیف ''علامہ یوسف حسین نجفی حیات وخدمات'' چھپ کر منظر عام پر آئی تھی میں اس کتاب کولیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کتاب کو دیکھکر بہت خوش ہوئے گلے سے لگا لیا آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا اس عالم جلیل کو زمانہ نے فراموش کر دیا تھا انکواس کتاب کے ذریعہ حیات نومل گئی اور فرمایا جوایک صفحہ بھی اللہ کے لئے لکھتا ہے اللہ اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی نصیحتیں اور ہمت افزائی فرماتے رہے۔کچھ دنوں بعد فرزند اکبر مولانا سید محمد افضال صاحب میرٹھ لے گئے علاج ہوتا رہا اسپتال میں داخل کر دیا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔دھلی یا لکھنؤ لے جانے کیلئے استخارہ کیا گیا لکھنؤ کیلئے استخارہ بہتر آیا شاید یہ وجہ رہی ہو کہ چاہنے والوں سے آخری ملاقات اور ہو جائے ایراز میڈیکل کالج میں بھرتی کرایا گیا۔لکھنؤ میں آمد کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اساتذہ، طلاب، علماء وفضلاء، دانشوران اور آپکے عقیدت مندوں کا اسپتال میں تانتا لگ گیا ہر جگہ آپ کی صحت کی دعائیں ہونے لگیں۔مدارس ومساجد میں خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا غرض کہ ۱۳ رشعبان ۱۴۳۳ھ کو آپ نے آخری سانس لی اور اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

وفات

۱۳ رشعبان المعظم ۱۴۳۳ھ کو میں تحقیق کے سلسلے میں رامپور رضا لائبریری گیا ہوا تھا کتابوں کی چھان بین کر رہا تھا کہ اچانک ساڑھے گیارہ بجے موبائل پر بیل ہوئی فون رسیو کیا تو

Scanned by CamScanner

فون پر لکھنؤ سے مولوی منظور علی تھے انھوں نے غمگین لہجہ میں کہا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا یہ سننا تھا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا پیروں سے زمین نکل گئی عجیب کیفیت ہو گئی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں لائبریری کے اراکین نے پوچھا کیا بات ہے آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں میں نے انھیں مولانا کی وفات کی خبر دی پھر مولانا افضال صاحب سے فون پر گفتگو ہوئی میں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ ہی یتیم نہیں ہوئے بلکہ میں بھی یتیم ہوا ہوں کیونکہ انھوں نے مجھے بیٹے ہی کی طرح پالا اور تربیت کی۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ ہی مجھے اپنے ساتھ دینی تعلیم دلانے لکھنؤ لے گئے تھے اور جامعہ ناظمیہ میں داخلہ کرایا گھر پر رکھا کھانے کے ساتھ تعلیم وتربیت کا انتظام کیا والد کی طرح محبت وشفقت فرماتے تھے۔ مجھے آج احساس یتیمی ہوا۔

میں رامپور سے امروہہ پہنچا آپ کے دولتکدہ پر حاضر ہوا۔ دولتکدہ پر جم غفیر تھا ہر آنکھ میں آنسو اور ہر لب پر یہ فقرے تھے ہائے یہ کیسی قیامت آگئی۔ اُدھر لکھنؤ میں جب آپ کی وفات کی خبر پھیلی تو پورا لکھنؤ سوگ میں ڈوب گیا بڑی تعداد میں مومنین اسپتال پہونچنا شروع ہو گئے مگر اعلان کیا گیا کہ مولانا کے جنازہ کو مدرسہ ناظمیہ لے جایا جائیگا۔ چنانچہ ہزاروں کا مجمع میڈیکل کالج کے چوراہے پر جمع ہو گیا علموں کے سایہ میں آپ کا جنازہ مدرسہ ناظمیہ کی طرف بڑھا مجمع میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا جو بھی سن رہا تھا روتا پیٹتا چلا آرہا تھا ہر طرف سے آہ وبکا کی صدائیں تھیں سیاہ پرچم لہرا رہے تھے۔ سوگ میں دوکانیں بند کر دی گئیں تھیں۔ کوئی مولانا افضال کو تسلی دے رہا تھا کوئی اقبال میاں کو۔ جنازہ میں بڑی تعداد میں لکھنؤ کے علماء وفضلاء، دانشوران موجود تھے۔ سرکار امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب اور سرکار حجۃ الاسلام مولانا کلب جواد صاحب پسماندگان کو صبر کی تلقین کر رہے تھے۔ جنازہ شیعہ ڈگری کالج وکٹوریہ اسٹریٹ کے نزدیک پہونچا ماتمی انجمنیں نوحہ خوانی کر رہی تھیں اور اپنے ہردلعزیز عالم دین کو الوداع کہہ رہی تھیں جس وقت جنازہ مدرسہ ناظمیہ پہنچا تو عجب منظر تھا۔ ہر درودیوار سے گریہ

Scanned by CamScanner

کہ صدائیں تھیں طلاب پھوٹ پھوٹ کر رورہے تھے اساتذہ نوحہ گر تھے۔ وہ استاد جو اپنے پیروں سے چل کر مدرسہ آتا تھا آج اسکا جنازہ اٹھا کر لایا جارہا ہے مدرسہ کا ہال آہ وزاری کی آوازوں سے گونج رہا تھا مولانا حمید الحسن صاحب نے مجلس کو خطاب کیا اور مدرسہ کے استاد اور اپنے معاون کو الوداع کہا۔ تقریباً دوپہر ۲ر بجے آپ کا جسد خاکی بذریعہ ایمبولینس امروہہ کیلئے روانہ ہوا اِدھر اہل امروہہ اپنے رہنما کا بےچینی سے انتظار کررہے تھے سفر طولانی تھا رات کے ۱۲ر بجے آپ کا جنازہ امروہہ پہنچا جیسے ہی جنازہ کی خبر پھیلی مجمع روتا پیٹتا ہوا دوڑا فضا میں گریہ کی صدا گونج رہی تھی۔ صبح ۸ر بجے تدفین کا اعلان کردیا گیا۔ بیرون امروہہ سے لوگ آنا شروع ہوگئے تھے صبح ۶ر بجے ہی سے مجمع آپ کے شریعتکدہ پر جمع ہونا شروع ہوگیا تھا بڑی تعداد میں آپ کے چاہنے والے دہلی، علیگڑھ، مظفر نگر، سہارنپور، جولی، اورنگ آباد، غازی آباد، لکھنؤ، مرادآباد، سرسی، رامپور، نوگانواں سادات سے جوق در جوق پہونچنے لگے۔ ٹھیک ۸ر بجے آپ کا جنازہ شریعتکدہ سے رخصت ہوا جو محلّہ چاہ غوری، قصائی خانہ، بیگم سرائے ہوتا ہوا امام المدارس انٹر کالج پہنچا اور کالج کے وسیع وعریض میدان میں ڈاکٹر مولانا سید محمد سیادت صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ہزاروں کے مجمع نے نماز ادا کی۔ ہر مذہب وملت کے افراد نے شرکت کی اور آپ کی علمی عظمت وجلالت کا اعتراف کیا۔ نماز کے بعد جنازہ محلّہ شفاعت پوتہ کے عزاخانہ لایا گیا اور حسینیہ ہال میں ہزاروں نم آنکھوں نے آپ کا دیدار کیا اور آہ وبکا کی گونج میں آپ کو سپرد لحد کیا گیا۔ وہ آفتاب جو ۱۲ر مئی ۱۹۲۹ء کو امروہہ میں طلوع ہوا وہ ۱۳ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ/۴ر جولائی ۲۰۱۲ء بروز چہار شنبہ (بدھ) بوقت ۱۰-۱۱ر بجے دن لکھنؤ میں غروب ہوا اور ۵ر جولائی ۲۰۱۲ء کو امروہہ میں سپرد خاک ہوا۔

Scanned by CamScanner

عالمی سوگ

آپ کی وفات کی خبر برق رفتاری سے ساری دنیا میں پھیل گئی دنیا کے بیشتر ممالک میں آپ کا غم منایا گیا جگہ جگہ مجالس، تعزیتی جلسوں اور سورہ فاتحہ کا اہتمام کیا گیا۔ حوزۂ علمیہ قم ایران میں مجالس کا انعقاد کیا گیا اور تعزیتی جلسوں میں آپکی علمی عظمت وجلالت کا اعتراف کیا گیا۔

حوزۂ علمیہ نجف اشرف عراق میں جیسے ہی آپ کی رحلت کی خبر ملی فوراً مجالس کا اہتمام کیا گیا اور اپنے شاگردوں نے اشکبار آنکھوں سے اپنے استاد کو یاد کیا۔

حوزہ علمیہ زینبیہ شام میں بھی آپ کا سوگ منایا گیا اور مجالس عزا منعقد ہوئیں۔ اسکے علاوہ امریکہ، لندن، ناروے، سویڈن، دوبئی، پاکستان میں بھی آپ کا غم منایا گیا۔

ہندوستان میں بھی بیشتر مقامات پر مجالس عزا اور تعزیتی جلسوں کا اہتمام ہوا۔ مدارس دینیہ میں سورۂ فاتحہ کے بعد تعطیل کا اعلان کیا گیا لکھنؤ کے مختلف عزاخانوں میں مجلسیں منعقد ہوئیں۔ حسینیہ غفرانمآب، حسینیہ آغا باقر، حسینیہ ناظم صاحب، سوداگر کے امامباڑے، حسین آباد اور دیگر مساجد میں مجلسوں کا انتظام کیا گیا مختلف اداروں کی طرف سے تعزیتی جلسے منعقد ہوئے اور تعزیتی قراردادیں پاس ہوئیں۔

اہل امروہہ جو اپنے عظیم رہنما اور سرپرست کے دنیا سے چلے پر سوگوار تھے انھوں نے جگہ جگہ صف عزا بچھا کر اپنے رہنما کر یاد کیا اور مجالس عزا منعقد کیں۔

برادر وخواہران

جناب سید محمد باقر مرحوم: مولانا کے برادر خرد تھے لکھنؤ میں G.R.P.F میں ملازمت تھی

Scanned by CamScanner

سب انسپکٹر کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے آپ بھی متواضع اور منکسر المزاج تھے ہر ایک سے محبت اور شفقت سے ملتے تھے مہمان نوازی میں طاق تھے۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء میں وفات ہوئی۔

خوہران: علامہ کے چار بہنیں ہوئیں۔عزیز زہرا، بلقیس زہرا، نازنین زہرا اور نسیم زہرا ان میں سے اول الذکر تین بہنوں کا انتقال ہو گیا۔سب سے چھوٹی بہن نسیم زہرا حیات ہیں آپ کی شادی جناب زوار حسین صاحب ساکن مجاپوتہ سے ہوئی آپ انتہائی صوم وصلوۃ کی پابند معظمہ ہیں۔اور ان کی دو سوتیلی بہنیں معصومہ خاتون جن کی شادی نسیم حسن صاحب سے محلہ گذری میں ہوئی دوسری کربلائی خاتون جن کی شادی حکیم سید محمد طہ صاحب محلہ لکڑا کے ساتھ ہوئی۔

اولاد امجاد

آپ کی شادی ۱۹۵۶ء امروہہ محلہ دانشمندان کے معزز خانوادے میں جناب کرار حسین صاحب کی دختر محترمہ محدثہ خاتون سے ہوئی۔ جو انتہائی نیک سیرت، خلیق اور منکسر المزاج خاتون ہیں۔ جنکے زیر تربیت نیک اور صالح اولاد پروان چڑھی آپ ہر طرح مولانا کی علمی و دینی خدمات میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں۔

خداوند عالم نے آپ کو دو فرزند اور دو دختروں سے نوازا۔

مولانا سید محمد افضال نقوی: آپ کی ولادت ۱۴ر فروری ۱۹۶۸ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔ابتدا ہی سے جامعہ ناظمیہ میں تعلیم حاصل کی ۔۱۹۹۲ء میں مدرسہ کی آخری سند ''ممتاز الافاضل'' حاصل کر کے اعلیٰ تعلیم کیلئے عازم ایران ہوئے۔۱۹۹۴ء میں حوزۂ علمیہ قم میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ہندستان واپس آنے کے بعد مولانا مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی آپکو منصبیہ عربی کالج میرٹھ لے گئے اور وہاں آپ نے تدریس کے فرائض انجام دیئے۔۱۹۹۹ء میں سرکار امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب قبلہ نے ناظمیہ بلا لیا اور گیارہ سال تک جامعہ ناظمیہ میں

Scanned by CamScanner

تدریس کرتے رہے۔ جون ۲۰۰۸ء میں منصبیہ عربی کالج میرٹھ کے پرنسپل منتخب ہوئے مدرسہ آپکی نگرانی میں رواں دواں ہے۔

سید محمد اقبال نقوی: آپ مولانا کے چھوٹے فرزند ہیں۔ اگست ۱۹۷۴ء کو لکھنؤ میں ولادت ہوئی شیعہ ڈگری کالج سے B.Sc کیا اور شیعہ ڈگری کالج جونپور سے بی ایڈ کیا۔ امام المدارس انٹر کالج امروہہ میں مدرس ہیں۔

دختران

ادیب فاطمہ عرف رزمی صاحبہ: ذاکرۂ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ آپ کی شادی جناب سید غلام صفدر عرف پرنس صاحب سے ہوئی۔ جو ریلوے میں ملازمت کرتے ہیں۔ نہایت نیک سیرت اور اعلیٰ کردار کے حامل ہیں۔

نرجس فاطمہ صاحبہ: آپ کی شادی زید پور بڑی سرکار میں جناب سید حسن مصطفیٰ صاحب سے ہوئی آپ بڑے دیندار اور متشرع ہیں۔

Scanned by CamScanner

تخلیقات کا مختصر جائزہ

الظفرۃ علی الطفرۃ:

علم فلسفہ میں آپ کا علمی شہ پارہ، جو صدر المتالھین صدر الدین ملا صدرؒ کے مشہور اعتراض، ''طفرۂ زاویہ'' کے سلسلہ میں ہے ملا صدرا نے یہ اعتراض اقلیدس کی کتاب ''اصول اقلیدس'' کے تیسرے مقالے کی پندرہویں شکل کے ذیل میں کیا ہے جس کا ذکر شرح ھدایہ اثیریہ کے صفحہ ۱۹ پر کیا گیا ہے۔ یہ اعتراض تین سو سال پرانا ہے جو تشنۂ جواب تھا۔ استاد محترم نے ہمت کی اور اسکا انتہائی تحقیقی و استدلالی جواب دے کر معقولات میں تبحر علمی کا لوہا منوایا۔ یہ علمی شاہکار ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں امروہہ فاؤنڈیشن دہلی کی جانب سے شائع ہوکر منظر عام پر آیا اس جواب کو آیات عظام نے بہت پسند کیا اور گرانقدر آرا سے نوازا کتاب کے شروع میں آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی، آیت اللہ العظمیٰ نوری، آیت اللہ العظمیٰ سید محمد شیرازی کے توصیفی کلمات مندرج ہیں اور سید العلماء مولانا سید علی نقوی نقوی وظفر الملت مولانا ظفر الحسن صاحب کی اہم تقاریظ درج ہیں۔

یہ کتاب ۹ توضیحات پر مشتمل ہے:

پہلی توضیح - زاویہ کے معنی اور اسکے اقسام کا ذکر۔

دوسری توضیح - خط مستقیم اور خط مستدیر کی تعریف اور دونوں کے درمیان فرق۔

تیسری توضیح - زاویۂ بحث میں خط کے فرض ہونے کے سلسلہ میں

چوتھی توضیح - حرکت اور مقدار کے بیان میں

پانچویں توضیح - کیا ایک طرف حرکت دنیا دوسری طرف حرکت کا باعث ہے۔

چھٹی توضیح - دائرہ کے تماس کے بارے میں

Scanned by CamScanner

ساتویں توضیح-خط کے جزء مماس کے دائرہ کے داخل ہونے کی تحقیق کے بیان میں

آٹھویں توضیح-زاویہ حادہ کے بیان میں

نویں توضیح-زاویئے کے بننے میں خطوط کا ایک دوسرے پر منطبق ہونے کے بیان میں

رویۃ الہلال:

چاند کی رؤیت کے سلسلے میں استدلالی تصنیف ہے جسمیں شہروں کے طول البلادوعرض البلاد کا ذکر تفصیل سے ہے۔یہ عربی زبان میں علم ھئیت کا شاہکار ہے۔

تفسیر کلینی:

یہ تفسیر قرآن عربی زبان میں ان آیات کی ہے جو ثقۃ الاسلام شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ نے اپنی مشہور کتاب ''الکافی'' میں استعمال کی ہیں آپ نے ''کافی'' کی روایات کے ذریعہ تفسیر قرآن تحریر کی۔

یہ تفسیر نہج واسلوب کے اعتبار سے منفرد ہے علماء ایران نے بھی اسلوب کی انفرادیت کا اعتراف کرتے ہوئے اسے عظیم تفسیر تسلیم کیا۔حوزۂ علمیہ قم کے عظیم استاد حضرت آیۃ اللہ احمد عابدی دامت برکاتہ نے جب اس تفسیر کا ذکر سنا تو ان سے رہا نہ گیا انھوں نے آپ کو خط لکھا جسمیں تفسیر کی زیارت کا اشتیاق اور اسکی اشاعت کی اجازت چاہی۔آپ نے بہت زیادہ اصرار کے بعد یہ تفسیر ایران بھیجی جو طباعت کے مرحلہ سے گذر رہی ہے۔

قبلۃ البلاد:

عربی زبان میں ہے جسمیں مختلف شہروں کے قبلوں کی نشاندہی کی ہے اور سمت قبلہ پہچاننے کا طریقہ تحریر کیا ہے یہ تصنیف علم ھئیت کی اہم کاوش ہے۔

Scanned by CamScanner

ترجمہ شرح تجرید:

خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''شرح تجرید'' کا آسان، سادہ وسلیس زبان میں ترجمہ۔

شرح التصریح فی تشریح الافلاک:

علم ھئیت کی معروف کتاب ''التصریح'' کو اردو قالب میں ڈھالا جامعہ ناظمیہ میں آپ ہی اسکی تدریس فرماتے تھے۔اس کتاب کے پڑھنے سے انسان آسانی سے سمت قبلہ کو تلاش کرسکتا ہے۔

شرح شمس البازغہ:

ملا محمود جونپوری کی مشہور فلسفی تصنیف کا اردو ترجمہ وشرح ہے۔

شرح سلّم:

علم منطق میں ملا احمد اللہ کی معروف علمی کاوش کی شرح۔

توضیح الرسائل:

علم اصول فقہ میں شیخ مرتضیٰ انصاریؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''فرائد الاصول'' المعروف بہ ''رسائل'' کی بحث قطع وظن کی تحقیقی شرح۔

الحاشیۃ علی الوجیزۃ:

علم درایۃ الحدیث میں شیخ بہائی عاملیؒ کی مشہور کتاب ''الوجیزہ'' جو مختلف مدارس کے میں نصاب میں شامل ہے اس پر آپنے انتہائی معلومات حاشیہ تحریر کیا یہ جامعہ ناظمیہ

Scanned by CamScanner

کے درسیات میں بھی شامل ہے۔

ترجمہ قوانین الاصول:

میرزائے قمی کی مشہور کتاب جو مدارس کے نصاب میں داخل ہے

اس کی شرح اور ترجمہ۔

ترجمہ قاضی مبارک:

قاضی مبارک کی مشہور کتاب کا ترجمہ۔

تاریخ تحریف قرآن:

تحریف قرآن پر استدلالی بحث۔

آداب المومنین:

اس کتاب میں علم اخلاق پر بحث کی گئی ہے۔

بنات الرسولؐ:

اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ کی صرف ایک بیٹی جناب فاطمہ

زہراؑ تھیں۔

رضاعۃ الرسولؐ:

اس کتاب میں رسول اللہؐ کے دودھ پینے کے مسئلہ کو حل کیا ہے۔

الصلح الحسنؑ:

Scanned by CamScanner

امام حسنؑ کی صلح اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔

ہمارے مصنفین وطن:

اس کتاب میں امروہہ کے مصنفین کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

امہات الائمہ:

اس کتاب میں ائمہ علیھم السلام کی ماؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب موسیٰؑ:

اس کتاب میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کا اثبات کیا ہے۔

فدک:

عقلی ونقلی ادلہ سے ثابت کیا ہے کہ فدک دختر رسولؐ حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیھا کی ملکیت تھی۔

جناب جعفر توابؒ:

اس کتاب میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند جناب جعفر کے سلسلے میں غلط فہمیوں کا ازالہ ہے اور حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی توقیع کا ذکر فرمایا کہ امام علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ آپ کا چچا جعفر کے بارے میں کیا خیال ہے تو امام نے فرمایا میرے چچا جعفر کی مثالی برادران یوسف کی سی ہے۔ یعنی جس طرح انکی خطا معاف ہوگئی تھی اسی طرح انکی خطا بھی معاف ہوگئی۔

سوانح مفتی اعظمؒ:

Scanned by CamScanner

مفتی احمد علی طاب ثراہ بن مفتی محمد عباس شوشتری کے حالات زندگی آپ مدرسہ ناظمیہ کے پرنسپل اور جلیل القدر عالم ومجتہد تھے۔

افاضل ناظمیہ:

جامعہ ناظمیہ کے فارغ التحصیل علماء وفضلاء کے حالات زندگی اور انکی علمی خدمات کا جائزہ

خدمات ناظمیہ:

جامعہ ناظمیہ کے افاضل طلاب نے جو علمی، ادبی، سماجی خدمات انجام دی ہیں انکا تذکرہ۔

تاریخ ہزبری:

اپنے خاندان کا شجرہ اور بزرگان کے حالات زندگی۔

حیدری نصاب:

تحتانیہ درجات کے لئے۔

مصباح العربیہ:

تحتانیہ درجات کے لئے۔

مصباح فارسی:

تحتانیہ درجات کے لئے۔

Scanned by CamScanner

تلامذہ

آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس وقت جو نام ذہن میں آرہے ہیں انھیں تحریر کررہا ہوں۔ترتیب بھی درست نہیں ہے جن حضرات کے نام رہ گئے ہیں ان سے معذرت خواہ ہوں۔ انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کردیا جائے گا۔

مولانا محمد حسین صاحب (امریکہ) ڈین اے ایم یو۔علیگڑھ

مولانا ناصر عباس صاحب (بمبئی) مولانا شیخ مختار حسین صاحب (بمبئی)

مولانا محمد ناظم صاحب (استاد جامعہ ناظمیہ) مولانا محمود احمد صاحب (استاد جامعہ ناظمیہ)

مولانا عارف علی صاحب (سرسی) مولانا محمد رضا صاحب (باسٹوی) خطیب

مولانا سلیمان عباس صاحب (گجرات) مولانا مظاہر علی سیتھلی

مولانا ضیاء الحسن صاحب مرحوم (لندن) (بانی جامعہ مھدیہ سیتھل)

مولانا ریاست حسین صاحب (مبلغ افریقہ) مولانا مرتضٰی پاروی صاحب

مولانا محمد یسٰین صاحب (بریلی) (استاد جامعہ ناظمیہ)

مولانا مجتبیٰ علی خانصاحب ادیب الھندی مولانا مقبول حسین خان صاحب (بمبئی)

سابق پرنسپل منصبیہ میرٹھ مولانا سید شہنشاہ حسین صاحب

مولانا غلام حسین رضا آغا صاحب، حیدرآبادی (استاد جامعہ ناظمیہ)

مولانا سعید اختر صاحب (علی گڑھ) مولانا عابدین صاحب باسٹوی (بمبئی)

مولانا سید نجی احمد صاحب سرسوی مولانا علی اختر صاحب گوپالپوری

پروفیسر مولانا سید فرمان حسین صاحب (مترجم الغدیر)

Scanned by CamScanner

مولانا بیدار حسین صاحب

(استاد سلطان المدارس)

مولانا سید احمد صاحب (فیض آباد)

مولانا منور علی صاحب (رجیٹی)

مولانا سید حسن عباس صاحب (مظفر نگر)

مولانا مسلم اختر صاحب (لکھنو)

مولانا شریف الحسن صاحب (لکھنو)

مولانا ڈاکٹر سید محمد سیادت صاحب

(امام جمعہ امروہہ)

مولانا مقبول احمد صاحب (مبلغ سویڈن)

مولانا سید طالب حسین صاحب

(امام جمعہ درگاہِ شاہ مرداں، دہلی)

مولانا غلام حسین کشمیری

(پرنسپل مدرسہ دہرادون)

مولانا مرتضٰی جعفری صاحب (چندن پٹی)

مولانا ڈاکٹر محمد رضا صاحب

(پرنسپل گورمنٹ انٹر کالج لکھنؤ)

مولانا ذرالحسن صاحب (مبلغ افریقہ)

مولانا بادشاہ حسین صاحب (مبلغ افریقہ)

مولانا سید تنویر حسین صاحب مرحوم

(استاد جامعہ ناظمیہ، لکھنو)

مولانا مجتبیٰ حسین صاحب

(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)

مولانا عبدالحسن صاحب مرحوم

(صدر رویت ہلال کمیٹی)

مولانا محمد علی صفوی صاحب مرحوم

(استاد جامعہ تنظیم المکاتب)

مولانا محمد علی ولید پوری صاحب (بمبئی)

مولانا شمیم عالم جونپوری صاحب (بمبئی)

مولانا انیس الحسن صاحب

(امام جمعہ خوجہ مسجد بمبئی)

مولانا نعیم عباس صاحب

(پرنسپل مدرسہ جامعہ المنتظر، نوگانواں سادات)

مولانا محمد جابر صاحب (ایڈیٹر اصلاح)

مولانا ارشاد حسین صاحب

(مدرس مدرسہ باب العلم مبارک پور)

مولانا سید محمد غافر صاحب

(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنو)

مولانا شبیر حسن صاحب مرحوم (مبلغ افریقہ)

Scanned by CamScanner

مولانا ناظم علی خیرآبادی صاحب
(پرنسپل مدرسہ حیدریہ، خیرآباد)
مولانا جمیل احمد صاحب
(سابق ایڈیٹر الواعظ)
مولانا سید توقیر الحسن صاحب
(استاد مدرسہ امام خمینیؒ، احمد آباد)
مولانا سید اختیار حسین صاحب (خطیب)
مولانا منور رضا صاحب سرسی
(امام جمعہ کانودر، گجرات)
مولانا وسیم حیدر صاحب (امام جمعہ کرناٹک)
مولانا اشفاق علی صاحب
(لکچرر شیعہ کالج لکھنؤ)
مولانا محمد حسنین صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنو)
مولانا شمشاد صاحب (مبلغ ناورے)
مولانا عبداللہ صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا آل نبی صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا شرافت حسین صاحب (ریڈیو تہران)

مولانا سید بابر حسین صاحب (امریکہ)
مولانا علی حیدر صاحب (امریکہ)
مولانا ماہر حسین صاحب (امریکہ)
مولانا شوکت عباس صاحب (بمبئی)
مولانا سید اختر حسن صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا ظہیر عباس صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا صفدر یعقوبی صاحب
(ایڈیٹر مجلہ مھدی مشن)
مولانا فیروز عباس صاحب
(امام [illegible] بارک پور)
مولانا رضی حیدر صاحب
(مدرس انوار العلوم، الہ آباد)
مولانا محفوظ الحسن صاحب
(پرنسپل مدرسہ ناصریہ، جونپور)
مولانا علی رضا صاحب
(مدرس جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا قنبر علی صاحب (لکچرر انٹر کالج بریلی)
مولانا محمد حسین حیدری صاحب

Scanned by CamScanner

(نجفی ہاؤس بمبئی)
مولانا علی مہدی للّن صاحب
(استاد مدرسہ امیرالمومنینؑ نجفی ہاوس، بمبئی)
مولانا صفی حیدر صاحب
(سکریٹری تنظیم المکاتب)
مولانا غلام عباس صاحب
(پرنسپل سیدالمدارس، امروہہ)
مولانا انور عادل صاحب
(استاد سیدالمدارس، امروہہ)
مولانا سید عابد حسین صاحب
(استاد سیدالمدارس، امروہہ)
مولانا زاہد احمد صاحب (زید پور)
مولانا مسعودالحسن صاحب مرحوم (سرسی)
مولانا سجاد امام صاحب (افریقہ)
مولانا سید محمد مسلم صاحب
(پرنسپل باب العلم، نوگانواں سادات)
مولانا وجاہت علی جعفری (ایران)
مولانا مسعود اختر صاحب
(پرنسپل جامعہ غدیر، منگلور)
مولانا اکبر علی صاحب (جلالپور)

مولانا ساجد امام صاحب
مولانا علمدار حسین صاحب
(استاد مدرسہ اسلامیہ، کھجوہ، بہار)
مولانا ظہیر احمد خان صاحب افتخاری
مولانا ذیشان ہدایتی صاحب
(سفینۂ ہدایت ٹرسٹ)
مولانا مصطفیٰ اسلامی
(استاد مدرسہ ناصریہ، جونپور)
مولانا اطہر عباس صاحب (کلکتہ)
مولانا محمد عباس صاحب (ترابی)
مولانا رضی الحسن صاحب
(لکچرر بھوپالی یونیورسٹی)
مولانا سید حیدر مہدی (منتظم جامعہ الزہراء)
مولانا محمد مقداد کاظمی صاحب (بھوپال)
مولانا جواد حیدر جوادی صاحب
(پرنسپل انوارالعلوم، الہ آباد)
مولانا رضا حیدر صاحب
(استاد انوارالعلوم، الہ آباد)
مولانا صغیر احمد خان صاحب
(استاد انوارالعلوم، الہ آباد)

Scanned by CamScanner

مولانا محمد عباس صاحب
(استاد انوار العلوم، الہ آباد)
مولانا دلبر علی صاحب (گجرات)
مولانا دلبر حسین صاحب معروفی (اندور)
مولانا محمد اختر صاحب
(استاد حوزہ امام خمینیؒ، احمد آباد)
مولانا انصار حسین صاحب
(پرنسپل جامعۃ الرسول، کامٹی)
مولانا امانت حسین صاحب
(مدرسہ سلیمانیہ، پٹنہ)
مولانا علی امام صاحب
(مدرسہ سلیمانیہ، پٹنہ)
مولانا ضمیر حسن صاحب
(استاد مدرسہ جامعۃ المدارس، مچھیانی)
مولانا صادق صاحب
(استاد باب العلم، مبارکپور)
مولانا شاداب رضا صاحب
مولانا فارقلیطا صاحب
(امام جمعہ ہوسٹن، امریکہ)
مولانا رئیس حیدر صاحب (کرناٹک)

مولانا سید شجاعت حسین رضوی صاحب
(قم، ایران)
مولانا احسن عباس صاحب
(استاد انوار العلوم، الہ آباد)
مولانا محبوب مہدی صاحب (امریکہ)
مولانا محمد ظہور صاحب (افریقہ)
مولانا وصی حسن خان صاحب
(استاد وثیقہ عربی کالج، فیض آباد)
مولانا غلام الثقلین صاحب
مولانا سعید حیدری صاحب (ایران)
مولانا امیر عباس صاحب
(امام جمعہ، کھرواجالپور)
مولانا نثار احمد صاحب
(استاد مدرسۃ الواعظین)
مولانا منتظر مہدی صاحب (ایران)
مولانا سید سرکار حسین صاحب (الہ آباد)
مولانا محمد مہدی صاحب
(استاد باب العلم، مبارک پور)
مولانا ریاض اکبر صاحب
مولانا اخلاق حسین صاحب (خیر آباد، مئو)

Scanned by CamScanner

مولانا کلب عباس صاحب (زاہدان ریڈیو)
مولانا علم الحسن صاحب (ہلور)
مولانا نظیر حیدر صاحب
مولانا منظر صادق صاحب (لکھنؤ)
مولانا محمد عسکری صاحب (حیدری مسجد دہلی)
مولانا غضنفر عباس صاحب طوسی (دہلی)
مولانا ذاکر حسین صاحب (ایران)
مولانا ہادی حسن فیضی صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ)
مولانا عون محمد محمدوی صاحب
(وائس پرنسپل جامعہ منصبیہ، میرٹھ)
مولانا تقی حسنین صاحب (فتح پور)
مولانا رضا حسین صاحب (جرول)
مولانا دلاور عباس صاحب (مبلغ افریقہ)
مولانا علی عباس حسنی صاحب (فتحپور)
مولانا حسن عباس خاں صاحب (سلطانپور)
مولانا سید سرفراز حسین صاحب (کراری)
مولانا سید نوشاد حیدر صاحب (ایران)
مولانا جعفر عباس صاحب
(منیجر مدرسہ جامعۃ التبلیغ، لکھنؤ)

مولانا مہدی مختاری صاحب
(امام جمعہ گھوسی، مؤ)
مولانا شمس الحسن صاحب عارفی
(استاد جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)
مولانا محمد شکیل صاحب (ایران)
مولانا حسن رضا صاحب (ایران)
مولانا کرار حسین صاحب اظہری
(استاد باب العلم، مبارکپور)
مولانا علی حیدر صاحب غازی
(وائس پرنسپل جامعۃ الشہید، دہلی)
مولانا احمد عباس صاحب
(استاد مدرسہ کھجوہ، بہار)
مولانا سید محمد افضال صاحب
(پرنسپل جامعہ منصبیہ، میرٹھ)
مولانا منتصر مہدی (امام جمعہ، اندور)
مولانا علی حیدر صاحب اجمیری
(امام جمعہ دھول پور)
مولانا جعفر رضا صاحب جوہری (جلالپور)
مولانا سبط حیدر صاحب (سرسی)
مولانا میثم زیدی صاحب (لکھنؤ)

Scanned by CamScanner

مولانا نعیم حیدر صاحب (ایران)
مولانا عسکری حسن صاحب (امام جمعہ اترولہ)
مولانا شمیم رضا صاحب (ایران)
مولانا محمد علی صاحب (بمبئی)
مولانا حسن حیدر صاحب (بمبئی)
مولانا محمد نظیر صاحب (بارہ بنکی)
مولانا محمد اسلم صاحب (سیتھلی، گجرات)
مولانا اقتدار مہدی صاحب
(پرنسپل جامعہ مہدیہ، سرسی)
مولانا حسن اختر صاحب
(مدرسہ باب العلم، مبارکپور)
مولانا نسیم الحسن صاحب (گھوسی)
مولانا اصغر اعجاز قائمی (علی گڑھ)
مولانا مشیر عباس صاحب (سلطان پور)
مولانا کاظم علی صاحب
(استاد باب العلم، مبارک پور)
مولانا سعید عباس خان صاحب (سلطانپور)
مولانا مجتبیٰ حیدر صاحب
مولانا شباب حسن صاحب (اورنگ آباد)
مولانا محمد علی صاحب
(مالیگاؤں، پرنسپل مدرسہ، گل برگہ)
مولانا جعفر حسین صاحب
(استاد جامعہ المنتظر ،نوگانواں سادات)
مولانا رضی عابد صاحب (کوپا گنج)
مولانا تقی عابد صاحب (کوپا گنج)
مولانا قنبر علی صاحب (لکھنؤ)
مولانا معراج مہدی صاحب (ایران)
مولانا امیر حیدر صاحب (لکھنؤ)
مولانا سید ظفریاب حیدر صاحب
(پرنسپل حوزہ المہدی، حیدرآباد)
مولانا سیف عباس صاحب (لکھنؤ)
مولانا احسان حیدر جوادی صاحب (بمبئی)
مولانا کلب عباس خان صاحب (ایران)
راقم الحروف سید شہوار حسین نقوی
(استاد سید المدارس، امروہہ)
مولانا مرغوب عالم عسکری صاحب
(استاد منصبیہ، میرٹھ)
مولانا فرید الحسن صاحب
(پرنسپل جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)
مولانا وراثت علی صاحب (امام جمعہ جتو)

Scanned by CamScanner

مولانا محمد منیر خاں صاحب (ایڈیٹر مجلہ الغدیر) (استاد انوار العلوم، الہ آباد)
مولانا سید رضوان حیدر صاحب (استاد حوزہ المہدی)
مولانا ڈاکٹر ریحان حسن رضوی (گوپال پور)
مولانا غلام عباس صاحب (استاد جامعہ منصبیہ، میرٹھ)
مولانا مظاہر حسین محمدی صاحب (استاد جوادیہ، بنارس)
مولانا کرار حسین صاحب (زین پور)
مولانا افتخار موسیٰ صاحب (ایران)
مولانا شمیم حیدر صاحب (سرسی)
مولانا سید راحت عباس صاحب (مبلغ افریقہ)
مولانا وصی حسن صاحب (زین پور)
مولانا سید راحت حسین صاحب (استاد جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب، لکھنؤ)
مولانا ڈاکٹر سید علی سلمان رضوی (کلچر ہاوس، دہلی)
مولانا سید شمس الحسن رضوی صاحب (ایران)
مولانا سید حسنین باقری صاحب (استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا علی حسنین رضوی صاحب (ایران)
مولانا مکرم علی صاحب (استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ)
مولانا میر شاعر علی صاحب (کرناٹک)
مولانا کوثر مجتبیٰ صاحب (استاد سید المدارس، امروہہ)
مولانا تقی رضا صاحب برقعی (علیگڑھ)
مولانا میثم علی خاں (تہران ریڈیو)
مولانا مسرور عباس صاحب (منتظم باب العلم، نوگانواں سادات)
مولانا صریر حیدر صاحب (لکچرر)
مولانا ذیشان حیدر معروفی صاحب (لکچرر آزاد یونیورسٹی، لکھنؤ)
مولانا عزیز الحسن صاحب (استاد باب العلم، نوگانواں سادات)
مولانا اختر عباس جون صاحب (مبلغ افریقہ، طہ فانڈریشن)
مولانا مرزا سردار حسین صاحب (استاد باب العلم، نوگانواں سادات)
مولانا کلب عباس صاحب میرٹھی

Scanned by CamScanner

مولانا دانش رضا صاحب
مولانا محمد آصف صاحب
مولانا نہال مہدی صاحب (بھیکپور)
مولانا احتشام حسین صاحب (جلالپور)
مولانا قیصر حسین صاحب (جلالپور)
مولانا علمدار حسین صاحب (مدراس)
مولانا ظفر الحسن صاحب (ایران)
مولانا محمد علی زیدی صاحب (ایران)
مولانا سید نذر عباس رضوی (کریم پور)
مولانا قاری محمد مسلم صاحب (مندراپالی)
مولانا غلام علی صاحب
(پرنسپل حامد المدارس، پہانی)
مولانا ریاضت حسین صاحب (گجرات)
مولانا ڈاکٹر آل محمد صاحب (لکھنؤ)
مولانا محمد باقر کاظمی صاحب (ایران)
مولانا باقر مھدی (لکچرر جلالپور)
مولانا سید محمد حسن صاحب (طٰہٰ فاؤنڈیشن لکھنؤ)
مولانا کمیل اصغر صاحب (پونہ)
مولانا محمد مشرقین صاحب
مولانا امیر حسن صاحب (لکھنؤ)

مولانا رضی محمد صاحب
مولانا غلام عسکری صاحب
مولانا اقرار رضا صاحب (سہاوا)
مولانا محمد صغیر صاحب (گجرات)
مولانا زاہد حسین صاحب
(اے۔ایم۔یو۔علی گڑھ)
مولانا ابوالحسن صاحب (ایران)
مولانا شان عباس صاحب (ایران)
مولانا حسین آغا صاحب (کرناٹک)
مولانا عمران رضا صاحب (نجف اشرف)
مولانا بشارت حسین صاحب (لکھنؤ)
مولانا ایثار حیدر صاحب
مولانا فضل مہدی صاحب (لکھنؤ)
مولانا عرفان حیدر اعظمی صاحب
مولانا مسیب علی صاحب (تنزانیہ)
مولانا سہیل عباس صاحب
مولانا اظہر عباس صاحب (کانپور)
مولانا محمد ابراہیم صاحب
مولانا عالم علی صاحب
(استاد جامعہ حیدریہ، خیرآباد)

Scanned by CamScanner

مولانا عباس عالم صاحب (لکچر ربمبئی)
مولانا طیبین حیدر صاحب (استاد گل برگہ)
مولانا رضوان حیدر صاحب
مولانا جوہر علی صاحب (ایران)
مولانا ضیغم عباس صاحب (ایران)
مولانا رضا عباس (جنوبی افریقہ)
مولانا محمد عالم صاحب (لکھنؤ)
مولانا راحت حسین (غازی پور)
مولانا کرار حسین صاحب (ایران)
مولانا مظہر عباس (دہلی)
مولانا علی ظفر کاظمی صاحب (مظفر نگر)
مولانا وصی اصغر صاحب پاشا (مظفر نگر)
مولانا تنویر حیدر صاحب (بمبئی)
مولانا نواب اختر صاحب (دہلی)
مولانا رضا کاظم صاحب (لکھنؤ)
مولانا محمد ذیشان (کانپور)
مولانا واقف رضا صاحب (افریقہ)
مولانا ثمر عباس خاں صاحب
مولانا جوہر علی صاحب (سلطان پور)
مولانا ذریت عابد خاں صاحب مرحوم

مولانا محمد فائز صاحب (ایران)
مولانا یاور رضا صاحب (ایران)
مولانا سید ہادی حکیم صاحب (سلطان پور)
مولانا فیضان معروفی صاحب
مولانا کاظم رضا صاحب (سرسی)
مولانا صادق علی صاحب (نجف اشرف)
مولانا محمد طاہر صاحب
(استاد انوار العلوم، الہ آباد)
مولانا باقر رضا صاحب
مولانا نسیم رضا آصف صاحب (سرسی)
مولانا نفیس رضا صاحب (فیض آباد)
مولانا امیر حیدر صاحب (لکھنؤ)
مولانا اعجاز مہدی آغا صاحب
(استاد جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)
مولانا انوار الحسن صاحب (ایران)
مولانا محمد سبطین خان صاحب (ایران)
مولانا مقصد عباس صاحب
مولانا منظر مہدی صاحب (کوپا گنج)
مولانا علی عباس صاحب (کوپا گنج)
مولانا آصف علی صاحب (لکھنؤ)

Scanned by CamScanner

مولانا فیروز حیدر صاحب (سرسی)

مولانا محمد محسن صاحب (مدرس مدرسہ حسین پور)

مولانا ضرغام حیدر صاحب

مولانا شاہد رضا صاحب

مولانا وفادار حسین (خیرآباد)

مولانا وضعدار حسین صاحب (سیریہ)

مولانا مشیر حسین (سیریہ)

مولانا سبط حیدر اعظمی صاحب (ایران)

مولانا وصی حیدر (مخدوم پور، استاد جونپور)

مولانا سید وصی حیدر رضوی (برسہ آئمہ)

مولانا منظر عباس صاحب

(استاد سید المدارس، امروہہ)

مولانا امیر حیدر صاحب (لکھنؤ)

مولانا محمد حسین صاحب (لکھنؤ)

مولانا محمد حسن صاحب (لکھنؤ)

مولانا سید صفی اصغر نجمی صاحب (سرسی)

Scanned by CamScanner

مولانا محمد شاکر اور جامعہ ناظمیہ

امیر العلماء مولانا سید حمید الحسن صاحب قبلہ

عمید جامعہ ناظمیہ لکھنؤ

کسی بھی تعلیمی ادارے کی عظمت اسکے بانیوں کے اعلیٰ مقاصد اور اسکے بہترین اساتذہ کی تعلیمی وتدریسی محنت اور انتظامیہ کے پُر خلوص توجہات سے وابستہ ہوتی ہیں۔

ایسے اداروں میں مدرسہ ناظمیہ ہے۔ ایکسو پچیس سال (تقریباً) ہو رہے ہیں جب سرکار نجم الملت ؒ کی تعلیمی مشقتوں کو ایک نام دیا گیا۔ مشارع العلوم۔ اسکے لئے ایک جگہ مخصوص کی گئی جہاں آج مدرسہ ہے اسکے لئے چار قدیم کمرے وقف کئے گئے جہاں آج صدر دروازہ ہے اور اس سب کیلئے مالیات مہیا کرنے کا اہتمام مولانا ابوالحسن عرف ابو صاحب نے بذریعہ نواب عباس علی خاں صاحب فرمایا۔ اس طرح بانیان میں موسس اور مدرس اول سرکار نجم الملت ؒ، مہتمم سرکار مولانا ابو صاحب قبلہ اور مالی کمک وقف نواب ناظم صاحب (والد جناب عباس علی خاں) معین ہوئی اور یہ مدرسہ ناظمیہ کہلانے لگا۔

سرکار نجم الملت کے ذریعہ جو کتابیں پڑھائی جارہی تھیں وہ یہاں بھی انہیں سے متعلق رہیں وہ کتابیں؟ مدارک، مطول، شرح چغمنی، صدرا، قاضی، شمس بازغہ، شرح مواقف، تفسیر مجمع البیان، شرح لمعہ (عبادات ومعاملات) زبدۃ الاصول، روائح القرآن، میر زاہد، حمد اللہ، نہج المستر شدین، کافی سرکار نجم الملت سے متعلق رہیں بعد میں شرح کبیر، رسائل، مکاسب، کفایہ کا اضافہ ہوا اور تصریح بھی شریک درس ہوئی۔

اسی وقت شرائع، معالم، مبادی الاصول، فصول الفصول، رشیدیہ، تشریح الافلاک، میبذی، ملاحسن، مختصر معانی، شرح اربعین کیلئے مولانا مظفر علی خاں صاحب اور مولانا سید محمد

Scanned by CamScanner

عباس رہے۔ جبکہ مولانا محمد طاہر صاحب اور مولانا فخر الدین صاحب سے مختصر نافع، فصول اکبری، شرح باب، میزان المنطق، قال اقول، شرح تہذیب، قطبی، سبعہ معلقہ، نفحۃ الیمن متعلق کی گئیں۔ اور مولانا سید ممتاز حسین صاحب سے نحومیر، ہدایہ، شرح مائۃ، ہدایۃ النحو اور ابتدائی درسیات شیخ بندہ علی صاحب سے متعلق رہے۔

یہاں ہم مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ کے احسان مند ہیں جنھوں نے اپنی ایک تحریر سے مدرسہ کے ایک جلسہ منعقدہ ۱۳۱۳ھ کی ایک تقریر کی طرف متوجہ کیا جو مرزا نادر حسین صاحب عرف منے آغا صاحب نے اسطرح فرمائی ''یہ سب نتیجہ ہمارے قبلہ وکعبہ البارع الفقیہ الملاحہ الموقن جناب مولانا سید نجم الحسن لازال شموس افاداتہ بازغہ و بدور افاضاتہ طالعہ کے برکات انفاس کا ہے اور فی الواقع اس زمانہ میں ان کتابوں کا درس دینا تحقیق و تدقیق و اقرع و تنقیح و وسعت بیان کے ساتھ گویا انہیں کی ذات کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اور یہی سبب ہے جید الاستعداد طلبہ کی مرجعیت اسی طرف نظر آتی ہے۔ اس جلسہ میں جنکے سامنے موجودگی میں یہ باتیں ہوئی انمیں جناب مولانا السید مصطفیٰ صاحب قبلہ المعروف بہ میر آغا صاحب قبلہ، جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ، جناب مولانا السید محمد باقر صاحب خلف جناب مولانا سید ابو صاحب مرحوم، جناب مولانا سید محمد مہدی صاحب، جناب مولانا سید آقا حسن صاحب، جناب مولانا ظہور حسین صاحب وغیرہ جیسی عظیم ہستیوں کی موجودگی میں اور یہ سب آج جب پھر یاددہانی کے بطور تو آمیں ہمارے محترم مرحوم بھائی حجۃ الاسلام مولانا السید محمد شاکر صاحب کی توجہات کا نتیجہ ہے۔

جو باتیں ایک کتاب کے ذریعہ پیش ہونا ہیں وہ ایک مضمون کے ذریعہ مناسب نہیں اس لئے بہت اجمال کے ساتھ چند امور درج ہیں۔

سرکار نجم الملت کے سامنے پہلے انکے شاگرد یا پھر اسی مدرسہ میں اساتذہ کی حیثیت سے

Scanned by CamScanner

جو نام ہیں انمیں ہر نام ہماری علمی تاریخ کیلئے ایک سنگ میل ہے چند نام اس طرح ہیں۔مولانا فخر الدین صاحب، مولانا سید فرمان علی صاحب، مولانا سید سبط حسن صاحب، مولانا سید فدا حسین صاحب (چندن پٹی)، مولانا سید حسین علی صاحب (چندن پٹی)، مولانا سید انصار حسین صاحب (کندرکی)، مولانا ریاست علی صاحب (بھیکپور)، مولانا ذاکر حسین صاحب (سنڈیلہ)، مولانا محمد حسین عرف مفتی صاحب، مولانا سید محمد طاہر صاحب (بھیکپور)، مولانا سید محمد عوض صاحب، مولانا قاسم حسین صاحب (لکھنؤ)، مولانا سید شبیر حسین صاحب، مولانا سید ہارون صاحب، مولانا سید محمد داؤد صاحب، مولانا سید محمد صاحب، مولانا یوسف حسین صاحب، مولانا سید محمد رضی صاحب (بنارس)، مولانا حافظ کفایت حسین صاحب، مولانا سید سبط نبی صاحب (نوگانواں سادات)، مولانا راحت حسین صاحب (گوپالپور)، مولانا سید جواد حسین صاحب (امروہہ)، مولانا سید علی صاحب، مولانا سید خورشید حسن صاحب (امروہہ)، مولانا سید محمد عبادت صاحب (امروہہ) اور مولانا سید محمد ذکی صاحب، مولانا سید محمد رضی صاحب، مولانا مرتضٰی صاحب (بزرگ)، مولانا سید محمد صادق صاحب (مترجم ومفسر قرآن)، مولانا سید محمد محسن صاحب۔

اور جب آخر عہد میں نجم الملت نے یہ ادارہ سرکار مفتی اعظم کے سپرد فرمایا تو ہر طرف سے گھپ اندھیرا کر دینے والے ایک کے بعد ایک طوفان اٹھتے رہے لیکن باہمت سرکار مفتی اعظم سفینہ ناظمیہ کو لیکر ساحل مراد کی طرف چلتے رہے۔نجم الملت کے بعد کیا ہوگا، تبرہ ایجی ٹیشن کے حالات میں کیا ہوگا، عالمی جنگ ہے اب کیا ہوگا، جنگ آزادی عروج پر ہے کیا ہوگا، ملک تقسیم ہوگیا کتنے اپنے پرائے بن گئے اب کیا ہوگا، زمینداری کا خاتمہ ہوگیا مدرسہ کیسے چلے گا۔ لیکن ان سب کا جواب ایک ہی ہے ایسے حالات میں آج اگر ناظمیہ زندہ ہے باقی ہے تو اسکا مکمل سہرا اس سہارے کے سر ہے جنہیں مفتی اعظم کہا جاتا ہے اور جنکے مرقد پر انہیں کے الفاظ

Scanned by CamScanner

درج ہیں۔

اٹھوں یون دہر فانی سے کہ بس تو جانے میں جانوں:: نہ دنیا مجھ کو پہچانے نہ میں دنیا کو پہچانوں

اور جب سرکار مفتی اعظم ۶ ماہ کے لئے اپنے سفر زیارات کیلئے گئے تو ناظمیہ اپنے عزیز سرکار تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ کے سپرد کلیۃً کر گئے اس وقت میں نے دیکھا ایک جماعت ہے جو بڑے ذوق وشوق سے بہ پابندی وقت شرح لمعہ پڑھنے درجہ میں آجاتی ہے اس میں سرفہرست میں نے برادرم مولانا سید محمد شاکر صاحب کو دیکھا اور انجمن کی تقریروں میں انکی تقریریں سنیں۔ میرے ذہن میں انکے نقوش ثبت ہونے لگے۔

سرکار مفتی اعظم کے دور میں صف اساتذہ میں جو نام ہیں فہرست طولانی ہے چند نام اسطرح یاد ہیں۔ جناب مولانا شیخ ناصر علی صاحب، جناب مولانا یوسف حسین صاحب، جناب مولانا حامد حسین صاحب، جناب عباس صاحب، مولانا علی سجاد صاحب، مولانا صابر حسین صاحب، مولانا محمد مہدی صاحب، زنگی پور، مولانا غلام مہدی سندھی صاحب، مولانا مجتبیٰ کامونپور، مولانا سید محمد صاحب، مولانا سید مرتضیٰ صاحب (بزرگ)، مولانا مرتضیٰ نقوی صاحب، مولانا سید محمد ہاشم صاحب، مولانا سید ایوب حسین صاحب، مولانا رسول احمد صاحب، عم مرحوم مولانا سید صادق صاحب، مولانا سید محمد محسن صاحب، مولانا محرم علی صاحب، مولانا منظور حسین صاحب، مولانا ظل ابرار صاحب، مولانا حسن نواب صاحب، مولانا مقبول حسین صاحب سیتھلی، مولانا روشن علی صاحب، مولانا مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی۔

اور ۵۸ء میں جب میں بغرض تعلیم عراق روانہ ہوا تو اسی کے آس پاس مولانا السید محمد شاکر صاحب قبلہ اور مولانا محمد حسین آغا نجفی صاحب قبلہ کا بھی بحیثیت استاد تقرر ہوا ہوگا (صحیح تاریخ رکارڈ میں محفوظ ہے) اور راقم عزیزم حجۃ الاسلام مولانا شہوار حسین صاحب اور حجۃ

Scanned by CamScanner

الاسلام مولانا ریحان حسن صاحب کی فرمائش ہے کہ میں مولانا کے بارے میں کچھ لکھوں۔
۵۸ء سے ۶۹ء کا فاصلہ دس ہفتوں کی طرح گذر گیا۔ ۶۹ء میں ایسی عظیم درسگاہ کی ذمہ داری میرے سپرد کی گئی۔ اس وقت تک تبلیغی سفر کیلئے افریقہ، برما، سنگاپور، مہاراشٹر، بنگال مشرقی، مغربی گجرات، پنجاب اور تعلیمی امور کے لئے مدرسہ الواعظین لکھنؤ یونیورسٹی، علیگڑھ، الہ آباد بورڈ، شیعہ عربی کالج اور الف ب سے ممتاز الافاضل تک ناظمیہ اور ایران وعراق خصوصاً نجف اشرف میں مشغول درسیات رہا۔ اور اب پھر سے یہ ذمہ داری۔

میرے نزدیک تعمیر عمارت اتنی اہم بات نہ تھی جتنی یہ بات کہ کسی بھی تعلیمی ادارے کی شان اسکے لائق اساتذہ سے ہوتی ہے۔ میں نے مدرسہ سے دور چلے جانے والے اساتذہ کو انکی پدر روحانی کی طرف شفقتیں یاد دلائیں اور افریقہ سے مولانا ایوب حسین صاحب، گجرات سے مولانا رسول احمد صاحب قبلہ پھر سے مدرسہ میں آ گئے۔ اس طرح کوششیں رنگ لائیں اور مولانا اختر علی تلہری صاحب، مولانا ثاقب حسین صاحب امروہوی، عم مرحوم مولانا سید محمد صادق صاحب قبلہ نے سرپرستی قبول فرمائی۔ مزید شخصیتوں میں جناب اکمال صاحب، جناب راغب حسین صاحب، جد مرحوم جناب ظفر حسین وزّن صاحب، جناب مشرف حسین آثر صاحب، مولانا حامد علی صاحب بھی زینت درس وتدریس رہے۔ سابقین میں مولانا مرتضیٰ صاحب (بزرگ)، مولانا مرتضیٰ نقوی صاحب، حکیم سید محمد اطہر صاحب، مولانا محمد ہاشم صاحب، مولانا مقبول حسین صاحب سیتھلی، مولانا روشن علی صاحب، مولانا محمد شاکر صاحب، مولانا محمد حسین نجفی صاحب، ڈاکٹر مولانا کلب صادق صاحب، مولانا ابن حیدر صاحب کی عظمتیں ضمانت درس ناظمیہ تھیں۔ اور پھر میں نے ان سے جو میرے سامنے درس میں تھے خواہش کی کہ مدرسہ سے فارغ ہوں مگر تا حیات مدرسہ نہ چھوڑیں۔ اس قربانی کے لئے جو ساتھ آ گئے ان میں سرفہرست مولانا فرمان حسین صاحب (علیگڑھ)، مولانا شہنشاہ حسین

Scanned by CamScanner

صاحب، مولانا تنویر حسین صاحب، مولانا محمود احمد صاحب، مولانا محمد مجتبیٰ حسین صاحب(درس بھی انتظامات وحسابات بھی)، مولانا محمد حسنین صاحب، مولانا سید محمد غافر صاحب، مولانا ترابی صاحب، مولانا مرتضیٰ پاروی صاحب، قاری طاہر نظمی صاحب، مولانا ناظم صاحب، مولانا عبداللہ صاحب جیسی شخصیتیں تعاون کے لئے ساتھ ساتھ آئیں۔ بعد میں اس کاروان علم میں کچھ ساتھی چند دن ساتھ رہے پھر اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کے لئے دوسری جگہوں کو اختیار فرمایا جیسے مولانا شمشاد حسین صاحب (نادرے)، مولانا رضی صاحب، مولانا علمدار صاحب، مولانا سید محمد افضال صاحب (میرٹھ)، مولانا سعید حیدری صاحب (ایران)، مولانا غلام عباس صاحب (امروہہ)، مولانا فرمان حسین صاحب (علیگڑھ)، مولانا اختر صاحب، مولانا انیس الحسن وغیرہ بعض حضرات ناظمیہ میں مزید ساتھ آئے ان میں جناب فرید الحسن صاحب، مولانا شمس الحسن صاحب عارفی، مولانا ہادی حسن صاحب ومولانا آل نبی صاحب، مولانا ترابی صاحب، مولانا مکرم صاحب، مولانا حسنین باقری صاحب، مولانا تقی حسنین صاحب یہ تمام نام میں نے بڑی آسانی سے لکھ دیئے ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اگر لکھوں تو مضمون کتابی شکل بن جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک مدرسہ کی زرین تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے اور ہر ایک نایاب ہے۔ الگ مزید ضروری باتیں اس طرح ہیں۔ ۱۹۶۹ء سے ۲۰۱۲ء تک جس مدرسہ کو ہم آج یہاں تک لائے ہیں اس میں دل شکستہ کر دینے والے ۶۹ء، ۷۴، ۷۷ء لکھنؤ کے بڑے فسادات تھے مگر مدرسہ اپنی شاہراہ علمی پر اپنی کارکردگی انجام دیتا رہا۔ ۶۹ء میں جب نظام درس میں تبدیلی چاہی تو ایک مجلس عمل برائے تشکیل وترمیم نصاب قرار دی جس کا کنوینر مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ کو قرار دیا گیا۔ ترمیم و تبدیلی نصاب کے لئے میں نے فیض آباد مولانا وصی محمد صاحب قبلہ مرحوم، بنارس مولانا ظفر الحسن صاحب قبلہ مرحوم کے لئے سفر کئے پٹنہ سے مولانا محمد عمید صاحب، علیگڑھ سے مولانا مجتبیٰ

Scanned by CamScanner

حسن کامونپوری، امروہہ سے مولانا محمد عبادت صاحب جیسی عظیم ہستیوں نے اپنی رائے تحریری طور پر بھیجی۔ نجف اشرف سے آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئیؒ اور قم سے آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپایگانی کی تحریر رائے وہمت افزائی کے خطوط موصول ہوئے سلطانیہ وناظمیہ کے اساتذہ وذمہ داران کی میٹنگ ہوئی اور ہم نے توافق نصاب قدرے اختلاف کے ساتھ منظور کرلیا۔ اس پوری کارکردگی میں مولانا حکیم اطہر صاحب، مولانا نجفی صاحب اور مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ مدرسہ سے شریک رہے۔

اوراب ۶۹ء سے ۲۰۱۲ء تک کس کس کا ساتھ چھوٹ چکا ہے یہ داستان فکر والم آپ سب کے سامنے ہے۔ جناب منشی نقی جعفر صاحب، جناب منشی تقی صاحب بھی نہیں رہے وہ بھی نورانیت کے سمندر میں جذب ہوگئے مگران کی تجلیاں مدرسہ وجامعہ کوجگمگاتی رہیں گے۔ انھیں میں سے حال ہی میں یکے بعد دیگرے قلب ودماغ کے لئے مولانا تنویر حسین صاحب، مولانا شہنشاہ حسین صاحب کے سانحے کیا کم تھے کہ ایک اور ساتھ چھوٹا یہ آخری شیشہ عہد کہن کا جوٹوٹا اس کا ہر جزو ایک روشنی بنکر باقی ہے وہ دور مفتی اعظم میں ۷۵ سال جشن الماسی کے لئے روحِ رواں تھے۔ مدرسہ کے رکارڈ کے تحفظ کے لئے ایک قلعہ تھے اور جب مدرسہ میں ایک سوایک سال کی یادمنائی گئی تو اس کے لئے شریک کار تھے۔ بقول شہرت لکھنوی

ایک سوایک سال کی کیا بات ہے لاکھوں برس
سرپرستی میں امام عصر کی چلتا رہے
ناظمیہ مدرسہ کی جس کے دل میں ہو جلن
ہے یہ شہرت کی دعا وہ عمر بھر جلتا رہے

اوراب صفِ اساتذہ میں ہر چہرہ شاکر ہے ہر نقش ناظمیہ شاکر ہے تمام ادارہ شاکر ہے۔

Scanned by CamScanner

میری تعلیمی زندگی میں تقریباً پندرہ سال میں انکے نقوش پھر ذمہ داری کے ۴۳ سال کے عہد میں ان کا ساتھ رہا یہاں تک کہ ۲۰۱۲ء کے آخری دو تین ماہ انکی علالت کے چھوڑ کر ہمیشہ انکی شفقت انکی مشورت اس طرح تھی کہ لگتا تھا کہ مولانا شاکر ناظمیہ ہیں اور ناظمیہ مولانا شاکر صاحب۔ انھوں نے ممتاز الافاضل ۵۳ء میں کیا انکے ساتھیوں کے چہرے مجھے یاد ہیں۔ مولانا سید محمد کاظم نقوی صاحب، مولانا سید نصیر الاجتہادی صاحب، مولانا طاہر آغا صاحب، مولانا کلب ناصر صاحب، مولانا علی عابد صاحب، مولانا علی ضامن صاحب اور مولانا علی احمد صاحب۔

جب میں نے ۵۸ء میں ممتاز الافاضل کیا اور بغرض تعلیم عراق روانہ ہوا اس وقت اور ۶۳ء میں واپس ہوا تو ناظمیہ میں جلسہ ہوا اس وقت برادر محترم مولانا آغا نجفی صاحب کی عربی تقریریں اور مولانا سید محمد شاکر کی پُر جوش اردو کی تقریریں میرے مدرسہ کے رشتوں کے مستحکم کرنے کی راہنمائی کر رہی تھیں۔ جب ۶۹ء، ۷۴ء اور ۷۷ء کے فسادات تھے تو ہمارے مدرسہ کے ساتھیوں نے کبھی میری ہمت پست نہ ہونے دی اور جب ۹۸ء کا معاہدہ ہوا اس وقت بھی مدرسہ کے تمام رفقا نے اپنے عمل سے یہی کہا حمید الحسن تم اپنی باقی ذمہ داریوں کو بھی دیکھو مدرسہ اپنے کام انجام دیتا رہے گا۔ یہاں پر اور جو کچھ لکھنا ہے وہ چھوڑتا ہوں بقول کامل صاحب مرحوم ۔

یہاں آنسو تو ہیں لیکن نہیں ہیں پوچھنے والے
یہاں ہے چاک داماں اور نہیں ہے بخیہ سامانی

یادِ ماضی عذاب بھی ثواب بھی مدرسہ سے باہر جائیں تو عذاب چہار دیواری میں رہیں تو ثواب۔ زخمی احساسات، کھڑنا، تہہ بہ تہہ، گہرائی کسک چبھن لیکن مرہم کے لئے ہمارا مدرسہ ہمارے مدرسہ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہمارے مدرسہ کے رفقاء اساتذہ کی محبتیں اور ان

Scanned by CamScanner

سب میں سب سے بالا ہمارے محترم بھائی جناب سید تقی رضا صاحب منیجر مدرسہ کی عظیم رفاقت میرے لئے ہمیشہ سکون کا سبب رہی جو آج بھی ہے اور انشاء اللہ رہے گی۔

اور انمیں مولانا شاکر صاحب قبلہ جب مدرسہ میں حکومتی منصب سے ۹۴ء میں فارغ ہوئے اس کے بعد بھی میری گزارشات پر اپنی آخری حیات تک ساتھ دیا۔ان کی تحریریں ایسی میرے پاس ہیں جو ایک طویل داستان ہے۔ درس و تدریس انتظامات ،تصنیف و تالیف، نصاب تعلیم ،مجلس منتظمہ ،مجلس اساتذہ ،مجلس نظم امتحانات ، جلسے ،مجلسیں ،نشستیں ہر جگہ ہر طرف یہاں شاکر صاحب وہاں شاکر صاحب۔ میرے لئے بھائی شاکر صاحب مدرسہ کے لئے استاذ الاستاذہ شاکر صاحب ،قوم کے لئے خطیب محترم مولانا شاکر صاحب ،علماء کے لئے حجۃ الاسلام مولانا شاکر صاحب کہاں نہیں ہیں شاکر صاحب؟

خلق کا پیکر ذرا میں ناراض ذرا میں خوش میرے ساتھ چند لفظوں میں ۴۹ء سے ۵۸ء تک مدرسہ میں۔ پھر ۶۹ء سے ۲۰۱۲ء اسی مدرسہ میں۔ مسافرت میں۔فیض آباد، اکبر پور، امروہہ، نینی تال، ہری دوار، جوگی پورہ، سلطان پور، دمشق، حلب، رقہ، نجف کربلا، سامرہ، کاظمین، قم، مشہد، نیشاپور ہر جگہ یادیں علمی، ادبی، قومی ان میں مسائل، حل، الجھنیں، دعائیں۔

برادر مرحوم مولانا شاکر صاحب آپ کہیں نہیں گئے آپ ہمارے درمیان ایک شش جہتی ہیرا بن کر چمکتے رہیں گے۔

رویۃ الہلال، بحث قبلہ، الظفرۃ علی الطفرہ، تفسیر قرآن، فقہ واصول فقہ، ادب اردو و فارسی و عربی، خطابت مجھے خوشی ہے کہ جعفر تواب سے لیکر ان کی تمام کتابی محنتیں اسی عہد سے وابستہ ہیں۔

جب ۶۹ء میں مدرسہ کی میری ذمہ داریاں شروع ہوئیں تو وہ اکثر مجھے بتاتے رہتے اب یہ کتاب اب فلاں موضوع میں لکھ رہا ہوں۔اور ان کی بعض تحریریں میرے پاس محفوظ ہیں۔

Scanned by CamScanner

میری تعلیمی زندگی میں تقریباً پندرہ سال میں انکے نقوش پھر ذمہ داری کے ۴۳ سال کے عہد میں ان کا ساتھ رہا یہاں تک کہ ۲۰۱۲ء کے آخری دو تین ماہ انکی علالت کے چھوڑ کر ہمیشہ انکی شفقت انکی مشورت اس طرح تھی کہ لگتا تھا کہ مولانا شاکر ناظمیہ ہیں اور ناظمیہ مولانا شاکر صاحب۔ انھوں نے ممتاز الافاضل ۵۳ء میں کیا انکے ساتھیوں کے چہرے مجھے یاد ہیں۔ مولانا سید محمد کاظم نقوی صاحب، مولانا سید نصیر الاجتہادی صاحب، مولانا طاہر آغا صاحب، مولانا کلب ناصر صاحب، مولانا علی عابد صاحب، مولانا علی ضامن صاحب اور مولانا علی احمد صاحب۔

جب میں نے ۵۸ء میں ممتاز الافاضل کیا اور بغرض تعلیم عراق روانہ ہوا اس وقت اور ۶۳ء میں واپس ہوا تو ناظمیہ میں جلسہ ہوا اس وقت برادر محترم مولانا آغا نجفی صاحب کی عربی تقریریں اور مولانا سید محمد شاکر کی پُر جوش اردو کی تقریریں میرے مدرسہ کے رشتوں کے مستحکم کرنے کی راہنمائی کر رہی تھیں۔ جب ۶۹ء، ۷۴ء اور ۷۷ء کے فسادات تھے تو ہمارے مدرسہ کے ساتھیوں نے کبھی میری ہمت پست نہ ہونے دی اور جب ۹۸ء کا معاہدہ ہوا اس وقت بھی مدرسہ کے تمام رفقا نے اپنے عمل سے یہی کہا حمید الحسن تم اپنی باقی ذمہ داریوں کو بھی دیکھو مدرسہ اپنے کام انجام دیتا رہے گا۔ یہاں پر اور جو کچھ لکھنا ہے وہ چھوڑتا ہوں بقول کامل صاحب مرحوم۔

یہاں آنسو تو ہیں لیکن نہیں ہیں پوچھنے والے
یہاں ہے چاک داماں اور نہیں ہے بخیہ سامانی

یادِ ماضی عذاب بھی ثواب بھی مدرسہ سے باہر جائیں تو عذاب چہار دیواری میں رہیں تو ثواب۔ زخمی احساسات، کھڑنا، تہہ بہ تہہ، گہرائی کسک چبھن لیکن مرہم کے لئے ہمارا مدرسہ ہمارے مدرسہ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہمارے مدرسہ کے رفقاء اساتذہ کی محبتیں اور ان

Scanned by CamScanner

ایک عظیم شخصیت ایک بے مثال کردار

ڈاکٹر مولانا سید محمد سیادت نقوی

امام جمعہ والجماعت، امروہہ

تاریخ شاہد ہے کہ دنیائے انسانیت میں شخصیت سازی کا عمل ابتدا ہی سے ہر زمانے میں پایا جاتا رہا ہے سماجی زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں جسمیں فطرتاً ہر انسان اپنی شخصیت منوانے کا خواہشمند نہ رہا ہو چنانچہ سماج کی ہر فرد اپنی اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے سماجی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شخصیت سازی کے عمل کو اپنے لئے ناگزیر سمجھتی رہی ہیں۔

شخصیت سازی کے سلسلہ میں جہاں دیگر انسانی صلاحیتوں کو لازمی قرار دیا گیا ہے ان تمام خصوصیات کے ساتھ خاندانی پس منظر کو سماج کے ہر طبقے میں زبردست اہمیت حاصل رہی ہے یعنی سماجی زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں ملتا جس میں خاندانی پس منظر کو شخصیت سازی کی اساس نہ قرار دیا گیا ہو چنانچہ تاریخ میں بعض شخصیات تو ایسی بھی ملتی ہیں جو بغیر کسی کدو کاوش کے صرف اپنے خاندانی پس منظر کی بدولت ہی سماج کی مشہور و شخصیات میں شمار کی جاتی رہی ہیں اگر چہ انکی پہچان بھی انکی چند روزہ حیات کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتی ہے اور زمانہ انھیں بھلاوے کی نذر کر دیتا ہے۔ لیکن اسمیں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ انکے علاوہ ہر زمانے میں کچھ شخصیات ایسی بھی پیدا ہوتی رہی ہیں جنھیں کوئی خاندانی طرۂ امتیاز تو حاصل نہ ہو سکا جسے وہ اپنی شخصیت کی اساس قرار دے سکتے تاہم انھوں نے خداوند عالم کی عطا کردہ عقل و دانش کے ذریعے اپنی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کی اور اپنی بصیرت فکر و شعور سے کام لیکر زندگی کے اس مصروف ترین ماحول میں اپنے وجود اور اپنے مقصد حیات سے آشنائی حاصل کرنا اپنا فریضہ

Scanned by CamScanner

سمجھا اور اپنی پوری زندگی کو متواتر جد وجہد اور مسلسل ریاض سے تعبیر کرتے ہوئے اپنے مقصد حیات کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جہد مسلسل کے ذریعے مختلف شعبہ ہائے حیات میں اپنے وجود کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی شخصیت کا لوہا منوایا ہے حقیقتاً ایسی ہی شخصیات کو سماجی دنیا میں حیات دوام حاصل ہوتی رہی ہے اور انھیں شخصیات کے باقیات الصالحات کو سماج کے ہونہار اور بزرگ افراد اپنے لئے نمونۂ حیات قرار دیکر اس کشمکش حیات میں ایک کامیاب انسان بنتے رہے ہیں۔

انھیں عظیم شخصیات میں سے ایک قابل ذکر اور محترم شخصیت علامہ سید محمد شاکر صاحب قبلہ مرحوم کی بھی ہے جو اس وقت ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن اپنی زندگی کو جہد مسلسل کی آماجگاہ بنا کر اپنی سیرت وکردار کے ایسے گہرے نقوش چھوڑ گئے ہیں جو آنے والی نسلوں کو مقصد حیات کے صحیح مفہوم سے آشنا ومتعارف ہونے کی نشاندہی کرتے رہیں گے۔

علامہ محترم کی ذات والا صفات شخصیت سازی کے سلسلہ میں ایک ایسے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جو اس لق ودق صحرائے حیات کے ہر تھکے اور ماندہ مسافر کے لئے ایک منارۂ نور کی طرح ہدایت ورہنمائی کر کے منزل مقصود تک پہونچاتی رہیگی۔

مولانا اپنے آبائی وطن امروہا کے اس خانوادے کے فرد فرید ہیں جو اولاد حضرت سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ میں اپنی عظمت کردار کے اعتبار سے مخصوص مقام کا حامل رہا ہے جہاں آپ نے آنکھ کھولکر خاندان کے بزرگوں خصوصاً اپنی والدۂ محترمہ کے زیر سایہ تربیت پائی ابتدائی تعلیم اسوقت کے ایک پرائمری اسکول میں حاصل کر کے ''مولوی'' کا امتحان سید المدارس امروہا میں تعلیم پا کر پاس کیا اور لکھنؤ مدرسۂ مشارع الشرائع چلے جو بعد میں جامعہ ناظمیہ کے نام سے مشہور ہوا جہاں مفتی اعظم سید احمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی سرپرستی میں رہکر تعلیمی مراحل طے کئے اور دوران تعلیم ہی مفتی صاحب کی تعمیل حکم میں وہی سے اپنے

Scanned by CamScanner

تدریسی سلسلے کا آغاز کیا جو آخر دم تک رہا۔

مولانا کی شخصیت ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت رہی ہے جو انسانی کمالات وصفات کا ایک مکمل نمونہ تھی مولانا صرف ایک بہترین مدرس اور عالم ہی نہیں تھے بلکہ اپنے وقت کے ایک زبردست محقق وفلسفی بھی تھے چنانچہ دوران تدریس مختلف موضوعات پر جو تحقیقی مقالات قلمبند کئے ہیں وہ مولانا کی علمی و تحقیقی صلاحیتوں کا ایسا عظیم شاہکار ہیں جو دنیائے علم و تحقیق میں مولانا کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ جسمیں ''الطفرۃ علی الطفرۃ'' ''تفسیر کلینی''، ''رویۃ الہلال''، الحاشیہ علی الوجیزۃ، الشیخ بہاء الدین عاملی اسکے علاوہ شرح تجرید کی شرح، تصریح کی شرح، ''حمد اللہ'' کا ترجمہ، ''الشمس البازغہ مولفہ محمود جونپوری کی شرح ''الحکمۃ البالغۃ فی شرح الشمس البازغہ'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حقیقتاً مولانا دور حاضر کی ان چند علمی شخصیات میں ممتاز ومنفرد مقام کے حامل رہے ہیں جنکے علمی و تحقیقی کارناموں کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ مولانا نے تعلیم و تعلم کو اپنا مقصد حیات قرار دیکر دنیا کے سامنے اپنی زندگی کا ایسا معیاری نمونہ پیش کیا ہے جسمیں عالمانہ جاہ و جلال کے ساتھ فلسفیانہ فکر ونظر کی دوربینی اور شاعرانہ پرواز تخیل کی دور رسی بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ حقیقتاً مولانا کی ذات انسانی عظمت کردار کے گلہائے رنگا رنگ کا ایک ایسا حسین گلدستہ ہے جسکی رنگینیاں اور حسن و جمال ہر صاحب نظر کے لئے پُرکشش اور جسکی خوشبوئیں ہر ذہن ودماغ کو معطر کرتی رہیں گی۔

مولانا نے چونکہ اپنے آپ کو ہمیشہ سمیٹ کر رکھا جسکی وجہ سے عموماً آپکی شخصیت کا صحیح تعارف نہیں ہوسکا اور عام طور پر آپ کو ایک بہترین مدرس اور ایک ممتاز عالم ہی کی حیثیت میں پہچانا جاتا رہا ہے حتی کہ انکے قریبی لوگ بھی انکے پوشیدہ کمالات وخصوصیات سے واقف نہیں ہو پائے اسلئے کہ عموماً لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ مولانا ایک جید عالم وفاضل متبحر اور ایک

Scanned by CamScanner

عمیق نظر محقق و مفکر ہونے کے ساتھ ایک دیدہ ور شاعر بھی تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ انکی شاعری کا حلقہ انتہائی محدود رہا ہے اور انھوں نے ایک پیشہ ور شاعر کی طرح اس فن کو نہیں اپنایا ہے بلکہ فطرتاً شاعری کا ملکہ رکھنے کے سبب اپنے جمالیات ذوق کی تسکین و تشفی کے پیش نظر شعر کہتے تھے اسی لئے کوئی مجموعۂ اشعار مرتب نہ کر سکے اسمیں شک نہیں کہ انکی شاعری ان قدیم عام شعراء کی طرح نہیں تھی جنھیں ''انھم یقولون مالا یفعلون'' کا مصداق قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے شاعری کی بنیادی اہمیت کو پہچانتے ہوئے شاعری کو اپنایا ہے اسی لئے انکی شاعری ''الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا'' کی ترجمانی رہی ہے انھوں نے اپنی شاعری کے فن کو ایمان، عمل صالح اور ذکر خدا کی تبلیغ و ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ جو اشعار وہ کہہ گئے ہیں ان تمام اشعار میں بحیثیت شاعر اپنے فنی کمالات کے ذریعے حقائق کائنات اور اسرار حیات کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ انکے فطری شاعر ہونے کے سبب ہی انکی فکر و نظر میں وہ گہرائی گیرائی پائی جاتی ہے جس نے انھیں دنیائے تحقیق میں ایک نکتہ چیں اور باریک بیں محقق کے مقام سے نوازا ہے۔

نمونے کے طور پر مولانا کے چند اشعار پیش کئے جا رہے ہیں

جہاں کوہ آتش فشاں اور بھی ہیں وہیں گلشن و آشیاں اور بھی ہیں

بڑی محنتوں سے سجایا ہے جکو مرے پاس ایسے جہاں اور بھی ہیں

نہ کی قدر میری انھوں نے تو کیا غم ہزاروں مرے قدرداں اور بھی ہیں

جبیں جھک ہی جاتی اگر جھکنا ہوتی نظر میں مرے آستاں اور بھی ہیں

Scanned by CamScanner

شاکر بھائی

(نجی ڈائری کا ایک ورق)

ادیب عصر مولانا حسن عباس صاحب فطرت

پونہ (مہاراشٹر)

اگر ہم آپ چند لوگوں سے سوال کریں کہ جناب والا کی نظر میں سب سے پیاری چیز کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ سبھی الگ الگ جواب دینگے۔ کوئی بلا تامل کہے گا "ماں" کوئی "وطن" کوئی دوست کوئی عزیز قریب کا نام لیگا۔ مگر در حقیقت یہ سارے کے سارے جواب نامکمل، ناقص اور اصطلاحاً غیر جامع ہیں لیکن احقر کے ضعیف و کمزور دماغ میں اس کا صحیح و کامل جواب ہے "ماضی" کہ یہی ایک ایسا کینوس ہے جس میں ابتدائے ہوش سے تاحال جملہ نقوش حیات ثبت ہوتے ہیں اور تمام کھٹی میٹھی، کچی پکی یادیں محفوظ وثبات رہتی ہیں۔ اسی میں دھرتی ماں، پیاری ماں، یار جانی، آپا، باجی بلکہ سارے متحرک وساکن پیارے اور من موہن مناظر وافراد کہکشاں جیسے چمکتے نظر آتے ہیں۔ اسی میں یادِ ایام عشرت فانی بھی ہے اور "کون جائے ذوق یہ دلی کی گلیاں چھوڑ کر" "یاد آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانہ" یہ کون سا طلسم ہے جس کے چلتے ماضی سانولا سلونا ہو کہ غم آگیں مگر حال آتے آتے وہ سنہرا بن جاتی ہے غمنا کی خوشحالی کا ملبوس پہن لیتی ہے۔ ظالم وجابر استاد پیارے پیارے سے لگنے لگتے ہیں ابا حضور کی گھڑکیاں گلاب کی چھڑی بن جاتی ہے۔ امی جان کا منھ بسورنا وموئے مردے کہنا قم باذن اللہ جیسا لگنے لگتا ہے۔ دوستوں کی جراحتیں، اقربا کی عقرب نمائیاں آب حیات کا مزہ دینے لگتی ہیں۔ اُس سخت بیماری کی یادیں بھی لذت ملتی ہے جس نے جسم نازنیں کو لوتھڑے

Scanned by CamScanner

میں بدل دیا تھا المختصر ماضی اوراس کی یادوں سے زیادہ پرلطف ومزیدار اس دنیائے ناپائدار میں اور کوئی شئے نہیں۔ خوف تو یہ ہے کہ کہیں آخرت میں بھی اس کی یاد نہ آجائے اوران جانے میں وہاں کی نعمتوں کا کفران ہوجائے۔

اس بندۂ ناچیز نے کئی مدرسہ دیکھے وجھیلے، کئی اسکولوں میں تماشا بنا تماشائی بھی، کالج بھی نہ چھوٹا۔ یونیورسٹی کی ھوا کھائی۔ قوم کے دو بڑے جامعات سلطان المدارس وناظمیہ کومکدر و بدنام کیا اگرچہ نگاہ خلق میں محبوب ومکرم بھی رہا۔ چنانچہ سلطان المدارس کی مختصر زندگی کا حاصل سبط بھائی تھے (مشہور مورخ ومحقق چودھری سبط محمد نقوی اکبرپوری) تو ناظمیہ کے طویل قیام کا حاصل یکتا وہمتائے روزگار شاکر بھائی ٹھہرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچاس سے ستر کی دہائی تک کا کوئی بچہ، جوان ایسا نہ ہوگا جسے ان مدارس کا آب ودانہ راس آیا ہواور وہ سبط بھائی وشاکر بھائی کے حلقۂ عطوفت سے الگ وبیگانہ ہو ہاں اگر اکادکا کوئی ایسا نکل بھی آئے تو اسے مولوی، ملاّ، مولانا، جناب کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ (میری نظر میں)

خوش بختی میری کہ مدرسہ ناظمیہ میں داخلہ کے بعد ہی نحیف الجثہ، کم سخن، موہنی صورت والے شاکر بھائی میں پیار والفت کی ایسی گہری بوباس محسوس ہوئی کہ میں انہی کا ہوکر رہ گیا اس پر مستزاد ان کا مدار حقہ تھا جو ہمہ وقت بیدار وروشن رہتا تھا نہ وہ تھکتا نہ پینے والے۔ برسبیل تذکرہ اسی مدرسہ عالیہ ناظمیہ میں ایک اور بلند بان وبھرپور حقہ تھا استاذی العلام سرکار مفتی اعظم آقائی احمد علی صاحب قدس سرہ کا جسے ہم دور ونزدیک سے دیکھ دیکھ کر منھ میں پانی بھر لاتے کیونکہ وہ سرکار مرحوم کے لب ہائے مقدس سے چھوٹتا ہی نہ تھا مرحوم جعفر صاحب مستقلاً اس کے مہتمم وپاسباں ہوا کرتے تھے تو اپنی دال کیسے گلتی۔ خدا ہزاروں رحمتیں نازل کرے ان کی روح پاک پر میں نے بہت سے بزرگ، کریم وشفیق استاد پائے مگر مفتی اعظم جیسا عالم متبحر، روحانی، طلاب دوست کا مقام سب پر بالا ہے ایسا استاد جس نے میرے جیسے سرکش وآزادرو

Scanned by CamScanner

طالب علم کو بھی اپنی شفقت سے زیر کرلیا تھا۔ان کی باتیں دہرانے لگوں تو دفتر بن جائے۔
ہاں شاکر بھائی ہی کے کمرہ میں حکیم سید علی حیدر جعفری مرحوم کا بھی بسیرا تھا۔موصوف حافظ فرمان علی صاحب مرحوم کے وطن چندن پٹی کے رہنے والے تھے۔وہ ملے تو معاملہ دو آتشہ ہوگیا جو میرے سلطان المدارس کی طالبعلمی کے (۴۷۔۱۹۴۸ء) کے دوست تھے اور تکمیل الطب میں پڑھتے تھے ایف۔اے تک انگریزی پڑھکر طبیہ کالج علیگڑھ پہونچے اور پھر ترقی پاکر معزز عہدے پر فائز ہوئے وہیں مکان بنایا اور ریٹائرمنٹ کے بعد علیگڑھ ہی کی خاک کا پیوند بن گئے رحمۃ اللہ علیہ۔بہر حال ایک نشد دوشد میری رفت وآمد بڑھ گئی اور فالتو وقت کیف ونشاط کے ساتھ گذرنے لگا۔
یادش بخیر مدرسہ ناظمیہ میں شاکر بھائی کی ملازمت کا ابتدائی دور تھا جو مدرسہ کی روایت کے مطابق ممتاز وقابل طلاب کو ناظمیہ کی اعلیٰ سند کے حصول پر ملتی تھی انکو ''کافیہ'' کی جماعت ملتی تھی۔۴۴ روپے ماہانہ تنخواہ تھی شادی نہیں ہوئی تھی مگر والدہ ماجدہ کے ساتھ ان کا سارا کنبہ ان ہی پر منحصر تھا ایک چھوٹا بھائی باقر میاں تھے۔گورے چٹے،کھلاڑی اور ہنس مکھ پڑھائی کے بعد ملٹری میں چلے گئے جلد ہی ان کی جدائی کا داغ بھی بڑے بھائی کو سہنا پڑا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔
شاکر ابتدا ہی سے محنتی اور ذہین تھے صورت وسیرت میں مولا علیؑ کے معیار پر کھرے اترنے والے مومن وشیعہ علیؑ چنانچہ مصیبت وصعوبت نے ان کا کبھی ساتھ نہیں چھوڑا مگر چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ قائم رہی۔پڑھاتے تو کافیہ وہدایہ تھے پھر بھی صرف ونحو کی موٹی موٹی کتابیں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔مضامین بھی لکھتے تھے۔مفید ودلچسپ مگر کم کم یہی حال انکی بانکی ترچھی بلکہ انقلابی وتعمیری شاعری کا بھی تھا۔حکمت وطب سے بھی شغف تھا اور تو اور اعلیٰ حضرت کو علم فراست الید میں بھی خاصہ دخل تھا۔نصف صدی پہلے ان کی بتائی ہوئی باتیں

Scanned by CamScanner

میرے لئے آج بھی سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ اصول کے اتنے پکے کہ ہم ان کو بے جھجک کٹّر پنتھی کہہ سکتے ہیں۔ درحقیقت وہ مومن کامل ہیں کیونکہ بقول غالبؔ انکی مٹھی میں اصل ایمان کی کنجی ''وفاداری بشرط استواری'' ہمہ وقت موجود رہتی تھی۔ سوچئے پتہ نہیں کہ ہمہ صفت موصوف و ہمہ جہت باکمال ہونے کے باوجود ۱۹۵۲ء میں مدرسہ ناظمیہ کی چادر پیر کے انگوٹھے میں پھنسا کر جو سوئے تو کروٹ بھی نہیں بدلی جگائے گئے تو جاگے امروہہ خود نہیں آئے بلکہ جبراً وقہراً لائے گئے خدا کا شکر ہے کہ اب بھی ان میں رس وحسن باقی ہے اور بیماری کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے ہیں خدا انکو دوبارہ مرد میدان بنادے کہ ابتک ان کے تیور بدلے نہیں ہیں۔ خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شاکر بھائی کے فرزند ارجمند مولانا محمد افضال قمی سلمہ اللہ منصبیہ کالج میرٹھ کی ٹوٹی ہوئی کشتی کا پتوار بن کر اسے کنارے پر لگانے میں جٹے ہوئے ہیں۔ شاکر بھائی کو اس عمر میں اپنے صاحب زادے کی کارکردگی وکامیابی سے راحت وطاقت تو ضرور ملتی ہوگی۔

مجھے ہمیشہ سے حساب کتاب کا مرض رہا ہے چنانچہ میں اکثر پریشان سا رہتا تھا کہ شاکر بھائی اتنی سی تنخواہ میں روپہ سوا روپیہ کا خمیرہ تمبا کو خرید کر دھوئیں میں اڑا دیتے تھے مگر منھ سے کچھ نہ کہا حقہ وہ بڑے لاگ لگاؤ سے پیتے۔ تنہائی میں بھی ان کا ساتھی حقہ ہوتا حسن اتفاق سے برابر میں باورچی خانہ تھا، آگ انگارے کی کمی نہیں اور ذاکر باورچی ان کا مرید۔ مگر ایک بات میں نے محسوس کی کہ وہ خود کو تنہا تنہا محسوس کرتے تھے۔ چہرے پر غمنا کی دھند بن کر چھائی رہتی تھی خود کو لئے دیئے رہتے گویا باہمہ و بے ہمہ والی کیفیت تھی اس کا راز بعد میں کھلا کہ ان کے سارے بے تکلف ہونہار وذہین ساتھی بکھر چکے تھے اور شاکر بھائی کا ناظمیہ میں یہ حال تھا۔

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا :: بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا

ان سے جدا ہو کر دور چلے جانے والوں میں علامہ نصیر الاجتہادی لاہور (بلبل ہزار

Scanned by CamScanner

داستان)، حجۃ الاسلام مولانا علی عابد صاحب کراروی ممتاز و منفرد عالم دین، لندن۔ حجۃ الاسلام سید کاظم نقوی مجتہد العصر علیگڑھ اور ایسے ہی کئی نامور لوگ شامل تھے۔ ایک خفیہ و مجرمانہ خبر یہ بھی ہے کہ ہر مدرسہ کی طرح مدرسہ ناظمیہ کے طلاب بھی دو گروہ میں منقسم تھے مگر ان دیکھے وہاں کئی گروہ تھے یہ سب کے سب اعلیٰ ذوق، صالح مزاج والے، خاندانی پڑھنے لکھنے، تحریر و تقریر کے دھنی پھر کوئی کاہے کو کسی سے انیس بن کے رہتا سب کے سب اپنی کھال میں مست الست رہتے مگر یہ اختلاف سلطان المدارس والا نہ تھا جہاں معاملہ تشدد تک آجاتا البتہ ہم اسے سرد جنگ و مثبت کہہ سکتے ہیں جس نے ادب و آداب پر کبھی چھلانگ نہیں لگائی۔ شاکر بھائی قدرتی طور پر اس سے الگ نہیں تھے بلکہ بائیں بازو کے پرچمدار نہ سہی ہراول دستے میں ضرور تھے کہ بعد کے زمانے میں بھی انکو کبھی کبھی وہ دن یاد آجاتے مگر اسے بھانپنے والے ہی بھانپ سکتے تھے یعنی خاکسار جیسے شیر یر طلاب۔

شاکر بھائی خوش لباس نہ سہی مگر خوش خوراک ضرور تھے۔ مچھلی پکانے میں ان کا جواب نہ تھا۔ ان کو کسی سے بیر نہ تھا مگر مدرسہ ناظمیہ و آل نجم العلماء سے پیارا بھی کوئی نہ تھا۔ میرے جیسے کی جو قدر و محبت تھی وہ اسی نسبت سے تھی۔ شاکر بھائی کا دوسرا پیار کتابیں اور مطالعہ تھا۔ عینک و چشمہ کی منت کشی کے بغیر کتب بینی، تصنیف و تالیف سے یاری کبھی نہ چھوٹی نہ بھڑک بھڑک کے نہ مفلس کا چراغ بنے اپنی روش مستعدی و لگن میں کمی نہیں آنے دی اس نے محبی و مکرمی سرکار امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب قبلہ زاد شرفہ نے ان کو صدرا کا کلاس ہی نہیں دیا بلکہ اپنا معتمد و معین خاص بھی بنایا جسے ان سے بہتر کوئی دوسرا نبھا نہیں سکتا تھا۔ وہ مدرسہ ناظمیہ کے وائس پرنسپل ہی نہیں مدرسہ کے ذروں سے تاروں تک کے امین تھے۔ جب تک دم میں دم رہا مسئولیت پوری کی کمزوری آنے کے بعد بھی تدریس کو اولیت دیتے رہے۔

کبھی کبھی میں دل ہی دل میں پکار اٹھتا کہ خدایا تو نے ہمارے شاکر بھائی کو کس مٹی سے

Scanned by CamScanner

بنایا ہے کہ انھیں ناظمیہ مدرسہ کے قلیل بلکہ اقل پیسوں کے سوا کسی پیسے سے انسیت نہیں وہ اسم با مسمی شاکر ہی نہیں صابر بھی ہیں اپنی دنیا میں مگن، اپنی جگہ انجمن نہ کسی سے رشک نہ جلن نہ شکوہ نہ حرص (حریص علی المومنین کے سوا) انکے کتنے شاگرد ہیں بلکہ ان کے شاگردوں کے کتنے شاگرد ہیں اسے گننا آسان نہیں بلکہ مستقل ایک کام ہے اندازہ ایک ہزار کا ہے کتنوں کو لکھنا سکھایا ذاکرو منبری بنایا خود کبھی عوامی انداز خطابت وعمومی ذاکرین کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ جہاں تک یاد آتا ہے میں نے شاکر بھائی کو کسی سے بحث وتکرار کرتے نہیں دیکھا وہ اپنا کام چند جملوں میں نکال لیتے تھے میرؔ نے شاید انہیں جیسوں کے لئے کہا تھا۔

بڑے سلیقے سے میری بسر ہوئی اے میرؔ
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

شاکر بھائی کے یہاں دورخا پن کبھی نہیں دیکھا وہ جس کو مانتے تھے ظاہر و باطن میں مانتے تھے اور جس سے الگ تھے سو الگ ہی رہے جو کہتے وہی کرتے اس پر اٹل رہے سب کو علم دین پڑھایا تو اپنے بڑے بیٹے کو بھی پڑھا کر حوزہ علمیہ قم بھیجا جو کئی مدارس میں معلم رہے اب منصبیہ عربی کالج میرٹھ کے رئیس و پرنسپل ہیں چلئے اب ایک اور تلخ و شیریں تذکرہ ہو جائے کہ بات اولاد تک آ گئی یہ اولاد نیک نام بھی انکو بڑے مصائب ومشکلات جھیلنے کے بعد نصیب ہوئی۔ ہمارے آپکے بلکہ ساری دنیا کیلئے شادی خانہ آبادی اور لطف وسرور کا سبزہ زار ہوتی ہے شاکر بھائی کی شادی تو عزیزوں میں ہوئی مگر ملک کے باہر اور وہ بھی پاکستان میں جہاں کے قانون وسیاست میں اولیت ہند دشمنی کو حاصل رہی ہے نہ پوچھئے کہ بیگم صاحبہ کو بدلیس سے نکالنے اور انکو دیسی بنانے میں غریب شاکر بھائی کو کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے جسے بھائی صاحب تو خندہ پیشانی سے جھیلتے رہے جبکہ ہم چند بیچارے یعنی انکے وابستگان کا یہ حال تھا کہ ان پر پڑنے والی افتاد کا تصور کر کے مرے جاتے تھے مگر شاکر بھائی کی زبان سے کچھ نہ سنا اسی

Scanned by CamScanner

بحرانی دور میں احقر کو سرکار مفتی اعظم طاب ثراہ کے حکم سے شاکر بھائی کی کلاس بھی تین چار مہینے تک لینی پڑی حکم ہی سنکر بندہ کو دانتوں پسینہ آ گیا مگر حکم حاکم سے زیادہ مرگ مفاجات یعنی شاکر بھائی کی محبت دامن گیر تھی اس لئے یہ دلیل (سپاہی کو اوپر سے ملنے والی سزا) قبول کرنی پڑی اور وہ سخت زمانہ (خدمت خلق + معاوضہ قلیل) کسی طرح کٹ گیا۔

دیکھئے پھر بات ماضی کی آگئی۔ ہائے کیا زمانہ تھا لکھنے والوں کی قدر بولنے والوں سے کم نہیں بلکہ میرے تجربے کے مطابق کچھ زیادہ ہی تھی۔ میں نے ادبی وقلمی تالاب میں ٹامل ٹیاں مارنا تو فیض آباد (وثیقہ عربی کالج) ہی سے شروع کر دیا تھا اور بڑی بڑی قصیدہ خوانی کی محفلوں میں میری چلبلی نظامت اچھی خاصی مقبول ومشہور ہو چکی تھی یہ بات مجھے حالیہ سفر فیض آباد میں ایک بزرگ شاعر نے بتائی بلکہ یہ بھی کہا کہ قصیدہ خوانی کی محافل میں دلچسپ و چٹ پٹی نظامت کا جو ڈول آپ نے ڈالا تھا (۱۹۵۲-۵۳ء) وہ آج تک قائم ہے ہاں یہ تو بالکل صحیح ہے کہ اس زمانے میں ایسی محفلوں میں صرف شعرا کا نام پکارا جاتا تھا کوئی حاشیہ آرائی نہیں ہوتی تھی۔ المختصر جب راقم لکھنؤ پہنچا تب تک دو تین ادبی مقالے ''آج کل'' دہلی میں شائع ہو چکے تھے (جو ایک معیاری ماہنامہ تھا اور ہے) عربی طالب علم ہونے کے ناطے بھی اس کو زیادہ سراہا گیا اس وقت کے بڑے بڑے ادیبوں پروفیسر مسعود حسن ادیب، ممتاز حسین جونپوری، حیات اللہ انصاری، علامہ اختر تلہری، سید احتشام حسین صاحب مرحوم نے مجھے قدر و محبت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ شعرا میں تو نہالؔ رضوی، شاربؔ لکھنوی، تکمیلؔ لکھنوی، کرشن بہاری نورؔ نے مجھے اپنا ہم جولی بنالیا۔ پھر ہفتہ وار ''پیام اسلام'' لکھنؤ میں مسلسل لکھنے سے اپنی عزت ہم چشموں و معاصر طلاب میں بھی بن گئی ساتھ ہی شاکر بھائی سے بھی قربت بڑھتی گئی۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس ملاپ و یگانگت کے باوجود ایک غیر مرئی خطہ انفصال ہم دونوں میں موجود تھا۔ میری سوچ کے مطابق اس کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ میرا دوستانہ ان کے ایک توانا و

Scanned by CamScanner

مقتدر حریف سے بہت بڑھ گیا تھا اگر چہ میرا ان کا رشتہ صرف ادبی تھا۔ مدرسہ ناظمیہ کی وہ اہم شخصیت بھی تھی انھوں نے مجھ میں نہ جانے کیا پایا کہ پہلی ہی ملاقات میں برادرانہ قائم کرلیا بہر حال یہ تو جملہ معترضہ تھا ورنہ شاکر بھائی کے خلوص و پذیرائی میں کبھی کوئی کمی دیکھنے میں نہیں آئی۔ صورت سیرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نہ کبھی حال دل کہا نہ لاف وگزاف میں خود کو ملوث کیا۔ دولت ہی کی طرح انھیں شہرت سے بھی دلچسپی نہیں رہی، اونچی محفلوں میں شرکت، سر اٹھا کے چلنا۔ کسی کو کہنی مار کر آگے بڑھ جانا انھوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

شاکر بھائی کی ہر بات اچھوتی و البیلی تھی۔ بڑوں سے مل کر اپنا قد اونچا کرنے کی فکر سے زیادہ ان کو چھوٹوں کی حوصلہ افزائی عزیز تھی۔ ہنسی مذاق انکی شریعت میں استحبابی حیثیت رکھتے تھے۔ کھیل کود کے مخالف نہیں تھے دل بہلانے کا کرتب بھی رکھتے تھے انکے علمی کارنامے بھی انمول اور ابداع کے نمونے ہیں۔ جو کام کسی نے نہ کیا ہو ان کی نظر اس پر رہتی تھی چاہے وہ مقالہ یا کتاب۔ اصول کافی میں مندرجہ آیات کی تفسیر، فلسفہ قدیم کے مسئلہ جز لا تجزی کا ابطال جو تین سو سال سے یوں ہی چل رہا تھا۔ ویسے راقم طالب علمی کے دور میں اس مسئلہ پر مشکوک تھا مگر ملا صدرا کی جلالت نے اُف کرنے کا موقع نہیں دیا "الظفر علی الطفرہ" نامی کتاب شاکر بھائی کا شاہکار ہے جسے مجھ جیسے کم علم کیلیے پڑھنا وسمجھنا ایک مہم سے کم نہیں اور میں تو کیا اس کی تعریف تو سید العلماء اور سید ظفر الملۃ نے کی ہے امید کہ عالم اسلام میں اس کی صحیح قدر کی جائیگی۔ ضرورت ہے کہ ان کے تمام رشحات قلمی کو جمع کیا جائے ان کے شعری آثار کا مجموعہ شائع کیا جائے تا کہ ان کا صحیح علمی وادبی مقام و مرتبہ معین ہو سکے اور نئی نسل کے لئے وہ نمونہ بن سکے۔ بہر حال یہ مقام شکر ہے کہ باسی کڑھی میں ابال آیا۔ "الظفرہ علی الفطرہ" کی اشاعت بھی برسوں بعد سہی) ہوئی اور رونمائی بھی۔ نئی نسل میں ان کے مدح خوان محقق اہل قلم مولانا سید شہوار حسین اٹھے جنھوں نے شاکر بھائی کو سراہنے اور دوسروں کی حوصلہ افزائی

Scanned by CamScanner

کیلئے ایک تقریب کا انعقاد قلب کشور دہلی نو میں منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ خدا کرے وہ قلم جسے ہماری ملت نے طاق نسیاں پر رکھ چھوڑا ہے اس کی آبرو بحال ہو اور ذکر اہلبیتؑ (عارضی) کے ساتھ ساتھ انکے تذکرہ دائمی کی بھی سبیل ہوتی رہے یعنی تحریر کو بھی زندہ رکھا جائے۔

اب تو بندہ عمر کے آخری سیڑھی پر آچکا ہے۔ بقول امام خمینیؒ پایان عمر کو پہنچ چکا ہے۔ وطن سے دور لکھنؤ سے دور، مدرسہ ناظمیہ سے دور، دوست واحباب زیادہ تر خلد سدھار چکے ہیں۔ جو ہیں وہ مشغول ومصروف یا ناتواں پھر بھی جب تصور کی کھڑ کی کھلتی ہے تو سامنے لکھنؤ ہی دکھائی دیتا ہے پھر مدرسہ ناظمیہ کا صحن اور ہال اور ہال کے ایک گوشہ میں تشریف فرما پروفیسر معقولات مولانا محمد شاکر نقوی امروہوی اسی انداز وہیئت میں جو پچاس ساٹھ برس پہلے تھی۔ نہ قد و قامت میں کوئی تبدیلی نہ ملبوس و پوشاک میں کچھ فرق آیا ہے یادوں کا غبار بیٹھ جاتا ہے تو پھر آغا غلام حسین بلتستانی، مولانا ابن علی شائق، مرحوم مولوی ریاست حسین سیتھلی، مرحوم مولوی محمد رضا باسٹوی، مولانا سعید اختر کاظمی اور کتنے ہی چھوٹے بڑے سواروں کا کاروان نمودار ہوتا ہے اور میں ریزہ ریزہ ہوجاتا ہوں۔

باتیں بہت ہیں کہی ان کہی دونوں۔ شاکر بھائی کا زہد وتقویٰ، توکل، ایثار، حسن خلق، عاجزی وانکساری، دریا دلی، خوش مزاجی، اصول پرستی، جفاکشی ہر ایک پر میرے جیسا نا اہل الگ الگ مضمون لکھ سکتا ہے لیکن میرے خیال میں مندرجہ بالا خوبیاں حاشیہ وجھالر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی شاکر بھائی شئے دیگر ہیں ان کی شخصیت کی خوش قامتی وزیبائی ان سب کی محتاج نہیں۔

Scanned by CamScanner

مسند درس ویران

خطیب اکبر مولانا مرزا محمد اطہر صاحب
سابق پرنسپل شیعہ ڈگری کالج، لکھنؤ

یہ خبر تمام مومنین ہندوستان کیلئے اور خاص طور سے عربی مدارس کے طلباء کیلئے بہت افسوسناک ہے کہ ایک باعمل عالم دین اور بہترین شفیق مدرس ان کا ساتھ چھوڑ گیا۔ مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ امروہوی نہ صرف ایک عالم نہ صرف ایک مدرس بلکہ ایک بہترین انسان بھی تھے جنہوں نے اپنے کو ہمیشہ نام ونمود سے دور رکھا ہر ایک سے جھک کر ملے ہر ایک سے اخلاق سے پیش آئے اور اپنا تمام تر وقت اور تمام تر صلاحیتیں اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے اور ان کی کردار سازی میں صرف کر دیں۔

کسی زمانہ میں عربی مدارس کا سب سے بڑا مسئلہ سرمایہ کی فراہمی تھا لیکن آج الحمدللہ یہ مسئلہ حل ہو چکا ہے مگر ایک دوسرا اس سے بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اچھے اور باصلاحیت استادوں کا فقدان ہے۔ مولانا محمد شاکر صاحب اپنے دور کے بہترین استاد تھے جنہوں نے نصف صدی سے زیادہ مدرسہ ناظمیہ میں رہ کر علم دین کی خدمت انجام دی اور آج ان کے شاگرد دنیا کے ہر گوشہ میں موجود ہیں جو ان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔

مولانا مرحوم نے صرف مسند درس ہی آباد نہیں کی بلکہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور قلم سے بھی دین کی خدمت انجام دی جو ان کی یاد کو آئندہ بھی تازہ رکھے گی۔

عام زندگی میں مولانا بڑے سادہ انسان تھے ایک ناواقف اجنبی ان کو دیکھ کر ان کی جلالت علمی اور ان کی عظیم شخصیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا وہ اکثر مجالس میں شرکت فرماتے تھے مگر کبھی صف علماء میں بیٹھے نہ دیکھا ان کے پڑھائے ہوئے نوجوان علماء عبا قبا میں قومی

اجتماعات میں بڑی شان سے شرکت کرتے تھے مگر وہ ایک معمولی سی شیروانی ایک سادہ سی دو پلی ٹوپی پہنے ہوئے ہمیشہ عام مومنین کے مجمع میں بڑی سادگی سے بیٹھے ملے لیکن یہ ضرور ہے کہ جب ذکر مصائب ہوتا تھا تو بہت بیقراری سے گریہ فرماتے تھے۔یادیں تو بہت ہیں مگر دامن وقت میں گنجائش نہیں ہے۔

خداوند عالم ان کے درجات عالی فرمائے اور ان کے صاحب زادگان و جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

Scanned by CamScanner

فیلسوف عصر

رئیس المبلغین مولانا مقبول احمد صاحب
ترولہٹن،سویڈن

استاد محترم مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ نقوی امروہوی کو میں ۱۹۵۷ء سے پہلے سرفراز ہفتہ وار اخبار لکھنؤ کے کالموں پر ان کی علمی، تحقیقی و مذہبی تحریروں سے پہچانتا تھا مدرسہ باب العلم میں ہی یہ اخبار جب آتا تو میں آپ کے مضامین سے مستفید ہوتا اسی قوت سے مجھے آپ سے عقیدت تھی یہ روحانی کشش تھی کہ ایک وقت وہ آیا کہ آپ سے شرف تلمذ اور زانوئے ادب تہہ کرنے کا موقع بھی خداوند کریم نے عطا فرما دیا میں باب العلم نوگانواں سادات سے عالم الہ آباد بورڈ کا امتحان دیکر برائے تعلیم جامعہ ناظمیہ میں درجہ قابل میں داخلہ لیا اس وقت آپ غالباً مولوی، عالم کلاسوں میں درس دیتے تھے ہمارے ہمدرس ساتھیوں نے موصوف سے منطق وفلسفہ کی کتابوں کے لئے خارج سے وقت لیا اور اس طرح موصوف کو پہلی مرتبہ قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت کا جوانی کا عالم تھا سرخ وسفید رنگ، چہرہ پر سیاہ گھنی داڑھی دوپلی ٹوپی اور شیروانی زیب تن۔ نہایت سادہ خوراک سادہ لباس اور سادہ مزاج، قناعت شعار وخوددار انسان پایا۔ یہی خوبیاں آپ میں آج بھی موجود ہیں انھیں صفات کے باعث میری عقیدت وخلوص میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ درجہ قابل میں سلم العلوم منطق میں اور افاضۃ القدسیہ تھی آپ کا انداز درس ایسا تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو آسانی سے حل فرما دیتے تھے۔ بات دل و دماغ میں اترتی چلی جاتی تھی آپ نہایت با اخلاق انسان ہیں شاگردوں کے ساتھ بالکل دوستانہ برتاؤ رہتا ہے اکثر شب وروز مدرسہ میں گذارتے تھے اور گذارتے ہیں آپ نے مدرسہ ناظمیہ ہی میں علم حاصل کیا اور اپنی مادر علم سے اتنی محبت تھی کہ

Scanned by CamScanner

ممتاز الافاضل کی سند حاصل کرنے کے بعد مدرسہ کیلئے اپنی ذات کو وقف کر دیا اور آج تک مدرسہ اور طلاب کی خدمت میں مصروف ہیں۔

میری آخری ملاقات ۲۳ر مارچ ۲۰۰۶ء بروز پنجشنبہ اس وقت ہوئی جب میں اپنے چھوٹے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر معروف رضا سلمہ کے ساتھ مدرسہ ناظمیہ گیا وہاں حجۃ الاسلام مولانا سید حمید الحسن صاحب قبلہ زعیم جامعہ نے ہمارے اعزاز میں ایک استقبالیہ جلسہ کا اہتمام کیا تھا اس میں میرے بیٹے کو دیکھ کر استاد محترم نے ایک محبت آمیز جملہ فرمایا "میاں معروف تم بھی اسی درخت (مدرسہ ناظمیہ) کے ایک پھول ہو۔"

طالب علمی کے زمانے میں ہمیشہ اس حقیر کے ساتھ شفقت والفت فرمائی جس کو میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ میں ہی نہیں ہر طالب علم کے ساتھ یہی سلوک رہتا ہے۔

استادالاساتذہ مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ کی شخصیت دورحاضر میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔آپ بیک وقت ہمہ صفت انسان ہیں۔ وہ ایک اچھے معلم، ادیب ومصنف، محقق و مورخ، فلسفی و منطقی ، ماہر علم فلکیات، شاعر و ذاکر وخطیب اور عالم باعمل۔ استاد بے بدل شخصیت کے مالک ہیں۔آپ وہ شمع علم ہیں جس نے ہزاروں شمع روشن کر کے تمام دنیا کو اپنے علم کی روشنی سے منور کر دیا ہے۔ آپکے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہونچ چکی ہے۔ جنھوں نے آپ سے کسب علم کیا اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔

آپ کے علمی آثار:

۱۔شرح فرائدالاصول ۲۔تفسیر کافی ۳۔رویت ھلال (بحث از اختلاف واتفاق بلاد دررویت) ۴۔کتاب موسیٰ (بحث از اثبات موسی بن جعفر صادقؑ) ۵۔قبلۃ البلاد ۶۔ فدک ۷۔جواہر (فہرست کتب علماء امروہہ) ۸۔ترجمہ التصریح فی تشریح الافلاک ۹۔ ترجمہ الٰہیات شرح تجرید ۱۰۔الظفرہ علی الفطرہ۔

Scanned by CamScanner

۲۳؍مارچ ۲۰۰۶ء میں جب ملاقات ہوئی تو رویت ہلال اور الظفرہ علی الطفرہ اس حقیر کو عنایت فرما کر شرف بخشا غالباً اس وقت تک ان میں سے کوئی کتاب چھپ کر منظر عام پر نہیں آتی تھی۔ آخر الذکر کتاب جس میں آپ نے اصول اقلیدس جزولا تجزی کا ابطال فرمایا ہے کتاب میں تین سو سال کے بعد ایک فلسفی مسئلہ کو حل کیا گیا ہے مذکورہ کتاب کا اجراء امروہہ فاؤنڈیشن کی جانب سے ۲۵؍مارچ ۲۰۱۲ء کو ہوا اور آپ کو خصوصی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ علاوہ ازایں ۴؍مئی ۲۰۱۲ء جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں بھی استاد آیت اللہ مرتضیٰ مطہری رضوان اللہ علیہ کی خدمات کے سلسلہ میں ایک سیمینار تھا جس میں آپ کو مذکورہ کتاب پر ایوارڈ دیا گیا۔

اب حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج مولانا سید شہوار حسین نقوی صاحب استاد محترم کے اعزاز میں ایک سیمینار منعقد کرنے والے ہیں سنکر خوشی ہوئی۔ استاد محترم مدظلہ حقیقتاً اس کے مستحق ہیں کہ ان کی علمی وتحقیقی ودینی خدمات کو دیگر علماء وطلباء کی تشویق کے لئے منظر عام پر لایا جائے۔

آپ کے سیکڑوں علمی وتحقیقی مضامین جو ملک کے مختلف اخباروں اور جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں میری مولانا سید شہوار حسین نقوی صاحب سے گذارش ہے کہ وہ اگر انھیں بھی ترتیب دیکر کتابی شکل میں چھپوادیں تو آنے والی نسلوں کیلئے بہت مفید ثابت ہونگے۔

آخر میں میری دعا ہے کہ خداوند عالم استاد معظم ومکرم فیلسوف عصر مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ نقوی کو طول حیات عطا فرمائے اور تادیر ان کی علمی شخصیت سے افراد قوم کو فیضیاب فرماتا رہے اور مولانا سید شہوار حسین نقوی صاحب قبلہ کے حوصلے بلند رکھے جو علماء سابقین و حاضرین کے علمی خدمات کو صفحہ قرطاس پر لاکر ہمیشہ ہمیشہ لئے زندگی بخش رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

بحر معقولات کا شناور

علامہ سید رضی جعفر نقوی

کراچی، پاکستان

قوم و ملت کی مایہ ناز شخصیت، علم و عمل کا پیکر، نابغۂ عصر عالی جناب مولانا سید محمد شاکر صاحب اُن قابل فخر اساتذہ میں سے ہیں جن کے ہزاروں شاگرد، آج دنیا کے مختلف ممالک میں دینی و علمی خدمات کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔

۱۹۶۰ء کے عشرہ میں، جب میں لکھنؤ میں زیر تعلیم تھا، اور میرے برادر بزرگ، جناب مولانا سید محمد باقر صاحب مرحوم (مدیر اصلاح) مسجد دیوان ناصر علی، قاضی باغ (نزد یحییٰ گنج) لکھنؤ میں مقیم تھے، اور اپنے قلمی کاموں کے لئے دن کے مختلف اوقات میں، کاظم ہوٹل (وکٹوریہ روڈ) پر ان کی نشست رہا کرتی تھی۔

تو اُن کے معاون کی حیثیت سے مجھے بھی کاظم ہوٹل (وکٹوریہ اسٹریٹ) سے قاضی باغ جانا ہوتا تھا۔

جس کے وسط میں مدرسہ ناظمیہ کی شاندار عمارت کے اندر، ایک نہایت خوبصورت، وجیہ شفیق اور مہربان استاد، انتہائی شفقت کے ساتھ، طلاب کرام کو درس دینے میں مصروف نظر آتے تھے اور وہ تھے مولانا سید محمد شاکر صاحب۔

وہ آپ کے عہد شباب کا عرصہ تھا۔ حالانکہ ابھی بھی آپ کو بوڑھا کہنا دشوار ہے کیونکہ ایک اصطلاح یہ بھی ہے کہ

جوان وہ ہے، جس کی فکر جوان ہے، جس کا حوصلہ جوان ہو۔

اور قبلہ و کعبہ مولانا سید محمد شاکر صاحب کی فکر بھی جوان ہے اور آپ کا حوصلہ بھی جوان

Scanned by CamScanner

ہے۔

تقریباً ۵ سال قبل جب میں لکھنؤ حاضر ہوا تھا اور قبلہ وکعبہ مولانا سید محمد شاکر صاحب سے نیازمندی کا شرف حاصل ہوا تھا، تو آپ نے اپنی قلمی کاوشوں کے شہ پاروں سے بھی مجھے سرفراز فرمایا تھا۔

ان میں آپ کی نادر روزگار کاوش ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' کے ابتدائی مراحل کی وہ چیزیں بھی شامل تھیں، جو اس وقت تک زیور طبع سے آراستہ ہو چکی تھیں۔

فلسفہ ومنطق اور معقولات کے طالب علموں کو جن عویص مطالب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اُن میں ایک اہم مرحلہ جسے پُر پیچ گھاٹی کہنا شاید زیادہ مناسب ہو۔ طفرہ کی ہے جہاں مصنف کا قلم رُک جاتا ہے اور بولنے والے کی زبان، گویا لڑکھڑانے لگتی ہے۔ برسہابرس سے اہل فلسفہ ومنطق اور معقولات کے میدان میں قدم رکھنے والے حضرات اس چٹان سے ٹکرا کر لہولہان ہوتے رہے، اور اس خاردار جھاڑی سے الجھ کر اپنے لباس فکر کو زخمی کرتے رہے۔ اور فکر وتعقل کرنے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ پتھر اس راستے سے ہٹایا نہیں جاسکتا۔

کیونکہ عام خیال یہی تھا کہ یہ بڑا بھاری پتھر ہے جسے چوم کر ہٹ جانے اور دور سے نظارہ کرنے میں ہی عافیت ہے۔

مگر عبقری دوراں عالی جناب مولانا محمد شاکر صاحب دام مجدہ نے اس پتھر کو چوم کر ہٹ جانے کے بجائے اس پر تیشہ زنی شروع کی اور آخرکار اس ''بت'' کا سرکچل دینے میں کامیاب ہوئے اور اب ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' نامی گرانقدر علمی شہ پارہ قوم کے سامنے ہے۔

البتہ جس طرح ساحل پر دور کھڑا ہوا انسان اس بات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا کہ سمندر کی گہرائی کتنی ہے اور اس اتھاہ گہرائی میں کون کون سے معادن پوشیدہ ہیں۔ اسی طرح اس گرانقدر علمی شہ پارہ کو محض ایک صاحب قلم عالم دین کی فکری کاوش سمجھنے والا انسان اس کی قدر

Scanned by CamScanner

ومنزلت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا ہے۔

لیکن معقولات سے شغف رکھنے والے صاحبان فکر ونظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ ''طفرہ'' نے کس قدر پیچیدگی سے دوچار کر رکھا تھا جہاں شاگرد واستاد دونوں حیرت کدہ کی تصویر بن جاتے تھے۔اور جب ایسے صاحبان فکر ونظر جوخود بھی معقولات کے سمندر کے شناور ہوں۔قبلہ وکعبہ مولانا سید محمد شاکر صاحب دام مجدہ کی اس فکری کاوش پر نظر کرتے ہیں تو انہیں صحیح اندازہ ہوتا ہے کہ مولانائے محترم نے معقولات کی راہ کے کس قدر سخت سنگ گراں کو ہٹا کر راستہ صاف کر دیا۔

میری دعا ہے کہ پاک پروردگار بتصدق چہاردہ معصومین علیہم السلام ہمارے نہایت واجب الاحترام، نابغۂ عصر، مفکر بے بدل، عالم باعمل، استاذ الاساتذہ عالی جناب مولانا سید محمد شاکر صاحب صحت وعافیت کے ساتھ طویل زندگی عطا فرمائے۔آپ کا سایہ عاطفت تا دیر سلامت رہے۔تشنگانِ علم آپ سے اسی طرح فیض حاصل کرتے رہیں اور آپ کی اس گرانقدر علمی کاوش ''الظفرہ علی الطفرہ'' کے عینی مطالعہ سے فیضیاب ہو کر آپ کی گرانقدر کاوش کے نتائج سے اپنے شاگردوں کو بھی مالا مال کریں۔

برادر مکرم ومولانائے محترم حجۃ الاسلام مولانا سید شہوار حسین نقوی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے قبلہ وکعبہ کے سلسلہ میں چند سطور لکھنے کا موقع فراہم کیا، کیونکہ اُن ہی کی ذریعہ اطلاع ملی کہ قبلہ وکعبہ استاذ العلماء مولانا سید محمد شاکر دام مجدہ کی گرانقدر علمی کاوش ''الظفرہ علی الطفرہ'' کے سلسلہ میں کوئی عظیم الشان تقریب منعقد ہو رہی ہے کاش جغرافیائی فاصلے حائل نہوتے اور میں بھی شریک ہوسکتا۔

Scanned by CamScanner

پیکر زہد و تقویٰ

حجۃ الاسلام مولانا سید کلب جواد نقوی

امام جمعہ لکھنؤ

استاد الاساتذہ جناب مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کا سانحۂ ارتحال ہندستان میں شیعیت کا عظیم نقصان ہے۔ جسکا جبران مستقبل قریب میں ناممکن نظر آتا ہے۔ پیکر زہد و تقویٰ، مرقع علم و عمل، غرض ایک بے مثل شخصیت تھے جناب مولانا شاکر صاحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ سے انکے حواریوں نے پوچھا روح اللہ من نجالس ؟ قال من یذکر کم اللہ رویته و یزید فی علمکم منطقه و یرغبکم فی الآخره عمله۔ اے روح اللہ ہم کس کی خدمت میں بیٹھیں؟ جناب عیسیٰ نے جواب دیا جسکا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے جسکی گفتار تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل و کردار تمہیں آخرت کی طرف رغبت دلائے۔ حضرت عیسیٰ کے ارشاد سے اندازہ ہوا کہ ہر عالم کے چہرے پر نظر کرنا عبادت نہیں بلکہ اسکے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے جو مندرجہ بالا صفات کا حامل ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں موجودہ زمانہ میں ان صفات کا مولانا شاکر صاحب قبلہ سے بہتر کوئی مصداق نہ تھا۔

امام ہفتم موسیٰ کاظمؑ کا واضح ترین اعلان ہے لا تجالسوا عند کل عالم الا عالم یدعوکم من الخمس الی الخمس من الشک الی الیقین، من الکبر الی التواضع، من الریاء الی الاخلاص، من العداوۃ الی النصیحه و من الرغبة الی الزهد۔ ساتویں امام نے فرمایا "دیکھو ہر عالم کی صحبت میں نہ بیٹھ جانا بلکہ صرف اسی عالم کی مجلس میں بیٹھنا جو تمہیں پانچ چیزوں سے ہٹا کر پانچ چیزوں کی طرف لے جائے۔ شک سے

Scanned by CamScanner

یقین کی طرف، غرور سے انکساری کی طرف، ریاکاری سے اخلاص کی طرف، عداوت سے نصیحت کی طرف اور دنیا کی رغبت سے زہد کی طرف'' اس قحط الرجال میں امام علیہ السلام کی بیان کردہ صفات کا اگر کوئی کامل ترین نمونہ تھا تو وہ انہی مرحوم کی ذات والا صفات۔

بارگاہ الٰہی میں میری دعا ہے کہ بطفیل محمد وآل محمد علیھم السلام مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے اور اولاد کو اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

Scanned by CamScanner

منفرد شخصیت

پروفیسر سید فضل امام رضوی

سابق صدر شعبہ اردو، الہ آباد یونیورسٹی

بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو پہلی نظر میں اپنی ہیئت گذاری کی مقناطیسیت سے دامنِ دل کو کھینچ لیتی ہیں۔ چہرہ پُر نور، آنکھوں میں بلا کی چمک، پیشانی پر نشانِ سجدہ، نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو، علمی وادبی افکار ونظریات سے مرصع کردار کے مالک جنھیں حضرت مولانا سید محمد شاکر نقوی کہتے ہیں جنھوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک علم وادب کی آبیاری کی ہے۔ کشتِ تخیل کو رعنائی و برنائی کے ساتھ توانائی عطا کی ہے۔ آج کے اس علم کساد بازاری کے دور میں ایسی شخصیتیں اگر کہیں دیکھنے کو مل جاتی ہیں تو علم کے وجود کا یقین واثق ہو جاتا ہے۔ چوڑہ مہری کا پائجامہ، سفید کرتا، شیروانی، سر پر دولیا ٹوپی، خلوص واطمینان کا پیکر، ہر بات میں استنباطِ عقلی کا ہالہ، ایسی ہی دلنواز شخصیت لکھنؤ کے مدرسہ ناظمیہ کی آبرو ہے۔ بدنصیبی سے میں ان کا کبھی شاگرد نہیں رہا لیکن موصوف کو استاد معنوی قرار دیتا ہوں۔ میں نے مشکل مسائل شرعیہ، آیات وسوروں کی باریکیاں اُن سے سمجھنے میں مدد حاصل کی ہے۔ اور موصوف نے انتہائی کشادہ دلی سے رہنمائی فرمائی ہے۔ ان کی ذات بابرکت ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جن کے اور اوصاف حمیدہ کا احاطہ مجھ جیسا کم سواد نہیں کر سکتا۔

ان کے قلم میں توازن وتحقیق ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت سکینہؑ کے باب میں ان کی تصانیف عرق ریزی کی اعلیٰ مثال ہیں۔ وہ مفسر قرآن بھی ہیں کچھ پاروں کی تفسیر، عربی زبان میں موصوف نے مجھے پڑھکر سنائی ہے۔

جس سے ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ وہ ایک اچھے خطیب بھی ہیں لیکن

Scanned by CamScanner

خطابت میں گہری متانت اور سنجیدگی ہے۔الفاظ اور جملوں کی ساخت بہت نپی تلی ہوتی ہے
ہرسخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد کا مظہر ہوتا ہے۔

منطق اور فلسفے کی گہرائیاں اور گیرائیاں ان کے شعور میں رچی بسی ہیں۔اس خشک موضوع کو بھی اپنے درس میں دل چسپ بنا کر پیش کر دینے کا ہنر جانتے ہیں۔

دراصل اس عہد قحط الرجال میں حضرت مولانا محمد شاکر صاحب نقوی قبلہ جیسا متدین، متقی، پرہیز گار اور پایۂ اعتبار کا حاصل عالم باعمل ملنا بہت بڑا مسئلہ ہے۔وہ ایک معتبر آئیڈیل (IDEAL) ہیں۔جن کی پیروی اور تقلید آج کے اس دورِ پُرآشوب میں ہر طرح سے لازمی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک رقم موصوف کی خدمت میں پیش کی اور گزارش کی کہ اسے مناسب شخص تک پہنچانے کی زحمت فرمائیں۔انھوں نے فرمایا کہ آپ خود اس کام کو بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں۔جب آپ یہ رقم نکال سکتے ہیں تو اس کی ادائیگی بھی بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔بہرکیف میرے بیحد اصرار پر انھوں نے قبول فرمایا۔انھیں جیسی شخصیت کے لئے میر تقی میر نے کہا تھا ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

Scanned by CamScanner

حیات طیبہ

پروفیسر منظر عباس نقوی
سابق صدر شعبہ اردو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی

بارگاہ ارحم الراحمین سے اعلان ہو رہا ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فلنحيينة حَيٰوةً طَيِّبَةً

یعنی جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس کو حیات طیبہ عطا کریں گے۔الخ (سورۂ نحل۔آیت نمبر ۹۷)

جیسا کہ مفسرین نے وضاحت کی ہے، حیات طیبہ سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ مومن کبھی فقر و مرض میں مبتلا نہیں ہوگا، بلکہ اس سے مراد یہ ھیکہ کہ معرفتِ الٰہی کی بنا پر اُس کے نفس میں وہ پاکیزگی پیدا ہو جائے گی کہ وہ چاہے کسی بھی حال میں ہو ہمیشہ صبر و شکر اور تسلیم و رضا کا پیکر نظر آئے گا۔

علامہ سید محمد شاکر صاحب اعلی اللہ مقامہ کی زندگی بلا شبہ ایک ایسی ہی حیات طیبہ کا نمونہ تھی۔وہ صحیح معنی میں اُن علمائے دین میں سے تھے جن کے خط و خال جا بجا قرآن کریم کے مختلف سوروں میں بیان ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورۂ فاطر جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ اللہ سے اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحبان علم ہیں۔اسی طرح سورۂ فرقان کی یہ آیۂ مبارکہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ رحمان کے بندگان خاص وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جہلا اُن سے کج بحثی کرتے ہیں تو وہ رفعِ شر کی بات کرتے ہیں۔علامہ مرحوم کی رفتار و گفتار کو یاد کر کے قرآن کریم کے یہ الفاظ ذہن میں تازہ ہو جاتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کسی فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کرو

Scanned by CamScanner

اور اپنی آواز دھیمی رکھو'' (سورۂ لقمان۔آیت: ۳۱)

جو لوگ مولانا سے قریبی روابط رکھتے تھے وہ گواہ ہیں کہ اپنے تبحر علمی کے باوصف مولانا کی رفتار وگفتار میں کیسی فروتنی اور انکسار پایا جاتا تھا۔ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی محفل یا مجلس میں منتظمین کے اصرار کے باوجود مولانا مرحوم صدر میں بیٹھنے کے لئے آمادہ ہوئے ہوں۔ یہی صورت نماز جماعت میں بھی ہوتی تھی۔امامت تو درکنار مولانا صف اول میں بھی نظر نہیں آتے تھے۔اسی فروتنی کا اظہار اُن کے لباس سے بھی ہوتا تھا۔نہ عبا نہ عمامہ، سر پر ایک ہلکی سی ململ کی دو پلّی ٹوپی اور جسم پر کسی معمولی سے کپڑے کی شیروانی۔

مولانا مرحوم ہر چند عمر میں مجھ سے تین سال بڑے تھے، لیکن اتفاق سے مجھے اُن کے ہم مدرسہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ بات ہے غالباً ۱۹۳۶ء یا ۳۷ء کی جب محلّہ حقانی میں بارہ دری نامی مکان میں جو آج بھی امام باڑے کے پہلو میں موجود ہے مینوسپل بورڈ کا پرائمری اسکول چلتا تھا۔میں اُس اسکول میں پہلے درجہ میں اور مولانا غالباً تیسرے یا چوتھے درجے کے طالب علم تھے۔مولانا نے علوم مشرقی کی تمام تر تعلیم لکھنؤ کے مشہور دینی ادارے جامعہ ناظمیہ میں حاصل کی جہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اُن کا تقرر بحیثیت استاد وہیں ہو گیا اور پھر درس وتدریس کا یہ سلسلہ آخری دم تک برقرار رہا۔آج اُن کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ملک کے اندر اور ملک سے باہر کتنی ہی دینی جامعات میں درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور اس طرح ان کا علمی فیضان بالواسطہ پوری شیعی دنیا میں جاری وساری ہے۔

مولانا ایک کثیر التصانیف عالم دین تھے۔ان کی تصانیف میں تین کتابیں خصوصیت سے ارباب علم کے حلقوں میں بہت مقبول ہیں ''الظفرۃ علی الطفرۃ''، ''تفسیر کلینی'' اور رویت الہلال۔ان کے علاوہ کئی کتابوں کی شرحیں بھی اُن کی تالیفات میں شامل ہیں۔

Scanned by CamScanner

مولانا مرحوم کے انتقال سے علمی دنیا میں ایک ایسی پُر وقار شخصیت کی کمی ہوگئی ہے جس کو آسانی سے پورا نہیں کیا جا سکے گا۔ بحیثیت عالم دین اور معلم وہ ہمارے لئے ایک منارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدا اُن تمام نوجوانوں کو ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جنھوں نے دینی علوم کی تدریس و ترویج کو کیریر کے طور پر انتخاب کیا ہے۔ یہ بڑی خاردار راہ ہے اور حقیقی عزت اور احترام صرف انہیں لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو مال منفعت سے بے نیاز ہو کر علمی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ہم مولانا مرحوم کو آسانی سے بھلا نہیں سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب میں اضافہ فرمائے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گل کی نگہبانی کرے

(اقبال)

میرے بھائی

خطیب اہلبیت مولانا ابن علی صاحب واعظ

پرنسپل جامعہ غفرانمآب لکھنؤ

غالباً ۱۹۴۸ء میں تحصیل علم کی غرض سے میں اپنے بڑے بھائی اور استاد علم العلم جناب مولانا منظور حسین صاحب قبلہ ممتاز الافاضل کے ساتھ پہلی بار لکھنؤ کے لئے روانہ ہوا تو میرے دوسرے بھائی جناب شرافت حسین صاحب مدظلہ نے میرے تعلق میں ہاتھ ڈالے کہ مجھے ریل کے ڈبے کی کھڑکی سے سیٹ تک پہونچایا اور چند لمحوں میں ریل روانہ ہوگئی۔ میں گھر میں والدین اور چھوٹے بھائیوں کی یاد میں کھویا ہوا سفر کررہا تھا اور اگلے دن صبح میں ناظمیہ پہونچ گیا ابھی نماز کا کافی وقت باقی تھا لہذا مسجد میں نماز ادا کی اور کچھ دیر کے بعد ایک مولانا جو بھائی صاحب قبلہ سے عمر میں کم تھے خوشی میں جھومتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے ''بھائی'' کہہ کر بھائی صاحب سے بغل گیر ہوگئے خوشی کا وہ عالم مجھے کبھی فراموش نہ ہوا یہ خوشی کا عالم میرے لئے اس لئے اہمیت رکھتا تھا کہ کل ایک بھائی نے منزل آغاز سفر سے مجھے رخصت کیا تھا اور اب گویا اک اور بڑا بھائی منزل اختتام پر مل گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا نام مولانا محمد شاکر صاحب ہے اور وہ امروہہ کے رہنے والے ہیں۔

امروہہ کے ایک انتہائی سرخ و سفید اور انتہائی بزرگ اور سن رسیدہ عالم دین جناب مولانا سید اجمل حسین صاحب قبلہ ہماری بستی میں آیا کرتے تھے میں نے انہیں ایک ہی بار دیکھا تھا۔ مجھے میرے والد مرحوم جناب مولانا سعید احمد صاحب قبلہ کچھ سمجھا بجھا کر لے گئے تھے میں اس وقت کم سن تھا کہ لگے ہوئے پانوں کی تھالی والد مرحوم مولانا کیلئے لے جارہے تھے۔

Scanned by CamScanner

میں اسے اٹھانے کے قابل نہیں تھا مولانا کی قیام گاہ سے قریب پہونچ کر والد مرحوم نے ایک طرف سے تھالی خود تھامے رکھی اور دوسری طرف سے میری طرف بڑھادی جسے میں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑلیا، مولانا پلنگ کے اوپر لیٹے ہوئے تھے میں یہی سمجھتا ہوں کہ مجھے دیکھ کر وہ اٹھ کے بیٹھ گئے اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا بہت خوش ہوئے والد صاحب سے کیا بات ہوئی مجھے یاد نہیں۔

جناب مولانا اجمل حسین صاحب محلّہ مجاپوتا امروہہ کے رہنے والے تھے اور ان کی قبر مجاپوتا کی مسجد کے صحن سے متصل جنوب کی طرف کنویں کے مشرق میں تھی اور انشاءاللہ اب بھی ہوگی۔

برادر محترم مولانا منظور حسین صاحب قبلہ مولانا اجمل حسین صاحب کے ہمراہ تحصیل علم کے لئے امروہہ چلے گئے تھے اور پھر لکھنؤ چلے گئے۔ سال گزشتہ یعنی ۲۰۱۱ء میں میں مولانا شاکر صاحب قبلہ سے ملاقات کے لئے ان کی قیام گاہ (دارالاقامہ جامعہ ناظمیہ تھوئی ٹولہ) گیا تو گفتگو کے دوران انہوں نے بتایا کہ ناظمیہ میں ان کے داخلہ کی تحریک ان کے والد جناب حاجی سید احمد صاحب نقوی مرحوم سے بھائی صاحب کی تھی اور جب ناظمیہ میں داخلہ ہوگیا تو ایک دن ''بھائی'' نے مجھے بلایا اور طفرہ سمجھانے لگے انگلی کے اشارے سے فضا میں خط کھینچا اس کے کسی سمت میں ایک اور خط کھینچا اور کہا کہ اگر یہ خط اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اسی کو طفرہ کہتے ہیں۔

مولانا شاکر صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ اس کمسنی میں لفظ طفرہ کے علاوہ ہم تو کچھ بھی نہیں سمجھے مگر انہوں نے شاید خود کو ''اخفش'' اور ہمیں ''بزاخفش'' فرض کر کے خود جو پڑھ کر آئے تھے اسے یاد کیا تھا لیکن ان کا بیان ایسا دل کش تھا کہ اس دن سے ہمارے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ کب ہم اس کلاس میں پہونچیں گے جس میں وہ کتاب پڑھائی جائے گی جس میں طفرہ

Scanned by CamScanner

کا مسئلہ ہے اور ہم اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھیں گے لیکن اس کلاس میں پہونچنے سے پہلے بھائی پاکستان چلے گئے اور اب ہم کتاب ''الظفرہ علی الطفرہ'' لکھ چکے ہیں۔ جس پر ملک اور بیرون ملک سے ایوارڈ بھی ملے ہیں۔

یہ تھے میرے اور مولانا شاکر صاحب قبلہ کے باہمی روابط۔

کئی سال تک مرحوم ہم سے سینئر کلاس میں اور ہم ان سے جونیئر کلاس میں مشغول تحصیل رہے۔ مرحوم کے ہم کلاس مولانا علی عابد صاحب قبلہ کراروی مولانا ناصر عباس صاحب قبلہ مظفرنگری، مولانا حسین اصغر صاحب جلالوی، مولانا علی احمد صاحب سہارنپور، مولانا سید کاظم نقوی صاحب لکھنوی، مولانا نصیر حسین صاحب لکھنوی، (علامہ نصیر اجتہادی) اور دوسرے لوگ تھے۔

ان حضرات میں اب مولانا علی عابد صاحب کراروی لندن میں اور مولانا علی احمد صاحب ملتان میں مولانا سید کاظم نقوی علی گڑھ میں مصروف خدمات دین ہیں۔

ایسے لائق وفائق ساتھیوں کے درمیان مولانا شاکر صاحب قبلہ اپنی مخصوص حیثیت اور روایت کے حامل تھے۔

میرے ساتھیوں میں مولانا ذیشان حیدر جوادی، مولانا روشن علی صاحب، مولانا محمد موسیٰ صاحب، مولانا علی حسن صاحب ہلوری، (گلشن اقبال کراچی) مولانا محمد ثقلین باستوی، مولانا محمد سیدین باستوی، مولانا عبدالحسن صاحب نقوی اجتہادی، وغیرہ تھے۔

مجھے یاد ہے کہ میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ اور مولانا مرحوم اپنے چھوٹے بھائی سید محمد باقر مرحوم کے ساتھ اپنے اپنے کمروں میں رہتے تھے جب مولانا مرحوم نے درجہ عالم الہ آباد بورڈ میں اپنی کامیابی کی خبر پائی تو بے اختیار سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ میں اس والہانہ ادائے شکر کو کبھی فراموش نہ کر سکا۔

Scanned by CamScanner

میرے اور مرحوم کے مشترک اساتذہ میں سرکار مفتی اعظمؒ مولانا محمد مرتضیٰ صاحب قبلہ (بزرگ) مولانا رسول احمد صاحب قبلہ گوپالپوری، مولانا ایوب حسین صاحب قبلہ سرسوی، مولانا محمد مہدی صاحب قبلہ زنگی پوری، مولانا ناصر علی صاحب قبلہ سرسوی، مولانا منظور حسین صاحب قبلہ (حیدرآباد پاکستان) مولانا محمد ہاشم صاحب قبلہ لکھنوی تھے۔

مولانا مرحوم نے سب سے پہلا عشرۂ محرم ہماری بستی شیعہ نگر رجیٹی میں ہمارے جدی عزاخانہ قصر پنجتن میں پڑھا۔ میں اس وقت اپنے بڑے بھائی مولانا منظور حسین صاحب قبلہ کے ساتھ تھا جو کہیں عشرہ محرم پڑھنے گئے تھے جگہ کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ مگر عشرہ کے بعد جب ہم وطن پہنچے تو مولانا مرحوم کو رخص نہیں کیا گیا تھا مگر میں نے دیکھا کہ ان کے ہم سن اور بزرگ مومنین، نوحہ خوان اور عزاداران کے گرد حلقہ کئے رہتے تھے بلکہ دوسری قوموں کے افراد بھی انہیں دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں ساتے تھے۔ آج تک نسل بدلنے کے باوجود ان کا ذکر کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں آ ہی جاتا ہے۔

مولانا مرحوم کی شخصیت سرکار مفتی اعظمؒ مولانا سید احمد علی طاب ثراہ کے انتقال کے بعد اور امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب قبلہ کے دور پرنسپلی کے آغاز پر زیادہ ابھر کر سامنے آئی۔ جناب مفتی اعظمؒ طاب ثراہ کی عظیم اور بے مثال علمی شخصیت کی وفات نے جو ایک طرح کی مایوسی کی کیفیت طاری کی تھی اور جس کی تلافی تقریباً ناممکن محسوس کی جارہی تھی مولانا شاکر صاحب کی مستقل مزاجی اور امیر العلماء کی انتظامی صلاحیتوں نے بہر حال اس کا جبران کردیا۔

مولانا شاکر صاحب قبلہ مرحوم کو اپنی مادر تعلیم و تربیت جامعہ ناظمیہ سے جو عشق تھا اور جس کا اظہار کرنے میں انہوں نے کبھی اور کہیں کسی قسم کی جھجک نہیں دکھائی اگرچہ ایسا عشق اپنی مادر تعلیم سے ہر ایک کو ہوا ہی کرتا ہے لیکن اس سلسلے میں مولانا مرحوم کا خصوصی امتیاز یہ ہے

Scanned by CamScanner

کہ سرکار مفتی اعظمؒ کے انتقال کے بعد جو پیچیدگیاں اور الجھاوے پیدا ہوئے ان کو سلجھانے میں مولانا مرحوم نے طرح طرح کی آزمائشوں سے پنجہ آزمائی کی وہ چاہتے تھے کہ تمام وابستگان وتعلیم یافتگان ناظمیہ کے سینوں میں انہیں کا دل دھڑکے اور انہیں کے جیسے جذبات کا اظہار کریں۔ میری تنظیم المکاتب سے تیرہ ۱۳ سالہ وابستگی کے درمیان کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ شدید مصروفیتوں کے باعث میں ناظمیہ بہت کم گیا لہٰذا میں جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب کے علاوہ کسی جامعہ کے حالات کے بارے میں جستہ جستہ مسموعات کے علاوہ کچھ واقفیت رکھنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ مولانا مرحوم اس تخت پر بیٹھ کر تدریس کرتے تھے جس پر بیٹھ کر سرکار مفتی اعظمؒ تدریس فرماتے تھے۔ پرنسپل روم ایک مستقل کمرے میں قائم ہو چکا تھا وہ کمرہ اب بھی پرنسپل روم ہے۔

ان کو ناظمیہ کے تابناک ماضی سے غیر معمولی تعلق خاطر تھا لہٰذا ناظمیہ کے فارغ التحصیل افاضل کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات وتصنیفات کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے انہوں نے جامعہ کے کتب خانہ میں ایک شعبہ ''دار الآثار'' قائم کیا تھا جس پر انہوں نے کافی کام کیا تھا لیکن ایک موقع پر جب میں نے ان سے دار الآثار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ دار الآثار ختم ہو چکا ہے انہوں نے اس کی وجہ نہیں بتائی۔ چند سال پہلے انہوں نے کتاب ''اسفار اربعہ'' مجھے دکھائی جب میں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سرکار مفتی اعظم طاب ثراہ کی کتاب ہے۔

یہ کتاب سرکار مفتی اعظمؒ طاب ثراہ تک کیسے پہنچی۔ کیا یہ ان کی اپنی خرید تھی یا ان کو اپنے والد سرکار مفتی محمد عباس صاحب قبلہ سے بطور میراث ملی تھی مجھے نہیں معلوم کیونکہ مولانا شاکر صاحب مرحوم نے وہ کتاب مجھے نہیں دی تھی کہ میں اس کی ورق گردانی کر سکتا اور کم سے کم اس کے اول وآخر کو دیکھ لیتا۔ لیکن کتاب اپنی عمومیت اور خصوصیت دونوں اعتبار سے غیر معمولی تھی

Scanned by CamScanner

اس ''اسفار اربعہ'' کی طرح ان کی ''الظفرہ علی الطفرہ'' بھی میں نہ دیکھ سکا اسی طرح ''تفسیر القرآن'' کا بھی اب تک ذکر ہی سنا ہے۔ اگر میرا قیام لکھنؤ میں رہتا اور میں آنے جانے کی ضرورت سے بھی دوچار ہوتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ ان چیزوں کے بارے میں علی الاعلان تحریری طور پر اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا اس لئے ان موضوعات پر اظہار خیال ان حضرات کی علمی ذمہ داری ہے جو جانتے ہیں۔

اب بھی مولانا مرحوم کے بارے میں بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا تھا لیکن جتنا حوالہ قلم ہوگیا ہے وہ ان طلباء کا مرہون کوشش ہے جن کو میں بولتا گیا وہ لکھتے گئے خدا انہیں طول عمر عطا فرمائے اور شوق تحصیل زیادہ سے زیادہ کرے اور وہ مستقبل کی قومی تعمیر میں ایک جزولاینفک کی حیثیت پائیں۔

Scanned by CamScanner

غروب آفتاب

پروفیسر مولانا سید فرمان حسین صاحب
صدر شعبۂ شیعہ دینیات (اے ایم یو علیگڑھ)

مہر روشن چھپ گیا، اٹھی نقاب روئے شام :: شانۂ ہستی پہ ہے بکھرا ہوا گیسوئے شام
یہ سیہ پوشی کی تیاری کسی کے غم میں ہے :: محفل قدرت مگر خورشید کے ماتم میں ہے
اے ہوس خون روکہ ہے یہ زندگی بے اعتبار :: یہ شرارے کا تبسم ہے خس آتش سوار

یوں تو کائنات کی ہر شے کا خالق، مالک اور پروردگار وہ معبود برحق ہے جس کے لئے ہر ذرہ، ہر آن تسبیح وتہلیل، تقدیس اور تمجید میں مصروف ہے اس رب حکیم نے کسی بھی چیز کو عبث اور فضول پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ہر وجود کو اس کی خصوصیات صفات اور امتیازات عطا کئے ہیں جن کے ساتھ ہر وجود ہمہ وقت اپنے اپنے فرائض کی تکمیل میں مصروف ہے مگر ان موجودات میں کچھ خصوصیات کی بنا پر ہر ایک کا ایک مقام، ایک درجہ اور ایک رتبہ بھی ہے اور ایک کو دوسرے پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے۔

رموز کائنات اور اسرار موجودات پر فکر و تدبر کرنے والی ہستیاں اگر چہ اپنے اپنے خیالات، افکار اور نظریات میں شاذ و نادر ہی کسی بات پر متفق ہوتی ہیں۔ مگر جن چند باتوں پر سبھی کا اتفاق ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عدم اور وجود میں سے وجود کو بلا شبہ عدم پر برتری حاصل ہے یعنی کسی بھی چیز کا وجود اس کے عدم پر ایک درجہ بلند ہے۔ اس کے بعد مرتبۂ وجود میں علی الاتفاق وجود جامعہ پر اس موجود کو ایک شرف حاصل ہے جس میں نمو کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ایک قدم اور آگے بڑھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوت نمو رکھنے والے موجودات میں وجود پر فضل وفوقیت کا شرف بردار ہے۔ جو قوت متحرکہ یعنی نقل وحرکت کی برکت سے مالا مال

Scanned by CamScanner

ہے۔ مطالعہ فطرت، مشاہدات و تجربات اور ترجمان حقیقت کتاب یعنی قرآن حکیم رہنمائی کرتا ہے کہ رب قدیر نے ایک اور ہستی کو اپنے کرم بے پایاں سے نوازا ہے جس کے شرف اور فضیلت کا اس طرح اعلان کیا ہے و لقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم فی البر والبحر ورزقنا ھم من الطیبات و فضلنا ھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیل ا۔ الاسراء۔آیت:۷۰

ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا انھیں خشکی وتری میں سفر کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ پاکیزہ چیزیں عطا کیں اور اپنی بہت سے مخلوقات پر اسے بہت فضیلت عطا کی۔

دوسرے مقام پر اس کے مرتبہ کا اظہار اس طرح کیا ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۔سوۂ والتین ۔آیت:۴

ہم نے انسان کو بہترین ساخت کا پیدا کیا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ اس خلاصۂ کائنات وجود میں سے کچھ افراد اپنے بلند مرتبہ کو برقرار نہ رکھ سکے اور اسفل سافلین کے مستحق بن بیٹھے۔سورۂ والتین ۔آیت:۵

اگرچہ اس مکرم ومشرف ہستی کو پروردگار نے ہر طرح کی تفریق اور بھید بھاؤ سے پاک رکھا ہے اور کہا ہے کہ

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (نساء۔آیت:۱)

لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ہی ذات سے پیدا کیا ہے۔

دوسرے موقع پر فرمایا یا ایھا الناس ان خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات۔آیت:۱۳) لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں گروہوں میں قبیلوں میں اس لئے رکھا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ اللہ کے نزدیک تو تم میں زیادہ بزرگ وہ ہے جو کردار

Scanned by CamScanner

میں زیادہ پاکیزہ ہے۔

قرآن کریم جس والا صفات معلم حکمت پر نازل ہوا وہ فخر موجود ہستی ان آیات کی تفسیر اس طرح کرتی نظر آتی ہے کہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ نہ عرب کو عجم پر کوئی شرف حاصل ہے نہ عجم کو عرب پر، نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ فرزند آدم تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا البتہ بعض پہلوؤں سے بعض لوگوں کو بعض پر برتری کا بھی قرآن نے اس طرح اعلان کیا ہے۔

جیسے لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی النصر ۔مومنین میں سے جو لوگ بغیر کسی وجہ سے جہاد سے کنارہ کشی کرتے ہوئے گھر میں بیٹھ جائیں اور وہ مجاہد جنھوں نے راہ خدا میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کیا دونوں برابر نہیں ہیں۔

والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم و انفسهم فضل الله المجاهدین باموالهم وانفسهم علی القاعدین درجة وکلا وعد الله الحسنی وفضل الله المجاهدین علی القاعدین اجرا عظیما ۔اللہ نے مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اور ان کا درجہ بلند کیا ہے۔ اور اللہ کا ہر وعدہ اچھا ہی ہوتا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھے رہنے والوں پر فضیلت دیتے ہوئے اجر عظیم عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ایک جگہ یہ کہا ہے قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرة الخبیث ۔مائدہ: ۱۰۰ کہہ دیجئے کہ خبیث اور پاک برابر نہیں ہو سکتے چاہے خبیثوں کی کثرت آپ کو متعجب ہی کر دے۔

ایک جگہ کہا

قل هل یستوی الاعمی و البصیر ام هل تستوی الظلمات والنور (الرعد،

Scanned by CamScanner

آیت:۱۶) کیا تارکی اور روشنی برابر ہے۔ایک جگہ کہا

لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون (الحشر، آیت:۲۰) ساکنان دوزخ اور صاحبان جنت برابر نہیں ہو سکتے جنت والے ہی کامیاب ہیں۔

مزید ارشاد ہے

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا (الحدید آیت ۱۰) برابر نہیں وہ لوگ جنھوں نے فتح کیا ہے قبل راہ خدا میں اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے فتح کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا۔

ایک جگہ یوں کہا

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (الزمر، آیت:۹) کہہ دیجئے کہ صاحبان علم اور علم نہ رکھنے والے کیا برابر ہو سکتے ہیں۔

حدیث کے ذریعہ بھی اس حقیقت کو یوں اجاگر کیا گیا ہے کہ

مداد العلماء افضل من دماء الشهداء علماء کے قلم کی سیاہی شہدا کے خون سے افضل ہے۔اور اس کرامت اور شرف کی بنیاد یہ ہے کہ

انما یخشی الله من عباده العلماء۔اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جب کسی عالم کی موت ہوتی ہے تو دین میں ایک شگاف پڑ جاتا ہے جس کا بھرنا آسان نہیں ہوتا۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کبھی کبھی تو **موتُ العَالِم موتُ العَالَم**۔عالم کی موت جہان کی موت ہوتی ہے۔کیونکہ بعض علماء تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی پوری زندگی علم کی خدمت کرتے ہوئے اتنے لوگوں کو عالم بنا دیتے ہیں جن کا شمار بہت دشوار

Scanned by CamScanner

ہوتا ہے۔

ایسی ہی ایک ذی شرف، فضیلت مآب اور عالم گیر ہستی استاذ الاساتذہ عالم باعمل، قناعت شعار اور پرہیز گار مولانا سید محمد شاکر صاحب اعلی اللہ مقامہ جن کی وفات ایک بڑا قومی خسارہ ہے۔ مسند علم کی ویرانی اور درس وتدریس کی کائنات میں ایک عظیم خلا ہے۔ جامعہ ناظمیہ اپنے نقصان پر جس قدر افسردہ ہو، کم ہی ہے اسے ایسا جان نثار اور فداکار شاید ہی دست یاب ہو سکے۔

راقم السطور کو زمانہ طالب علمی میں ان سے نیاز مندی کا شرف حاصل ہے، میں نے انہیں بزرگوں کا نہایت احترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت کرتے ہوئے ہی دیکھا تھا۔ انتہائی خوش خلق تھے مگر مدرسہ کے طلباء پر بہت گہری اور پینی نگاہ رکھتے تھے جس کی وجہ سے کچھ طلبہ شکوہ کناں بھی ہوجاتے تھے طالب علم کو مستقبل کے عالم کی حیثیت سے وضع وقطع، نشست و برخاست اور آداب کی پاسداری میں سرمو انحراف کرنے کی اجازت دینے کے قائل نہیں تھے وہ بجا طور پر دینی طالب علم کو زمانۂ طالب علمی میں تربیت کے مراحل سے گزرتے ہوئے ہی دیکھنا چاہتے تھے۔

اصولوں پر سمجھوتہ کرنے کے بالکل روادار نہ تھے، حق گوئی میں ذرہ برابر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

بندۂ مومن کا دل بیم وریا سے پاک ہے :: قوت فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

ان کا سونا جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، مسرور اور خفا ہوجانا سب کا محور مدرسہ تھا۔ اس کے وقار کو بلند کرنا اور شان کو برقرار رکھنا ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ مدرسہ میں داخلہ کا مرحلہ ہو یا رہائش کا مسئلہ ہو، درس وتدریس کے انتظامات ہوں، یا امتحانات کا نظم ونسق وہ ہر معاملہ میں موثر، معاون اور رہنما تھے۔

Scanned by CamScanner

راقم السطوران کے درس میں تصریح نام کی ایک کتاب کے معانی اور مفاہیم تک رسائی سے قاصر تھا۔ کچھ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا، جسمانی طور پر موجود مگر ذہنی طور پر بالکل غیر حاضر رہتا تھا۔ چند دنوں میں مرحوم کو اس کا احساس ہوگیا اور درس میں عدم دل چسپی کی طرف اشارہ کیا تو میں نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ میری تو سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا ناراض ہونے کے بجائے فرمایا کہ تم الگ سے پڑھ لیا کرو شاید کچھ بات بن جائے میں نے گھر پر پڑھنے کے لئے وقت مانگا تو بعد نماز مغربین کے وقت کا تعین ہوا میں جانے لگا۔ انتہائی شفقت کے ساتھ تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے پڑھانا شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ کتاب سمجھ میں آنے لگی اور دل چسپی پیدا ہوگئی۔

ملازمت کے سلسلہ میں علی گڑھ جانے کا موقع ملا تو مرحوم علیگڑھ جانے کے مؤید نہیں تھے فرماتے تھے کہ وہاں کا ماحول شاید تمہیں مولوی نہیں رہنے دے گا لیکن چونکہ وہاں جانے کا استخارہ آچکا تھا اس لئے میں یہاں آ ہی گیا۔ جب کافی عرصہ کے بعد میرا لکھنؤ جانا ہوا تو میری وضع قطع کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے میرے خدشات کی نفی کر دی اور تمہارے رنگ ڈھنگ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔

میں اپنی ہر کتاب کا مسودہ پہلے ان ہی کو دکھاتا اور ان کے مشوروں اور اصلاحات کے بعد ہی کتاب کو فائنل شکل دیتا تھا۔ بہت خوشی کے ساتھ مسودات پر نظر ڈالتے تھے مگر تاکید یہ تھی کہ ان کا نام کتاب پر کسی بھی عنوان سے نہ آنے پائے تاکہ ان کی جو رہنمائی ہے وہ خالصتاً لوجہ اللہ رہے۔

البتہ ان کا حکم تھا کہ ہر کتاب کا ایک ایک نسخہ جامعہ ناظمیہ کی لائبریری کے ایک سیکشن دارالآثار میں ضرور جمع کر دی جائے۔ یہ سیکشن انھوں نے ہی قائم کیا تھا جس میں مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کے علمی آثار جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کا اہتمام تھا۔

Scanned by CamScanner

سب سے زیادہ دل چسپی اور خوشی کا اظہار میری کتاب معرفت حدیث کا مسودہ دیکھ کر کیا تھا اس لئے کہ حدیث خود ان کا بہت پسندیدہ موضوع تھا اور مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے اصول کافی کی احادیث کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کی کئی جلدیں مرتب کی تھیں اور راقم السطور کو پچھلے سال مشہد مقدس کے ایک ہوٹل میں دکھائی تھیں جب وہ اور یہ حقیر دونوں زیارات کے لئے گئے ہوئے تھے۔بس میری ان سے یہ آخری ملاقات تھی اس کے بعد تو ایک دن انکی علالت کی خبر سنی اور اس کے کچھ روز بعد رحلت کی اطلاع بذریعہ فون مل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بہر حال یہ میرے لئے باعث سعادت ہے کہ ان کے جنازہ کی مشایعت کا موقع نصیب ہو گیا۔

Scanned by CamScanner

استاذ الاساتذہ

مولانا سید محمد غافر صاحب باقری

استاد جامعہ ناظمیہ لکھنؤ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

انسان کی قدر و قیمت اس کے حسن اخلاق کی بلندی اور کردار کی مرہون منت ہے۔

عالم باعمل ایسا منارۂ ہدایت ہوتا ہے جو خود بھی ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور دوسرے بھی اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور عالم بے عمل کو رمشغلہ دار ہے دوسرے اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں لیکن وہ خود ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
گر عمل نیست ہمہ نادانی

اچھی اور بری راہوں کے درمیان تمیز حاصل کرنے کیلئے اللہ نے انسان کو عقل سلیم عطا کی اور صراط تک رسائی کے لئے قلوب کو نور ایمان سے منور رکھنے کی شرط سے مشروط قرار دیا ہے نور ایمان کی روشنی میں صراط مستقیم پر گام زن ہونے والا شاکر بنتا ہے اور نور ایمان کے بغیر صراط مستقیم نہیں ملتا۔ اور انسان کافر بنتا ہے۔ اناھد یناہ السبیل اما شاکراواما کفوراً (سورۂ دہر۔ آیت:۳)

استاد محترم مولانا سید محمد شاکر نقوی صاحب امروہوی اسم با مسمّٰی ہیں اپنے دائرہ علم میں محصور رہتے ہوئے عملی میدان میں قدم رکھتے ہیں غرور و تکبر سے مبرا نرم دل، نیک، ہمدردی کے ساتھ پیش آنے والے انسان ہیں اپنی مادر تعلیم ناظمیہ کے نافذ کردہ اصولوں کے خلاف

Scanned by CamScanner

ورزی برداشت نہیں فرماتے ان کی سخت گیری بعض مواقع پر دوسروں کی دل آزاری کا سبب بن جاتی ہے لیکن ان کی نگاہ خلوص کی پرکھ رکھنے والے ان کے عقیدت مند بن جاتے ہیں۔

انھوں نے ۱۹۵۳ء میں ناظمیہ کا آخری درجہ ممتاز الافاضل پاس کیا اور اسی سال سے ناظمیہ میں مدرس معین ہوئے۔ ان کے ہمدرس طلباء میں زیادہ اہم ہستیاں مولانا سید علی عابد صاحب کراروی اور مولانا سید کاظم صاحب نقوی کی ذوات مقدسہ تھیں۔

ناظمیہ کے درجہ ششم میں میرا داخلہ ۱۹۵۷ء میں ہوا اور درجہ ہفتم سے مجھ کو مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور ان کی ہر شفقت و مہربانی ذات گرامی سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت کی خوبیاں مجھ پر منکشف ہوتی گئیں۔

میرے ابتدائی دور تعلیم میں افریقہ کا ایک وفد ناظمیہ آیا جس کے سربراہ عالیجناب ملا اصغر صاحب مرحوم تھے وہ مولانا سید محمد شاکر صاحب کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئے اور ان کو افریقہ لے جانا چاہا اور ان سے کہا کہ ۷۰۰ روپئے آپ کی تنخواہ ہوگی اس کے علاوہ وہاں کے لوگ آپ کی خدمت میں ہدایا پیش کریں گے۔ اس وقت ناظمیہ میں ان کی تنخواہ صرف ۶۰ روپئے تھی۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کو اتنے میں بہت مل جائیں گے لیکن صرف ساٹھ روپئے پر قناعت کر کے ناظمیہ کو اپنی خدمت پیش کرنے والے بہت کم ملیں گے۔ لہذا میں ناظمیہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

قیام ناظمیہ سے لیکر ناظمیہ میں جشن الماسی منعقد کئے جانے کے زمانے تک کا سارا رکارڈ انھوں نے اکیلے جمع فرمایا اور بدلے میں کسی صلے کی خواہش نہیں فرمائی۔ اور دارالآثار کے نام سے ایک شعبہ قائم فرمایا جس میں ناظمیہ سے فارغ علماء کی تالیفات جمع فرمائیں تدریسی میدان میں ان کو تصریح، سلم العلوم، حمد اللہ، صدرا جیسی اہم کتابوں کے مسائل کو آسان سے

Scanned by CamScanner

آسان طریقے پر طلباء کے ذہن تک پہنچانے میں ملکہ حاصل تھا۔لیکن فی الحال فالج کے اٹیک اور کمزوری کی بنا پر ان کے مجبور ہو جانے سے طلاب ان سے استفادہ کرنے سے محروم ہو گئے ہیں خدا سے دعا ہے کہ ان کا سایہ تادیر ہم لوگوں کے سروں پر قائم رکھے۔اور فی الحال وہ شائد اپنے بڑے فرزند کے پاس میرٹھ میں ہیں۔

علم دین حاصل کرنے والے طلباء کے لباس اور بالوں پر بہت توجہ دیتے تھے اور ذی طلبگی کے خلاف لباس اور بالوں کی کٹنگ برداشت نہیں کرتے تھے۔اور طلاب علم دین کے لئے انگریزی تعلیم کو مضر تصور فرماتے تھے۔

لیکن میری فکر ونظر کے مطابق علم دین حاصل کرنے والے طلاب کوئی زبانوں پر عبور حاصل ہونا چاہیے خصوصاً انگریزی زبان پر تاکہ اپنی بات دوسروں تک بآسانی پہنچا سکیں اور دین اسلام کے سلسلہ میں ان کی موشگافیوں کا سدباب کر سکیں۔

مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ نے نثر ونظم دونوں شعبوں میں اپنی نگارشات پیش فرمائی ہیں ان کی اہم تالیفات میں (ظفرہ علی الطفرہ) اور رویت ہلال کے سلسلے میں آقائے خوئی کے نظریہ کے برخلاف اپنے نظریہ پر دلیلیں تحریر فرماتے ہوئے آقائے خوئی کی دلیلوں پر ایراد وارد کئے۔اور جناب ذیشان ہدایتی مرحوم کے ذریعہ وہ تحریر آقائے خوئی مرحوم کی خدمت میں پیش کی۔

ان کی سب سے اہم تالیف قرآن کی تفسیر ہے جو ان کی بیس سالہ محنت کا نتیجہ ہے کتاب کافی کے نسخوں میں جو احادیث معنعن تفسیر قرآن کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے ان احادیث کو تلاش کر کے ان آیات کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے جن آیات کی وہ تفسیر ہیں اور اس تفسیر کی تالیف کے سلسلے میں ایران نے ان کو ایوارڈ سے نوازا ہے اور ایران ہی کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آرہی ہے اس طرز پر تفسیر اب تک میرے علم میں تحریر نہیں کی گئی ہے یہ مولانا کا ایک

Scanned by CamScanner

انوکھا کارنامہ ہے۔

(حدیث معنعن ایسی حدیث کو کہتے ہیں جسکے راویوں کا تذکرہ عن فلاں عن فلاں کرتے ہوئے سلسلہ رواۃ کو معصوم مفترض الطاعۃ سے متصل کر دیا گیا ہو۔اور تذکرہ رواۃ میں تدلیس کا احتمال نہ ہو۔)

Scanned by CamScanner

عظیم مدرس و مربی

خطیب اہلبیت مولانا ناظم علی خیرآبادی

پرنسپل جامعہ حیدریہ، خیرآباد

استاذ الاساتذہ، جامع معقول والمنقول، معلم عدیم النظیر، مربی فقید المثال، مدرس لاثانی، مفکر اسلام، رئیس التحریر، لسان المقررین، عمدۃ المبلغین، عالم باعمل، مفسر آیات قرآنی، نکتہ سنج محکمات ومتشابہات، شارح احادیث وفرمودات اہلبیت طاہرینؑ، عقدہ کشاء مفصلات علمی رہبر و براہین عقلی، صاحب اخلاق حمیدہ و اوصاف ستودہ، مروج سیرت وکردار ائمہ معصومینؑ، بقیہ علماء صالحین، نبض شناس قوم وملت، راہنمائے مصلحین ومبلغین، سالک مسلک سلمان وابوذر، محی اقدار طیبہ متقدمین، رہبر علماء وفضلاء متقین، درفاخر بحر ذاخر علامہ السید محمد شاکر نقوی امروہوی کی ذات والا صفات کے سلسلہ میں ایک حقیر شاگرد کیلئے کچھ لکھنا بے انتہا مشکل ہے لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ شاگرد سے بہتر استاد کی معرفت رکھنے والا کون ہوسکتا ہے؟ واقعی استاد تعلیم وتدریس کے ساتھ سیرت وکردار کے ذریعہ عملی تربیت کا بھی فریضہ انجام دیتا ہے۔

استاد محترم تدریس کے دوران گفتگو کے علاوہ بہت کم گفتگو کرتے تھے مگر ان کی خموشی گفتگو تھی اور بے زبانی میں زبان کے اہم ترین خصوصیات پائے جاتے تھے، مثل شجرۂ طیبہ ثمردار نہایت متواضع رہتے تھے ان کا یہ انداز حیات بے شمار پیغامات نصیحت کا علمبردار تھا، وہ اپنے شاگردوں سے بیحد محبت کرتے تھے مگر دینی اور شرعی اصول کے خلاف کسی طریقۂ کار کو برداشت نہیں کرتے تھے ایسے موقع پر سخت ترین ہونے کے باوجود امر بالمعروف اور نہی المنکر کے تیسرے مرحلہ میں کبھی داخل نہیں ہوتے تھے ان کی نگاہوں کی تیزی اور مزاج کی برہمی نیز

Scanned by CamScanner

طرز رفتار کی سنجیدگی طلبہ کو اپنے عمل پر شرمسار کر دیتی تھی اگر کسی طالب علم سے ان کی کوتاہی کی بنا پر کبیدہ خاطر ہوتے تو دوران تدریس اس کی طرف نگاہ نہیں کرتے اس سے محسوس ہوتا تھا کہ خوش نہیں ہیں اور طالب علم اپنی اصلاح خود کر لیتا تو معمول کے مطابق توجہ فرماتے تھے۔

استاد محترم جن علوم وفنون کو اپنے کمال ذوق علمی کا مرکز بنائے تھے وہ علم ہئیت، ادب و منطق تھا، علم ہئیت میں تو وہ اپنی مثال آپ؛ تھے۔ میں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں دیکھا ہے کہ نہایت درجہ عالم وکامل اساتذہ بھی اس فن کو پڑھانے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو شاکر صاحب کا حصہ ہے، مذکورہ علوم کے علاوہ دوسرے علوم میں بھی کمال دسترس تھی چنانچہ میری یادداشت کے مطابق ایک بار جامعہ ناظمیہ میں اساتذہ کی میٹنگ میں اس پر گفتگو ہوئی کہ ہر مدرس کو ایک ایک درجہ کی تمام کتابیں حوالہ کر دی جائیں اور مکمل نصاب کا ذمہ دار ہو ظاہر ہے کہ ہر درجہ میں مختلف علوم، فقہ، اصول، ادب، فلسفہ، منطق، کلام وغیرہ کی کتابیں داخل تھیں بات پر تقریباً اتفاق ہو رہا تھا کہ مولانا شاکر صاحب قبلہ اس استاد کی جانب متوجہ ہوئے جنھوں نے یہ تحریک کی اور تجویز پیش کی تھی اور فرمایا کہ یہ کام ہو تو سکتا ہے لیکن طالب علم کا علمی نقصان ہوگا میں تو کسی حد تک تمام علوم کی تدریس کر کے طالب علم کو مطمئن کر دونگا لیکن آپ منطق وفلسفہ نہیں پڑھا سکیں گے کیونکہ ان میں آپ کو اتنی مہارت نہیں ہے اور پھر علم ہئیت وافلاک کا کیا ہوگا؟ آپ کے یہ کہنے سے تحریک وتجویز ختم ہوگئی۔

مولانا نے جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں رہ کر مایہ ناز وسرمایہ افتخار علمی شخصیتوں سے کسب فیض کیا اور تعلیم کے بعد جامعہ میں تدریس کے فرائض انجام دینا شروع کئے ایسا مرتبہ ممتاز افراد کو ہی حاصل ہوتا ہے ان کی تدریس وتربیت سے مستفیض ہونے والے سیکڑوں طلبہ ہیں جو آج قوم کی رہبری کرنے والے علماء ہیں جن کی تحریریں اور تقریریں قوم وملت کی رگوں لہو کی طرح رواں دواں ہیں۔ مولانا نے تدریس کے ساتھ تحریر کو بھی جاری رکھا قلم کو صرف خدمت دین اور نشر

Scanned by CamScanner

احکام ومعارف اہلبیتؑ اظہار کیلئے استعمال کیا،آپ نے ایک زمانہ میں کچھ دنوں نجف ہند جوگی پورہ قیام کیا جہاں دعا وعبادت کے اثر اور مرضی رب سے آپ کولڑ کا عطا ہوا جسکی آپ کو اسلئے تمنا تھی کہ ان کا علمی وارث ہوسکے وہ فرزند حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا محمد افضال صاحب ہیں جو منصبیہ عربی کالج ، میرٹھ کے پرنسپل ہیں۔مولانا نے اس نعمت بے بہا کو پانے کے بعد ''نجف ہند'' نام کا ایک رسالہ جاری کیا جس میں نہایت پُر مغز اور قیمتی مضامین شائع کئے اب یہ یاد نہیں رہا کہ اس رسالہ کے کتنے شمارے نکلے لیکن جو شمارے بھی شائع ہوئے وہ قیمتی مطالب کا مجموعہ تھے۔آپ کے کچھ رسالے امامیہ مشن لکھنؤ سے بھی شائع ہوئے اور نادر موضوعات پر مضامین الواعظ، اصلاح وغیرہ میں برابر شائع ہوتے رہے کاش ان مضامین کو جمع کیا جا سکتا اور اسے کتابی صورت میں شائع کر کے عوام کے دلوں کو منور کرنے کا ذریعہ بنا دیا جاتا۔

مولانا خود وقیع علمی استدلالی مضامین لکھتے بھی تھے اور طلبہ کو لکھنے کی تاکید بھی کرتے تھے اور پھر نہایت عمیق نظر سے اصلاح بھی کرتے تھے،خوب یاد ہے کہ حقیر نے بھی ابتدائی کاوش میں ان سے مسلسل اصلاح لی ہے۔اس زمانہ میں جب مختلف انگریزی اسکولوں میں ڈبیٹس (Debets) ہوتے تھے اور تقریر کیلئے مدرسہ کے طلبہ کو دعوت دی جاتی تھی تو وہ تقریریں بھی مولانا ہی لکھتے تھے اور جب بھی ان کی لکھی ہوئی تقریریں سنائی جاتی تھیں تو وہ انعام کی حقدار ہوتی تھیں بڑے بڑے ماہرین ناکام ہوجاتے تھے ان کی تحریر وتقریریں علمی باتوں کا نہایت سہل انداز میں تذکرہ ہوتا تھا۔

مولانا کی حیات مولائے کائنات امیر المومنین علیؑ کے اس شعر کا نمونہ معلوم ہوتی ہے:

لیس الجمال باثواب تزیننا ان الجمال جمال العلم والادب

وہ لباس کے ذریعہ حیات کو مزین بنانے کے قائل نہیں بلکہ علم وادب کا جمال انھیں باوقار اور پُر عظمت بنائے ہوئے ہے زندگی کی ظاہری ٹیپ ٹاپ، کپڑے کی وضع قطع اور نوک

Scanned by CamScanner

پلک کی آراستگی سے بے پرواہیں شیروانی کا بٹن طور پر کھلا رہتا سر جھکائے چلتے تھے مگر علمی مباحثہ اور درس کے میدان میں نہایت پختہ کام اور تیز گام ہیں۔

مولانا نے مادی دنیا کی جانب کبھی توجہ نہ کی وہ دنیاوی آرائش اور زیبائش سے ہمیشہ بے تعلق رہے مال دنیا کی جانب نظر اٹھا کر نہیں دیکھا اس لئے وہ ان علماء کی طرح نہ ہو سکے جو مال اور مالدار کے پیچھے رہ کر علم دین کی قدر و قیمت کھو دیتے ہیں اور چند سکوں کیلئے کردار کا سودا کر کے دنیا کی سجاوٹ میں مصروف ہو جاتے ہیں علم کی نورانیت ان کے پاس ہے اس سے انھوں نے سیکڑوں علمی چراغ جلائے اور ان چراغوں سے دوسرے چراغ جل رہے ہیں اور روشن ہوتے رہیں گے، اگر غور سے دیکھا جائے، تو ہندوستان میں جتنے حوزات پائے جاتے ہیں ان میں ایسے مدرس ضرور ملیں گے جنھوں نے کسی نہ کسی اعتبار سے مولانا سے کسب فیض کیا ہوگا۔ ہندوستان کے باہر مقدس حوزات علمیہ میں تدریس کا فریضہ انجام دینے والے بھی کچھ نہ کچھ اساتذہ بالواسطہ مولانا کی شاگردی کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔

مولانا نے جامعہ ناظمیہ میں رہ کر تدریس کا جو کام انجام دیا ہے وہ ایک روشن منارہ ہے اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے دراصل یہ وہ شجرۂ طیبہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے مثل کلمة طيبة كشجرة طيبة اصلحا ثابت و فرعها فی السماء توتی اکلها کل حين باذن ربها

آخر میں ایک مختصر سا واقعہ طلبہ کی محبت اور علمی عدم نقصان کا نقل کر کے ختم کرتا ہوں۔

مولانا اپنے عزیزوں سے ملنے کیلئے پاکستان جا رہے تھے تو چونکہ مولانا جامعہ میں ناظم تعلیمات و امتحانات بھی تھے اس لئے انھیں طلبہ کے فائدہ ونقصاں کا خیال رہتا تھا اسی زمانہ میں حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا روشن علی صاحب قبلہ نجف اشرف سے ہندوستان تشریف لائے تھے تو مولانا نے اپنی جگہ رخصت بھر کے مولانا روشن علی صاحب کو مدرس بنانے کیلئے

Scanned by CamScanner

سرکار مفتی اعظمؒ طاب ثراہ سے کہا مفتی صاحب قبلہ نے منظور فرمایا اور مولانا نے اپنی کتابیں ان کے حوالہ کر دیں اور کچھ کتابیں ان کے علمی شایان بھی دیں تاکہ انھیں کچھ اور خیال نہ آئے، مولانا جب تک پاکستان میں رہے مولانا روشن علی صاحب قبلہ کتابوں کو پڑھاتے رہے یہ کسی استاد کو کب خیال آتا ہے کہ طالب علم کا نقصان نہ ہونے پائے۔ مگر مولانا کو طلبہ سے اس درجہ محبت تھی کہ ان کا وقت برباد ہوتے نہ دیکھ سکتے تھے ایسے واقعات متعدد بار پیش آئے ہیں جن کے گواہ ان کے شاگرد طلبہ اب بھی موجود ہیں۔

ان کا علمی سرمایہ، تحریر، تقریر، تدریس اور تربیت آج بھی مشعل راہ ہے اور برابر دنیا کو درس دیتی رہے گی۔ خداوند کریم انھیں جوار معصومینؑ میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

Scanned by CamScanner

استادِ کُل

حجۃ الاسلام مولانا سید شمشاد حسین رضوی

صدر مجلس علماء الشیعہ، ناروے

جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ کو ''شیخ الطائفہ'' کا لقب دے کر ایک فرقہ سے ان کو منسوب کر دیا گیا تھا کہ یہ شیعہ اثنا عشری مسلمانوں کے شیخ اور فقیہ ہیں۔ لیکن بعد کے علماء اور محققین حتی علماء اہلسنت نے بھی اتفاق کیا ہے کہ وہ صرف شیعوں کے ہی رہبر اور عالم نہ تھے بلکہ اس زمانے کے تمام فرق اسلامی کے مسلمانوں کے مسائل ان کی فقہ وعقائد کے لحاظ سے حل کرتے تھے اور سب کی فقہ کی روشنی مین جواب دیتے تھے۔ تو پھر انھیں ''شیخ الطائفہ'' کہنا درست نہ تھا بلکہ انھیں ''شیخ کل'' کہا جائے تو ان کی شخصیت کے لحاظ سے بجا ہوگا۔

بعینہ اگر استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید محمد شاکر نقوی صاحب قبلہ کو ایک خاص علم اور موضوع معین کا ''استاد موضوعی'' کہا جائے تو ان کی ناقدری ہوتی۔ بعض طلباء وعلماء نے ان کو علم منطق، فلسفہ اور علم ھئیت کا ہی استاد سمجھتے اور مانتے تھے جبکہ بندۂ حقیر اور اکثر طلاب انھیں ''استاد کُل'' جانتے سمجھتے اور مناتے ہیں۔ اس کا اعتراف وہی کر سکتا ہے جس نے ان سے شرف تلمذ ہر طرح مختلف موضوعات میں کئے ہو دوران طالبعلمی سے لے کر اب تک جب بھی میں وطن کے سفر کے لئے لکھنو جاتا اور مولوی صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضری دیتا، ہمیشہ جو گفتگو اور استفادہ علمی کرتا رہا اس سے یہ واضح ہے کہ آپ منطق وفلسفہ اور علم ھئیت کے علاوہ عربی ادب، شاعری، تفسیر واحادیث پر کافی عبور رکھتے تھے۔ میں جب ممتاز الافاضل کے آخری سال میں تھا اور مدرسہ کے دروس کے علاوہ شام کے وقت حوزوی نظام اور آزادنہ دروس کی تجاویز فیصلہ کے مرحلہ تک پہونچ گئی تھی تو میں اور برادم حجۃ الاسلام مولانا سید علی

Scanned by CamScanner

مہدی تقوی ، باسٹوی، بجنوری (مقیم حال بمبئی) اور بعض ہمدرس لوگوں نے احادیث کی ان کتابوں کا درس لیا جو جامعہ ناظمیہ کے نصاب میں پڑھائی نہیں جارہی تھیں۔ تبحر علمی ان کی تدریسی رَوِش اور تحلیلی موشگافیاں تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن بزرگوں نے ان کا نام رکھا تھا اس بابرکت لقب سے منسوب ان معصوم شخصیت یعنی امام محمد باقر علیہ السلام کے القاب میں سے ایک لقب ان کا نام ''شاکر'' ہے اسی وجہ سے وہ ہر حال میں اور ہر نعمتِ خدا پر شاکر تھے۔ مگر علمی موشگافیاں امام کے لقب باقر العلوم کا بھی اثر تھا۔ اور آج ہم اس پر فخر کرتے ہیں کہ ایسے استاد کے ادنیٰ سے شاگرد ہیں۔

انھوں نے جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں پڑھا تو ناظمیہ کو ترک نہیں کیا۔ کچھ عرصہ تک ہم لوگوں کے زمانے میں وہ کتب خانہ کے مہتمم و ناظم (لائبریرین) بھی رہے ہیں۔ وہ ایک دن گرد و غبار میں اٹے ہوئے لائبریری کے انبار میں مشغول اور غائب و غافل تھے۔ اچانک میں اپنی کلاس کو پڑھا کر جب کتب خانہ میں پہونچا تو ''مولوی صاحب'' کہہ کر پکارا تو متوجہ ہوئے اور شفقت سے اپنے پاس بلا کر کتابوں کو دکھانے لگے کہ دیکھو یہاں کیا کچھ خزانہ ہے جس کی طرف لوگ متوجہ نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ مولوی صاحب! آپ اتنا زیادہ وقت درس و تدریس میں دیتے ہیں اور پھر لائبریری میں بھی اتنی محنت کرتے ہیں کتب کی دیکھ بھال اور صفائی بھی کرتے ہیں۔ ہم لوگوں اور طلاب کو بھی اپنی مدد کے لئے بلا لیا کیجئے تو آپ نے فرمایا: میاں! کہاں کہاں سے مجھے بلایا گیا اور کہاں کہاں مجھے بھیجنے کی کوشش کی گئی اور کس کس نے کہا کہ ناظمیہ چھوڑ دو۔ اس سے بہتر تنخواہ اور زندگی ہوگی۔ مگر میں نے یہ نہ کیا۔ تمہیں پتہ ہے کہ میں امروہوی ہوں۔ میرے سر میں ایک کیل اور اسکرو ٹھونک کر کس دیا گیا ہے جس کی وجہ سے میں نہ ناظمیہ چھوڑ سکتا ہوں اور نہ یہ کام۔

خداوند عالم ایسے ہی علماء، اساتذہ اور بے لوث خدمت گذاروں سے اپنے دین کی

Scanned by CamScanner

حفاظت کرواتا ہے۔

استاذ العلام حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا آقای مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی طاب ثراہ ان کے بڑے معتقد اور مرید ہونے کے ساتھ ساتھ باوفا شاگرد بھی تھے۔ مولوی صاب قبلہ کو بہت چاہتے اور جب کبھی فیض آباد یا سلطان پور سے لکھنؤ آتے تو ان سے ملنے ضرور آتے۔ چنانچہ وثیقہ عربی کالج فیض آباد میں جب استاد ادیب الھندی صاحب مرحوم تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے تو اکثر مولانا شاکر صاحب کے رَوِشِ درس اور طلباء کے ساتھ شفقتوں اور محبتوں کا ذکر کرتے۔ میں اسی وقت سے غائبانہ طور سے مولوی صاب قبلہ کا مرید بن گیا تھا۔ بندۂ حقیر چونکہ اکیڈمک اسکول، کالج کی کلاسوں سے گذرتا اس دینی علماء اور روحانی ماحول میں آیا تھا اس لئے مدرسہ کے طلباء و مدرسین اور ذمہ داروں کو میری شناخت ہو گئی تھی کہ میں مدرسہ میں پڑھانے کی بھی ذمہ داری اٹھا سکتا ہوں تو پھر حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا سید حمید الحسن صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ ناظمیہ لکھنؤ نے میرا تعین بحیثیت مدرس کر دیا اور میں فارسی ادب کے علاوہ ریاضیات، الجبرا، اقلیدس اور تاریخ وجغرافیہ پڑھانے لگا اور اسی دوران جامعہ کے اساتذہ کے دروس میں بھی شامل ہوتا تو مولانا شاکر صاحب کی نظر عنایت خاص طور سے اس وقت ہوتی جب وہ علم ھئیت پڑھاتے اور کبھی کبھی مجھے مشکل میں ڈالتے جب امتحاناً کوئی خاص بحث ہوتی۔ جب میں 1986ء ناروے گیا اور دو سال بعد ہندوستان واپسی پر ''مولوی صاحب'' سے ملنے گیا تو انھیں وہاں کے حالات، موسم، طلوع و غروب آفتاب اور مسئلہ فجر کی طرف تشویش سے سوالات کئے۔ وہ لائبریری جا کر ایک گلوب (Globe) لے آئے اور تخت پر بیٹھ کر مجھ سے ناروے کے جائے وقوع اور قطب شمالی میں واقع ایک خاص جگہ جہاں ۳۔۴ منٹ یا اس سے بھی کم وقت کے لئے سورج ڈوبتا ہے اس کے طلوع ہونے وہاں کی کہانی اور جاڑے میں اس کے برعکس حالات کی معلومات کرنے لگے۔

Scanned by CamScanner

جب میں نے وہاں کے مسائل کا تذکرہ کیا تو اپنی علمی صلاحیتوں سے مجھے رہنمائی کی۔ اور ہمیشہ دعا گو رہتے کہ کم از کم تم ایسی جگہ ہو کہ میرے پڑھائے ہوئے کو یاد کئے ہو اور اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہو۔

مولانا شاکر صاحب قبلہ کے سلسلے میں کچھ لکھنا میرے لئے مشکل تھا مگر برادر ڈاکٹر حجۃ الاسلام مولانا سید شہوار حسین نقوی صاحب کی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی عقیدت کا اظہار اور بعض لمحات کا ذکر کیا ہے جو میں نے ان کے ساتھ گذارے ہیں۔ اختلاف ہونا رحمت ہے۔ تنقید کرنا اور تبصرہ کرنا ہر ایک کا حق ہے مگر تعریف میں مبالغہ آرائی اور تنقیص کرتے وقت حد سے گذرنا شرعاً درست نہیں۔ ان جملوں کے ساتھ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا شاکر صاحب قبلہ استاد فن اور فنون تھے۔ مختلف موضوعات پر گہری نظر تھی۔ زندگی بڑی سادہ، اخلاص ان کا شیوہ، ناظمیہ سے بے لوث و بے پناہ ان کی محبت ان کی سرشت، دعا و مناجات ان کی عادت، علماء وطلباء کا احترام ان کردار، ذی طلبگی کے خلاف کسی کو برداشت نہ کرنا ہی ان کی تربیت کا حصہ، کتابوں میں غرق رہنا معمول روزگار، ذوق مطالعہ دوسروں کے لئے آئیڈیل، تحقیق سے نئے نکات نکالنا ان کی دلچسپی کی دلیل، دقیق مباحث پر عرق آلود ہونا زندگی کی چال، جامعہ ناظمیہ کے طلباء اور اساتذہ سے بے پناہ محبت اور قلبی لگاؤ ہی ان کی پہچان ہے۔

یہ بات میں نے اس وقت دیکھی جب استاد محترم مولانا سید شہنشاہ حسین صاحب قبلہ مرحوم کی تعزیت کے لئے گیا اور وہ والہانہ طور سے مل کر ایسا روئے ہیں اور جب تک میں بیٹھا رہا وہ انھیں یاد کر کر کے روتے رہے۔ اس وقت بہت سے علماء اور طلباء مولانا مرحوم کے یہاں تھے مگر مولانا صاحب قبلہ کا بے حد متاثر ہونا سب پر واضح تھا۔

Scanned by CamScanner

اچھے استاد

حجۃ الاسلام مولانا سید صفی حیدر صاحب
سکریٹری تنظیم المکاتب، لکھنؤ

مجھے یاد نہیں کہ میں نے استاد محترم مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ سے دوران درس کیا سوالات کئے تھے جس کے باعث انھوں نے طفرہ جیسے علمی موضوع پر گرانقدر اور یادگار مقالہ لکھ دیا مگر مجھے یہ یاد ہے کہ جب سے میں نے جامعہ ناظمیہ میں مولوی صاحب سے پڑھنا شروع کیا (شاید نویں درجہ سے) اس وقت سے آخری درجات تک جو بھی پڑھا پھر مجھے دوبارہ پڑھنا نہیں پڑا (میری خوش نصیبی سے مجھے اکثر اساتذہ ایسے ہی ملے) مولوی صاحب قبلہ بحیثیت استاد ایک ایسے منفرد انداز تدریس کے مالک تھے کہ طالب علم پوری توجہ سے ان کی گفتگو سننے پر مجبور ہوتا تھا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا دماغ ادھر ادھر نہیں جانے پاتا۔

مجھے یاد نہیں کہ مولوی صاحب کس علمی موضوع کو سمجھا رہے تھے مگر مجھے یاد ہے کہ مرقات کے درس میں یک بیک پڑھاتے پڑھاتے انھوں نے اپنی ناک پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ پوری ناک چھپ گئی۔ پھر پوچھا بتاؤ میری ناک پر کیا ہے؟ تل ہے، مسہ ہے، دانہ یا کچھ نہیں ہے۔ میں نے کہا میں نہیں بتا سکتا۔ انھوں نے کہا کہ بسا اوقات آدمی کسی چیز کو دیکھتا ہے مگر نہیں دیکھتا جو بات مجھے سمجھانا چاہتے تھے لفظوں میں مجھے یاد نہیں مگر اس کی حقیقت میرے اندر جذب ہوگئی ہے۔

یہی وہ طریقۂ تدریس ہے کہ جو انسان کو ''رٹو طوطا'' بنانے کے بجائے سوچنے، سمجھنے اور جذب کرنے والا طالب علم بنا دیتا ہے۔ یہ سلیقہ ہر استاد کو نصیب نہیں ہوتا مگر مولوی صاحب میں یہ صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔

Scanned by CamScanner

اچھا استاد وہی ہوتا ہے جو تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے شاگرد کی تربیت بھی کرتا رہے۔ مولوی صاحب میں یہ صلاحیت بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اتنی کہ اگر وہ چاہیں تو اس صلاحیت کا منفی استعمال کر کے ایک منفی فکر کا طالب علم تیار کر سکتے ہیں۔

مجھے یاد نہیں کہ میں جامعہ ناظمیہ میں کس درجہ میں زیر تعلیم تھا بہر حال سن شعور کا آغاز ہو چکا تھا۔ موضوع یہ تھا کہ گرمیوں میں چھٹیاں ہونا چاہیے مگر مدرسہ میں پہلے سے اتنی چھٹیاں تھیں کہ گرمیوں کی چھٹیاں بڑھانے کی گنجائش نہ تھی۔ مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کیا خیال ہے! معصومینؑ کی ولادت کی چھٹیاں کم کر کے گرمیوں کی چھٹیاں کر دی جائیں؟ میں نے بڑی سادگی سے کہہ تو دیا ''ہاں'' مولوی صاحب یہ ٹھیک ہے، مگر میں مولوی صاحب کے امتحان میں ناکام ہو چکا تھا اور اب میری تربیت کی ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا (الفاظ من و عن یاد نہیں ہیں) کمبخت اپنی چھٹیوں کے لئے معصومینؑ کی یاد کی چھٹیاں کم کرے گا؟ اور مجھے ساری زندگی کے لئے سبق مل گیا کہ اللہ رسولؐ اور اہل بیت علیھم السلام پہلے ہیں اور میں بعد میں ہوں۔

آج یہ دونوں عناصر مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ جسارت ہے مگر حقیقت ہے کہ اب نہ اکثر طلاب کو یہ فکر ہے کہ استاد کو پڑھانے پر مجبور کیا جائے اور نہ اکثر اساتذہ کو فکر ہے طالب علم کو پڑھنے پر مجبور کیا جائے۔ جو مستقبل کے لئے انتہائی مایوس کن صورت حال ہے۔

مولوی صاحب کے سلسلہ میں گفتگو کے بہانے مجھے ایک اور درد دل کہنے کا موقع مل گیا ہے۔

مولوی صاحب قبلہ کے تعلیمی و تدریسی نظریات میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ قدیم نظام تعلیم کے شدت سے حامی ہیں جس میں بسا اوقات بعض علوم کے صرف وہ نظریات پڑھائے جاتے ہیں جو آج قطعی طور پر غلط ثابت ہو چکے ہیں۔ اس کے مقابل میں وہ جدید

Scanned by CamScanner

ترین نظام تدریس آرہا ہے جہاں ماضی سے گریز بھی ہنر بن گیا ہے اور ہر قدیم برا ہے، اور جدید اچھا ہے کا نظریہ غالب آرہا ہے۔ میں جب دونوں قسم کے نصاب ونظام پر نظر ڈالتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ ایک درمیانی راہ نکلے۔ (اگرچہ یہ بات میری اوقات سے بڑی ہے) درمیانی راہ یہ نکلے کہ ہر علم کے جدید ترین نظریات پر مشتمل نصاب تعلیم تیار ہو مثلاً معالم پر اکتفا کے بجائے شہید صدر کے حلقات بھی نصاب میں شامل ہوں تا کہ اصول فقہ کے آخری نظریات طالب علم تک پہنچ سکیں مگر بہت سی قدیم کتب اور نظریات کو یکسر نظر انداز کر کے طاق نسیاں پر نہ رکھ دیا جائے۔

مثلاً میں نے دوران تعلیم محیط الدائرہ کے نام سے علم عروض کی صرف ایک کتاب پڑھی تھی مگر صرف اس کتاب کے پڑھنے کی وجہ سے کم از کم قافیہ، ردیف، وزن شعر جیسی ابتدائی چیزیں میری یادداشت میں باقی رہ گئیں جس سے بے خبری آج کے نصاب تعلیم سے ایسی کتب موضوعات کو خارج کر دیئے جانے کے باعث ایک بڑے طبقہ میں افاضل مدارس کی سبکی کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح مدارس کے جدید نصاب تعلیم میں عربی ادب کے یکسر خارج کر دیا گیا ہے جبکہ قدیم نظام تعلیم میں مجانی الادب سے سبعات معلقات اور مقامات بدیع الزماں پڑھنے کے بعد نہج البلاغہ کی باری آتی تھی تو افاضل مدارس صرف ہندو پاک میں تعلیم حاصل کر کے قرآن مجید و نہج البلاغہ کے مترجم و مفسر و شارح ہو جاتے تھے مگر آج ایک معمولی سی عربی کتاب کا ترجمہ کرانے کے لئے افاضل کی طویل فہرست میں جستجو کرنا پڑتی ہے جبکہ ابھی کوئی زیادہ زمانہ نہیں گذرا جب ہمارے مولوی صاحب نہ صرف یہ کہ برجستہ عربی میں مقالہ لکھ کر پڑھنے یا امتحان دینے کے لئے طلاب کو دیتے تھے بلکہ انکی علمی مہارت اور ان کی زبان پر قدرت کا اندازہ ان کے مذکورہ مقالہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

کاش ایسے ہی اچھے استاد پھر سے مدارس کو نصیب ہو جائیں۔

Scanned by CamScanner

بحر موّاج ادب

خطیب آل محمدؑ مولانا سید نعیم عباس صاحب
پرنسپل جامعۃ المنتظر ،نوگانواں سادات

استاذی العلام کی خبر رحلت سے ذہن وفکر کو ایک عرصہ پر محیط عبقری شخصیت کی زندگی کے تمام نقوش گردش کرنے لگے۔

منصبیہ عربی کالج میرٹھ میں استاد محترم مولانا سید نجی احمد صاحب قبلہ مرحوم سے تذکرہ سنا کرتے تھے وہ قبلہ وکعبہ کا تذکرہ بہت عظمت کے ساتھ کرتے تھے۔ ۱۹۷۱ء میں جب جامعہ ناظمیہ میں داخلہ لیا تو براہ راست طلاب کے لئے پیکر خلوص ذات گرامی کو دیکھا جو ہر پہلو سے طلاب کے لئے مربی اور نمونہ تھی۔ ہمہ وقت یہی کوشش ہوتی کہ طلاب علم وعمل کا پیکر بنیں۔ باطنی اور معنوی تربیت کے ساتھ ظاہری وضع قطع بھی طالبعلمانہ ہو اور روحانی ہو۔ اس سلسلہ میں کوئی سمجھوتہ اور معافی کا خانہ نہ تھا۔ کس کس خوبی کو یاد کریں ہر طالبعلم یہ خیال کرتا تھا کہ مولوی صاحب مجھ سے بہت لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ ایک بہترین استاد تھے۔ ہر کتاب کو ایسا پڑھاتے تھے کہ لگتا کہ وہ اسی کتاب کو سب سے اچھا پڑھاتے ہیں۔ علم ھیئت جو مدارس میں اب ذکر کے طور پر بھی نہیں ہے اس میں مولوی صاحب ماہر تھے۔ منطق وفلسفہ مولوی صاحب کی اپنی دلچسپی کے موضوع تھے۔ قطبی، سلم العلوم، میر زاہد ملا جلال، از بر تھیں اپنے طلاب کی بہت مدد فرماتے تھے۔ جامعۃ المنتظر کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے، کبھی کبھی تشریف لاتے۔

ایک مرتبہ تشریف لائے میں نے عرض کیا حضور طلاب منطق کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے لہذا آپ تمام طلاب منتظر کو برائے تشویق کچھ بیان فرمادیں میری درخواست کو قبول فرمایا تمام طلاب کو مسجد میں جمع کیا مولوی صاحب نے صرف ۳۰ منٹ سے زیادہ بیان نہ فرمایا ہوگا

Scanned by CamScanner

طلاب مطمئن ہوئے۔ مولوی صاحب عربی ادب کے ماہر استاد تھے وہ مقامات حریری اور حماسہ وغیرہ کو بے تکان پڑھاتے تھے۔ اسی نہج پر عربی میں عبارت آفرینی کمال درجہ فرماتے تھے۔ علماء کی مجالس کے پوسٹر وغیرہ جو مولوی صاحب نے مرتب فرمائے ہیں وہ گواہ ہیں۔ ایک مرتبہ افتخار العلماء مولانا سعادت حسین خاں طاب ثراہ نے طلاب دینی میں عربی کا شعور اور ذوق بیدار کرنے کے لئے سوداگر کے امام بارگاہ میں ایک پروگرام مرتب فرمایا۔ سب مدارس کے طلاب کو دعوت دی۔ میں مولوی صاحب سے بہت مانوس تھا۔ اسطرح کے جذبات کی بہت قدر فرماتے۔ میں نے عرض کیا میں اس پروگرام میں شرکت کرنا چاہتا ہوں مولوی صاحب نے برجستہ کلاس میں اسطرح ایک مقالہ تحریر فرمایا جسمیں عربی ادب کی معیاری مقالہ آفرینی تھی۔ متعدد علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی مجھے یاد ہے مولانا محمد صادق صاحب قبلہ جو عربی ادب کے ماہر استاد شمار ہوتے تھے اور ایسا ہی تھا بھی، موجود تھے اور بھی دیگر علماء تھے مقالہ کو پسند کیا گیا۔ مگر افسوس طلاب کی شرکت اس جذبہ کے ساتھ نہ ہوسکی جس کے تحت پروگرام مرتب کیا گیا تھا۔ اردو ادب میں بھی وہ رئیس التحریر شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ انکے بے شمار مضامین جو مختلف جرائد میں شائع ہوئے ہیں اس بات کے گواہ ہیں۔ درگاہ عالیہ نجف ہند جوگی پورہ کی کمیٹی نے ایک ماہنامہ اردو میں نجف ہند کے نام سے جاری فرمایا تو مولوی صاحب ہی اسکے رئیس التحریر مقرر ہوئے اگرچہ وہ ماہنامہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا مگر جو شمارے بھی نکلے کامیاب نکلے۔ خدا اس توفیق کو پھر بیدار فرمائے۔

مزاج میں بے پناہ سادگی تھی نام ونمود سے انہیں الجھن ہوتی اجتماعی پروگرام میں سب سے نیچے بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔ سادگی کی بارے میں امروہہ کے ایک صاحب نے فرمایا کہ زیادہ سادگی نے مولوی صاحب کو عوام سے پوشیدہ کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ اشرف المساجد جامع مسجد امروہہ میں نزول قرآن سے متعلق جلسہ تھا احقر بھی مقرر کی حیثیت سے مدعو تھا۔ مولوی

Scanned by CamScanner

صاحب کو زورزبردستی اسٹیج پر بٹھا دیا گیا جب تک بیٹھے رہے ایک طرح سے کرب و بے چینی محسوس کرتے رہے آخر تھوڑی دیر میں نیچے تشریف لے آئے۔ اس قدر وضع دار تھے جب سے دیکھا ایک ہی طرح دیکھا۔ شیروانی اور تمام لباس کا اپنا انداز تھا۔ یہاں تک کہ ٹوپی رکھنے کا انداز بھی انکا اپنا تھا کبھی اسکے علاوہ نہ دیکھا۔ دوپلی ٹوپی لگاتے اور چاہتے کہ ہر طالب یہی لگائے۔ دوپلی ٹوپی میں طالب علم کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

غرضکہ بہت سادہ زندگی نہ وہ اپنے پر بار تھے نہ جہاں جاتے وہاں بار محسوس ہوتے۔ خود بھی اللہ نے بہت ہاکا بنایا تھا۔

عشق خدا و رسولؐ و آل رسولؑ میں سرشار تھے خصوصاً عزائے سید الشہداء میں جو قبلہ موصوف کا انہماک تھا وہ اس وقت ظاہر ہوتا تھا جب وہ مصائب سنتے یا خود پڑھتے گریہ سے بے حال ہو جاتے۔

خود بہت عمدہ ذاکر اہلبیتؑ تھے میرا مطلب دھمال اور ادھم چوکڑی والے ذاکر نہ تھے۔ جسکی خبر عوام الناس کو ہوتی ہے۔ وہ عقل و منطق سے خطاب فرماتے۔ جہاں برائے تبلیغ تشریف لے جاتے موصوف کو مومنین اپنا لیتے ماہ صیام میں ایک عرصہ تک جولی ضلع مظفر نگر تشریف لے گئے۔ اور ایام عشرۂ اولیٰ میں اورنگ آباد ضلع بلند شہر تشریف لے جاتے۔ دونوں جگہ کے مومنین نے جنازہ میں شرکت کی اور باقاعدہ گریہ وزاری کرتے ہوئے آخری بار دیدار کر کے روتے ہوئے واپس ہوئے۔

مدرسہ میں طلاب مولوی صاحب ہی کہتے تھے۔ انکو سادگی پسند تھی ورنہ وہ بلند القاب کے حامل تھے۔ مجھے بھی بس یہی اچھا لگا کہ عظیم مدرس، فلسفی، الہیات کے ماہر استاذ الاساتذہ نہ لکھ کر صرف مولوی صاحب لکھوں۔

بہت عمدہ شاعر بھی تھے شاعری ردعمل کے طور پر ہوتی تھی ہر وقت کے شاعر نہ تھے۔

Scanned by CamScanner

چکبست کے شعر کو تبدیل کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جب ایک عالم دین اور مذہبی طبیعت انسان شعر کہے تو کیسے کہے گا۔

زندگی کیا ہے زبانوں پہ عمل کے چرچے
موت کا ہے انہی چرچوں پہ پشیماں ہونا

اس چھوٹے سے مضمون میں مولوی صاحب کی زندگی کے خد و خال سموئے نہیں جا سکتے۔ یہ تو میرے اندر سے پیدا ہونے والے وہ مشاہدات تھے جنکو دیکھا اور محسوس کیا۔ ورنہ وہ اگر خاموش بھی رہتے تو ایک معلم اخلاق تھے۔

Scanned by CamScanner

استاذنا العلام اور مودت اہلبیتؑ

فاضل جلیل مولانا محمد جابر جوراسی صاحب
ایڈیٹر ماہنامہ ''اصلاح''، لکھنؤ

جس مسلمان کی نگاہوں میں قرآن مجید کی آیت مودت (قل لا اسئلکم: سورہ شوریٰ) ہے وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیتؑ اطہار علیہم السلام سے کبھی روگردانی نہیں کرسکتا۔ اہل علم و معرفت بخوبی جانتے ہیں کہ کتنی بڑی دولت ہے مودت آل اطہارؑ جس کے سہارے ایک مرد مومن و مسلم ان اہلبیتؑ اطہارؑ سے وابستہ ہوتا ہے۔ جن کے ذریعہ ہی دین اپنی اصلی حالت پر باقی واستوار رہا ہے۔

استاذنا العلام مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ ایک پاکیزہ ماں کی آغوش میں پلے ہوئے تاریخ اسلام کے نشیب وفراز پر گہری نظر رکھنے والے عالم دین ہیں۔ شیر مادر کا اثر ہے کہ اللہ نے انہیں توفیقات خیر سے نوازا اور تاریخ پر گہری نظر کا لازمہ ہے کہ انہوں نے تاریخ کے مظلوم ترین افراد کے درجات عالیہ اور ان کے حقوق کی ترجمانی کو اپنا دینی فریضہ قرار دے لیا۔ اس روشنی میں اگر انہوں نے کسی حقیقت کا تجزیہ فرمایا تو اس کا حق ادا کردیا۔ ''اگر امام حسینؑ نہ ہوتے؟'' کے زیر عنوان انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

''حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کربلا کی عظیم قربانی پیش نہ فرماتے تو کیا ہوتا؟ یہ ایک اہم سوال ہے جس کے جوابات صحیح العقیدہ مسلمان برابر دیتے آرہے ہیں کہ اسلام کا نام ونشان تک باقی نہ رہتا۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے والے نہ رہتے، محمد رسول اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا، لیکن اپنے نبیؐ کے نواسہ کو چھوڑ کر یزید کی محبت کا دم بھرنے والے افراد ان جوابات کو صرف دعویٰ ہی دعویٰ کہہ کر ٹال دیتے ہیں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ بھلا یہ بات کس

Scanned by CamScanner

طرح ممکن ہے کہ پورے عرب کے تمام مسلمان صرف یزید کے کہنے سے اسلام کو چھوڑ کر کافر ہو جاتے وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بجائے کفر کے کلمات کیونکر کہنے لگتے ؟ ہم ان کے جواب میں صرف یہی حقیقت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ عرب کے تمام مسلمانوں کا یزید کے کہنے سے اسلام چھوڑ دینا بالکل اسی طرح ممکن تھا جس طرح یزید کے کہنے سے لاکھوں مسلمانوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے کو تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا۔ حالانکہ یہ تمام مسلمان اچھی طرح جانتے تھے کہ حسینؑ کون ہیں؟ (ماہنامہ الواعظ لکھنؤ محرم نمبر جون ۱۹۹۶ صفحہ ۲۶)

عشق آل رسولؐ مودت اہلبیت اطہارؑ شیعیت کا امتیاز ہے ،لہٰذا شیعیت کا دفاع بھی مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ اپنے فرائض میں گردانتے رہے ''شیعہ ہی امام حسینؑ کے قاتل ہیں'' اس الزام کی رد میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

''اس موقع پر قربان جائے امام مظلوم علیہ السلام کی مصلحت بیں نگاہ امامت کے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ایک وقت وہ آنے والا ہے جب میرے قاتلوں کو شیعہ کہہ کر میرے چاہنے والوں کو بدنام کیا جائے گا، اس لئے آپ کوفہ والوں کے دعوت ناموں پر خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے بھائی مسلم ابن عقیل کو بھیجا تا کہ لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرنے سے قبل بے نقاب ہو سکیں ، دودھ اور پانی علاحدہ ہو جائے ، چنانچہ جو واقعی شیعہ تھے وہ چھپ چھپ کر امام مظلومؑ کے ساتھ شریک ہو کر شہید ہو گئے اور جو معاویہ شاہی شیعہ تھے یعنی جو معاویہ کے بعد اپنے کو ''بے امام'' سمجھ رہے تھے معاویہ کے بیٹے یزید کی امامت میں داخل ہو گئے۔'' (ماہنامہ الواعظ ذبح عظیم نمبر ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۷۰)

معاویہ سے صلح امام حسنؑ کی تائید میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

''اگر یہ صلح نہ ہوتی تو کیا انجام ہوتا۔ اس کا اندازہ آسانی سے یوں لگایا جاسکتا ہے کہ صلح

Scanned by CamScanner

کے نتیجہ میں آج مسلمانوں کا ہر فرقہ علیؑ کو خلیفہ برحق سمجھتا ہے، ہر مسلمان محبت اہلبیتؑ کو ایمان کا جزو سمجھتا ہے اور معاویہ کی جنگ کو خطائے اجتہادی کہہ کر معذرت کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود معاویہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ذراسی برائی نہیں سن سکتا۔ علامہ نسائی جیسے بزرگ عالم کو صرف اس جرم میں مار ڈالا کہ معاویہ کی تعریف نہیں کی، آج بھی علیؑ اور معاویہ کا معاملہ آجاتا ہے تو معاویہ کی طرف داری کرتا ہے تو پھر جب صلح کے بعد بھی سارا کا سارا مسلمان معاویہ کا اتنا حامی اور علیؑ سے اتنا دور ہے تو اگر یہ صلح نہ ہوتی تو کیا یہ سارا کا سارا مسلمان علیؑ کا طرف دار ہوتا؟ کیا اس کی ہر فرد ابن ملجم سے کم ہوتی؟ کیا وہ منبروں سے بیزاری کا سلسلہ بند ہو جاتا۔ (ماہنامہ الواعظ لکھنؤ "سبط اکبر نمبر" جون جولائی ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۷)

استاذ الاساتذہ نے مسلمانوں کے سارے مسائل کی جڑ اہلبیتؑ نبیؐ سے دوری کو قرار دیا ہے جو نا قابل رد حقیقت ہے۔

"ظہور کب ہوگا؟" کے زیر عنوان ایک مضمون کے آخر میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

"بہر حال حضورؐ کا ارشاد غلط نہیں ہو سکتا کہ وہ وقت آئے گا آئے گا ضرور آئے گا جب مسلمان کی آنکھ کھلے گی جب وہ ایکا ایکی چیخے گا۔ اور اہل بیتؑ رسالت سے تعلق قائم کرنے پر رضامندی ظاہر کرے گا۔ اب یہ اس کی بدنصیبی ہے کہ کب تک دشمنان اہلبیتؑ کا غلام رہنا گوارہ کرتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حدیثوں میں کتنا صاف صاف لکھا ہے کہ مسلمان امام مہدیؑ کے ساتھ مل کر سفیانیوں یعنی یزیدیوں کے ساتھ جنگ کریں گے۔ پس جس روز عام مسلمانوں کے دلوں میں، یزیدیوں سے ٹکرانے کا جذبہ ابھرا وہی دن ظہور کا ہوگا"۔

(ماہنامہ الواعظ لکھنؤ حجۃ العصرؑ نمبر، اپریل مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۴۱)

جن حضرات نے استاذ معظم کو قریب سے دیکھا ہے انہیں بخوبی اندازہ ہے کہ محبت اہلبیتؑ اطہارؑ ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ انہوں نے انتہائی پیرانہ سالی میں

Scanned by CamScanner

مقامات مقدسہ بالخصوص شہزادی زینب سلام اللہ علیہا کے مزار اقدس کی زیارت کا عزم سفر کیا اور شوق زیارت ناتوانی پر غالب رہا۔ حق کی راہ میں از حد قربانیوں اور مظلومیت کی وجہ سے انہیں رسولؐ کی اکلوتی پارہ جگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ان کی بڑی بیٹی ثانی زہرا حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے بے پناہ عقیدت ہے ان کے سلسلہ میں قلم اٹھائیں یا منبر پر اس موضوع پر بولیں تو ایک طرف سچے جذبات ہوتے ہیں اور دوسری طرف وہ فضائل کہ ایسے باریک گوشے پیش کرتے ہیں کہ سامعین عش عش کہہ اٹھتے ہیں۔

مصائب وآلام اور دین کے لئے قربانیوں کے سلسلہ میں سید الشہداءؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات گرامی منفرد ہے ان کے فضائل ومصائب کے بیان میں استاذ معظم کی عجیب کیفیت دیکھی گئی ہے جب وہ مصائب تک آتے ہیں تو ان پر شدید رقت طاری ہوتی ہے۔ آنکھوں سے پیہم امنڈتے ہوئے آنسو آواز گلوگیر، مصائب پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ کسی دوسرے ذاکر کی مجلس میں بیٹھے ہوں تو مصائب میں پھوٹ پھوٹ کر روتے ہیں اور مجلس عزا کے وقار اور اس کی رونق کو بڑھاتے ہیں۔

ہم یہ بجا طور پر دعا کر سکتے ہیں کہ خداوند عالم نے انہیں جو مودت اہلبیتؑ کی دولت عطا فرمائی ہے۔ ہم سب کو اس میں سہیم قرار دے اور ہم جذبۂ اخلاص سے مالا مال کارواں کو لے کر حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا پرتپاک خیر مقدم کرنے کا شرف حاصل کر سکیں۔

Scanned by CamScanner

''الظفرۃ علی الطفرۃ'': ایک تعارف

ذاکراہلبیت مولانا کامران حیدر صاحب

حیدرآباد

استاد فلسفہ حجۃ الاسلام علامہ سید محمد شاکر نقوی امروہوی صاحب قبلہ کی کتاب ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' ملاصدرالدین شیرازیؒ کے پیش کردہ ایک اشکال کے جواب میں ہے۔ سب سے پہلے ملاصدرا کے پیش کردہ اشکال کے پس منظر میں اس علم کی اھمیت اور عالم اسلام کے اندر اسکی مقبولیت اسکے شیوع اور اسکے علمی مضمرات پر اجمالی روشنی ڈالوں گا اسکے علاوہ علامہ محمد شاکر نقوی کی کتاب کا تعارف پیش کروں گا۔ ملاصدراؒ نے یہ اشکال اقلیدس کی کتاب ''اصول اقلیدس'' کے تیسرے مقالہ کے پندرھویں شکل کے ذیل میں اٹھایا تھا۔ اقلیدس کی علم الہندسہ کے موضوع پر کتاب کا عہد بنی عباس میں ترجمہ ہوا تھا مامون الرشید کو اس علم سے اتنی دلچسپی تھی کہ اس نے اصول اقلیدس کے مقالہ اولیٰ کی شکل پنجم کا ظغریٰ اپنی عبا کے آستینوں پر بنوایا تھا اسلیئے یہ شکل ''شکل مامونی'' کہلاتی ہے۔

(کتاب تحریر اقلیدس، مولوی محمد برکت، المقالۃ الاولیٰ مطبع قیومی کانپور ۱۳۳۶ھ)

اصول اقلیدس کے عربی ترجمہ کے بعد مسلم دانشوروں نے اس میں خوب دلچسپی دکھائی سب سے پہلے اس کتاب کا عربی ترجمہ حجاج بن یوسف نے ہارون رشید کے حکم سے کیا تھا اس نسخہ کے خراب ہوجانے کی وجہ سے مامون رشید کے دور میں دوبارہ حجاج بن یوسف نے ترجمہ کیا جو نقل ''مامونی'' کہلاتا ہے۔ مسلمان دانشوروں نے نہ صرف اسے پڑھا بلکہ اقلیدس کے علم الہندسہ میں مجتہدانہ شان پیدا کر لی نہ صرف اصول اقلیدس کی شرح وتوضیح کیلیئے ''شرحیں'' لکھیں۔ اسکی اصلاح بھی کی بلکہ اس سے باقاعدہ اختلاف بھی کیا۔ عباس بن سعید الجوہری

Scanned by CamScanner

نے اصول اقلیدس کی شرح کے علاوہ متعدد اشکال کا اضافہ بھی کیا اس نے پہلے مقالہ میں (اقلیدس کے) کوئی پچاس شکلیں بڑھائی ہیں مگر آج یہ ناپید ہیں البتہ ان میں سے دس شکلیں محقق طوسیؒ نے اپنی کتاب ''الرسالۃ الشافیۃ'' میں نقل کی ہیں عباس بن سعید الجوہری نے ہندسی تحقیقات کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۱۔شرح اصول اقلیدس

۲۔زیادات فی المقالۃ الاولیٰ من اصول اقلیدس وغیرہ

(''اسلام میں علم وحکمت کا آغاز'' شبیر احمد غوری علیگڑھ ناشر خدا بخش اورنٹیل لائبریری، پٹنہ)

علم الہندسہ کا طبیعات سے کیا تعلق ہے اور مابعد الطبیعات یہ علم کس طرح دلیل دیتا ہے اس کے لئے کتاب فلسفہ اسلام کے مصنف لکھتے ہیں

'' دراصل علم ہندسہ میں بھی دیگر یونانی فلسفوں کی طرح حقیقت کی تلاش ہے فیثا غورث کہتا ہے کہ حقیقت اول Number ہے اس کا خیال تھا کہ تعداد اور اس کا تناسب ہر جگہ پایا جاتا ہے دنیا صرف تعداد اور اسی سے بنائی گئی ہے تمام نمبر ایک سے شروع ہوتے ہیں لہذا اکائی وحدانیت ہی تمام عالم کی روح ہے نمبر کی تقسیم طاق و جفت میں ہوتی ہے دنیا اور یہ سب عالم مختلف جوڑوں کا مجموعہ ہے یہ یا تو جفت ہے یا طاق۔ جفت کو انھوں نے غیر محدود سمجھا ہے کیوں کہ وہ ہمیشہ دو سے تقسیم ہوتا ہے اس کی انتہا نہیں۔ طاق کسی سے تقسیم نہیں ہوسکتا لہذا محدود ہے نتیجہ یہ نکلا کہ عالم دو ہی ہیں یا جفت یا طاق۔ ان پر ہی عالم کا قیام ہے۔

(''فلسفہ اسلام'' حصہ اول۔باب ششم۔فلسفہ یونان فیثا غورث کا فلسفہ۔آغا مرزا سلطان دہلوی)

ابن عربی نے نصوص الحکم میں علم الاعداد سے مسئلہ وحدۃ الوجود کو ثابت کیا تھا اس کا اردو ترجمہ دستیاب ہے۔فیثا غورث کے فلسفہ علم الاعداد میں جفت کو لاانتہا غیر محدود، طاق کو محدود کہا گیا۔اقلیدس نے اسی علم الہندسہ کے مدرار سے زاویہ اشکال بنا کر دنیا کو علم الہندسہ کی وسعتوں

Scanned by CamScanner

سے باخبر کیا۔ یہاں تک کہ یہ انتہا اور لا انتہا کا مسئلہ شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین عراقی سہروردی تک پہنچا انھوں نے اسے اپنی کتاب میں لکھا اس کی شرح ملا صدرا تک پہنچی انھوں نے اپنی کتاب میں اسے عرفانیات کے تفاہم کے لئے برتا مگر بعض مقامات پر یہ شدید اشکالات سے دو چار ہوئے جن میں سے ایک یہ ہے

> ''جب جسم عین متصل ہے تو اسی عین اتصال میں اس پر خط فرض کیا جائے تو اسے کس جہت یعنی کس طرف سے حرکت دی جائے سوائے اس کے کہ طفرہ (چھلانگ) کی کیفیت پیدا ہو اس سے کائنات کے مستقیم ہونے کے بجائے منحنی ہونا معلوم ہوگا۔''

اسی اشکال کے جواب میں علامہ محمد شاکر نقوی صاحب کی یہ کتاب ''الطفرۃ علی الطفرۃ ہے۔ نباض ازل نے حجۃ الاسلام علامہ سید محمد شاکر نقوی کو گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے بطور تمثیل کہا جائے تو آپ افلاطونی تخیل، ارسطوئی منطق، فکر سینا اور ملا صدرا کے فلسفہ اشراق کا نقطۂ ارتقا ہیں علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کو کامل دستگاہ ہے۔ آپ نے علوم نقلیہ میں تفسیر کافی، کتاب موسیٰ (امام موسیٰ کاظم کی امامت کے اثبات میں) رویۃ الہلال، قبلۃ البلاد لکھیں تو علوم عقلیہ میں ترجمۃ التصریف فی تشریح الافلاک، ترجمہ الہیات شرح تجرید، ترجمہ الشمس البازغہ، ملا محمود جونپوری، الحاشیہ علی الوجیزہ للشیخ بہاء الدین اور زیر نظر کتاب ''الطفرۃ علی الطفرۃ'' ہے۔ یہ کتاب صدر المتالہین ملا صدرا کی شرح ہدایہ اثیریہ کے صفحہ ۱۹ پر پیش کردہ اشکال کا حل ہے۔ جسے سوال کے طور پر آپ کے شاگرد رشید مولانا صفی حیدر صاحب نے رکھا تھا۔ آپ نے انھیں اس کا تفصیلی جواب دیا اور کتاب کے آغاز میں انھوں سے خطاب کیا۔ ملا صدرا نے اپنی درس کی کتاب کے تیسرے مقالہ کے پندرھویں شکل کے ذیل میں اشکال رکھا تھا۔ اقلیدس نے کہا تھا کہ نئے زاویہ کو دائرہ میں بنانے کے لئے دائرہ کے خط مماس کے لئے اس کے تمام قطروں کے مجموعہ خط

Scanned by CamScanner

مستقیمہ کے برابر ہونا چاہیے۔ ملا صدرا کہتے ہیں اگر ہم ایک خط مماس کو دوسرے خط پر فرض کریں دائرہ کے مرکزی نقطہ کو ثابت رکھتے ہوئے یہ خط فرض کریں تو کس مقدار میں دائرہ کی جہت سے حرکت دیں کہ جس سے زاویہ مستقیمہ دو خطوط کے برابر یعنی ۱۸۰ درجہ کے برابر ہو بغیر اسکے یہ پہلے زاویہ کے برابر ہو تو لا محالہ یہ طفرہ ہوا۔

> ''یعنی جب یہ جسم خط مستقیم جو دائرہ کے مرکزی نقطہ سے بنا ہے نا قابل تقسیم و تجزیہ اس حال میں دوسرا خط فرض کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ دائرہ سے مرکز تک نیا خط فرض کرنے میں آپ کو طفرہ کرنا ہوگا۔''

علامہ سید محمد شاکر صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ یہ اشکال ضوابط ریاضیہ کے صحیح نہ برتنے، ایک حکم کو دوسرے حکم میں ملا دینے، حقیقت ومجاز اصطلاحی وعرفی میں فرق نہ رکھنے، تعریفات میں احتیاط نہ برتنے سے پیدا ہوا ہے۔ میں پہلے دائرہ خط اور اشکال پر گفتگو کروں گا پھر تفصیل سے حرکت کی مقدار اور محرک و متحرک پر گفتگو کروں گا۔ اس کتاب میں اس مسئلہ کے حل میں نو توضیحات پیش کی گئی ہیں میں ان نو توضیحات میں سے دو توضیحات کا مفہوم آپ کے سامنے رکھوں گا جس میں کافی وشافی جواب ہے۔

ا۔التوضیح لاول معنی الزاویہ واقسامھا:۔ کہا جاتا ہے زاویہ سطح محدب یا محر و محصور دو ملے ہوئے خطوط کا مطلقاً عمودی شکل میں ہونا ہے پہلی کو سطح، دوسری کو ہیئت یعنی شکل حاصل خطوط کہتے ہیں۔ علامہ شاکر کہتے ہیں یہ تعریف تمام زاویوں کیلئے ضابطہ ہونے کے لئے بہتر نہیں ہے۔ جب ہم حادۂ منفرجہ اور قائمہ میں اس کو تقسیم کریں صفحہ ۹، ۱۰، ۱۱ اور ۱۳ پر تفصیلاً فرماتے ہیں کہ دائرہ کے ضلعے حاصل دائرہ کی قوس میں ۹۰ درجہ کے برابر ہوں گے یا کم یا زیادہ پہلا دائرہ قائمہ دوسرا درجہ حادہ اور تیسرا درجہ منفرجہ درجات کے حساب سے اور پہلے کے دائرہ کے مساوی ہوں گے اور ہر زاویہ کی قدر اپنی حالت میں اس حال میں محفوظ ہوگی اس میں کوئی تغیر نہیں ہوگا اور جب نئے زاویہ کو مستقیم ومستدیر (منحنی) بنائیں تو یہ ساجد کی طرح واقع نہ ہوگا نہ اس کی قدر (درجہ) کا تحفظ ہوگا۔

صفحہ ۱۴، ۱۵ پر لکھتے ہیں اس کے ثبوت میں تصویر دیکھیں جس میں پانچ دائرہ ہیں اس میں خواہ زیادہ کریں پھر فرض کیا ان میں قطر کو پھر آخر ختم کرنے والا قطر قرار دیا یہ آخر پہلے کو قطع کرتا ہے آپ دیکھیں گے

Scanned by CamScanner

اس کے حاصل چار قسموں میں حاصل زاویہ کی قدر ہر دائرہ میں محفوظ ہے۔

توضیح ثانی: **فی معنی خط مستقیم و مستدیرا و الفرق بین زاویتهما**

خط مستقیم ومستدیر کے معنی اور دونوں زاویوں کے فرق میں

خط سطح کی جانب ہے اہل اتصال کے پاس اور نقاط کے مجموعہ کو طولاً ہونے کو خط اہل جز کہتے ہیں یہ دونوں صورتوں مستقل وجودنہیں رکھتی جیسا کہ مصنف ملا صدرا پر یہ روشن ہے ان کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ اگر وہ خطوط متصل ہوں تو دونوں کے ملنے میں حجاب ہوگا یہ دونوں مل نہیں سکتے۔

علامہ شاکر صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں یہ تصویر میں دو خطوط جو ہیں وہ دراصل علماء ریاضی کے پاس یہ خط حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اس کے حقیقی ہونے کے لئے واجب ہے کہ اس کے ۴ اضلاع مستطیل ہوں آپ دیکھیں کہ عرض میں طولانی لائن ہے اس میں نقاط کثیر ہیں یہ عرفی خط ہے یہ مغالطہ اس لئے کہ جب لفظ خط سنتے ہیں کبھی تو ذہن حقیقی معنی کی طرف جاتا ہے اور کبھی مجازی معنی کی طرف۔

توضیح الثالث: **فی امکان فرض الخط علی الزاویة المبحوث عنها**

زاویہ بحث میں خط کے فرض ہونے پر

توضیح الرابع: **فی معنی حرکة و مقدارها**

حرکت ومقدار کے بیان میں

اس توضیح میں قدر الحرکت کے متعلق پورا بیان غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ مصنف نے جز لا یتجزیٰ کا خوب ابطال کیا ہے صفحہ ۳۸،۳۷

توضیح الخامس: **فی ان حرکة الخط من جانب هل توجب الحرکة فی جانب الآخر**

کیا ایک طرف حرکت دینا دوسری جانب حرکت کا باعث ہے۔

التوضیح السادس: **فی تحقیق تماس الدائرة مع السطح بنقطته**

دائرہ کے تماس اور سطح کے نقطہ سے متعلق ہونے کی تحقیق۔

التوضیح السابع: **فی تحقیق ان جز المماس من الخط هل یدخل فی الدائرة**

خط جز مماس کے دائرہ کے داخل ہونے کی تحقیق میں۔

Scanned by CamScanner

التوضیح الثامن:فی معنی احد الزوایا و اعظم الحواد

التوضیح التاسع:فی کیفیۃحدوث الزاویۃ من الخطیین المنطبقین

استادفلسفہ علامہ محمد شاکرنقوی نے شیخ الحکماء ملاصدرا کے اشکال کا جوجواب دیا ہے وہ میں نے اپنی بساط بھرتوانائی صرف کر کے آپکے سامنے رکھ دیا آخر میں یہ بھی بتادوں کہ دوران تدریس جو کچھ سوال آپ سے شاگرد نے کیا آپ نے تیس یا پینتیس برس پہلے اس کا جواب دیا ہے مگر دور حاضر میں اقلیدس کا نظریہ خط مستقیم کالعدم ہو چکا ہے چنانچہ سید محمد تقی نقوی امروہوی فرزند علامہ شفیق حسین ایلیا نے تاریخ کائنات کتاب جو ۸۰۰ سوصفحات پر مشتمل ہے بعنوان خط مستقیم لکھتے ہیں ''صورت مسئلہ یہ ہے کہ کائنات میں خط مستقیم کا کہیں وجودنہیں قدیم ہندسہ یا اقلیدس کا خیال تھا کہ خط مستقیم وجود رکھتا ہے لیکن جدید اقلیدس نے اس کی تردید کردی ہے اور فیصلہ دیا ہے کہ عملی دنیا خط مستقیم کے وجود سے محروم ہے وہ جو چیز جوخط مستقیم کی طرح نظر آتی ہے فی الواقع قوس ہوتی ہے ایک عظیم دائرہ کی جوصرف نظر ہی مستقیم ہوتی ہے ورنہ ہوتی منحنی ہے۔ (تاریخ اور کائنات میرا نظریہ۔ناشر ذہن جدید کراچی)

دونوں میں فرق یہ ہے کہ سید محمد تقی امروہوی نے صرف جدید فلسفہ کی رائے کی بنیاد پر خط مستقیم کورد کردیا مگر علامہ شاکرنقوی نے اپنی کتاب میں جورائے دی ہے اس کا مطالعہ خوددقت طلب ہے۔

Scanned by CamScanner

استاذ نا العلام اور علم ہئیت

حجۃ الاسلام مولانا محمد علی صاحب

قم، ایران

صاحب کمال ہونے کے باوجود کبر ونخوت سے کوسوں دور انتہائی سادہ اور اخلاقی پیکر میں ڈھلی باوقار زندگی بسر کرنے والے شفیق استاد، استاذ العلام حجۃ الاسلام مولانا سید محمد شاکر صاحب نقوی طاب ثراہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے جیسا کہ علم دوست حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ملک و بیرون ملک علمی حلقوں میں آپ کا شمار ممتازین میں ہوتا آیا ہے سبھی نے آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کا لوہا مانا ہے اور ہر طبقہ میں آپ معروف ومقبول تھے ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی ایک انسان ہمہ جہت خوبیوں اور صلاحیتوں کا مالک ہو چاہے مسند تدریس ہو یا مصلیٰ عبادت، بزم شعر وسخن ہو یا نثری کارنامے، تصنیف ہو یا تألیف، خطابت کا میدان ہو یا حکمت آمیز باتیں ہر میدان میں مرد میدان نظر آتے، آپ نے اعلیٰ تعلیم ہندوستان کی عظیم وقدیمی دینی درسگاہ جامعۂ ناظمیہ میں حاصل کی اور وہیں فارغ ہونے سے کچھ پہلے ہی سے تاحیات تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، جامعۂ ناظمیہ کی زندگی ہو یا گھریلو زندگی بیشتر حصہ تدریس میں صرف ہوتا تھا چونکہ طلباء گھر پر آ کر بھی آپ سے کسب فیض کیا کرتے تھے طلباء سے مثل باپ کے شفقت ومحبت فرماتے تھے آپ کی روش تدریس دوستانہ و برادرانہ ہوا کرتی تھی آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا کے گوشے گوشے میں علمی وتبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیگا، راقم الحروف آپ کے شاگردوں میں سے ایک ادنیٰ شاگرد ہے شرف تلمذی کے ساتھ ساتھ آپ کی ہمدردی وشفقت ومحبت بھی حقیر کے شامل حال رہی ہے، ہمسایہ ہونے کی وجہ سے بارہا ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ لوگ بلا تفریق

Scanned by CamScanner

کن آپ کی ذات سے اس درجہ متاثر تھے کہ بار بار ملنے کی تمنا کرتے تھے،خود آپ کا بھی فرمانا تھا: لوگوں سے خوش اخلاقی کے ساتھ اس طرح سے ملو کہ تم سے بار بار ملنے کی تمنا کریں! بہر حال آپ کو مختلف علوم وفنون پر ایسا عبور حاصل تھا کہ جس فن کو ملاحظہ کیا جاتا اسی کے ماہر نظر آتے ،انہی علوم وفنون میں سے ایک ،''علم ہیئت'' ہے جس میں مہارت کاملہ کی وجہ سے اس فن کی مخصوص کتاب ''تصریح'' جامعۂ ناظمیہ میں اپنے استاد کے بعد تازندگی آپ ہی پڑھاتے رہے،فلسفہ کی کتابوں میں یہ کتاب کافی سخت مانی جاتی ہے لیکن اسکی سخت علمی اصطلاحوں اور پیچیدہ گتھیوں کو آسانی سے سلجھالینا آپ کا طرۂ امتیاز تھا،عمدہ اور لطیف مثالوں سے بحث کو اتنا آسان بنادیتے تھے کہ طلباً انگشت بدنداں رہ جاتے اور کوئی تشنگی باقی نہ رہ جاتی،اس کے علاوہ علم ہیئت کی روشنی میں آپ نے ایک مخصوص فارمولہ تیار کیا تھا جسکے سمجھنے کی آپ کافی تاکید فرماتے تھے یہ ایسا الجبرائی وجیومٹری فارمولہ ہے جس کے نتیجہ میں کوئی بھی انسان آسانی سے مطلوبہ جگہ کی سمت قبلہ معلوم کرسکتا ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ''الجبرا'' و''جیومٹری'' پر بھی آپ کو کامل عبور حاصل تھا،نہ جانے کتنے شہر،قصبہ اور گاؤں وغیرہ میں مساجد کی تعمیر کے موقع پر آپ کو مدعو کیا جاتا تھا تاکہ سمت قبلہ کی صحیح تعیین ہوسکے اور آپ اس دینی فریضہ کی انجام دہی کے لئے زحمت کا خیال کئے بغیر بلا تأمل تشریف لے جایا کرتے تھے۔آپکی عطا کردہ انہیں تعلیمات کے تحت آیئے اس موقع پر جاننے کی سعی کرتے ہیں کہ علم ہیئت کیا ہے اور اسکی روشنی میں مذکورہ فارمولہ کے تحت سمت قبلہ کیسے معلوم ہوسکتی ہے۔

علم ہیئت ہے کیا؟:- آج جبکہ ہم چاند سورج کے نظام سے آگے سیاروں کی گردش سے دور کہکشاؤں کی فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں ''علم ہیئت'' سے ناواقفیت کا تصور ہی بیکار ہے کیونکہ اس پوری کائنات کی آغوش میں جگمگ کرتے ستاروں کے علاوہ ہے

Scanned by CamScanner

ہی کیا؟ خدا معلوم ہم کب سے ان نورانی گیندوں سے اپنا دل بہلا رہے ہیں، معلوم نہیں کب سے ایک دوسرے کے فاصلے ناپ رہے ہیں کب سے ان کی سمتیں معین کر رہے ہیں اور کب سے تمام گردشوں کے مرکزی نقطہ کی تلاش ہے جو ابھی تک ہاتھ نہیں آسکا ہے بس! ہمارا یہ مشغلہ بے سوچا سمجھا نہیں بلکہ باقاعدہ بتائے گئے قوانین وضابطوں کے ماتحت ہے انہیں ضابطوں اور قوانین کا نام ''علم ہیئت'' ہے جس کے سہارے ہم نے کسی ایک سیارہ کا دوسرے سیاروں سے فاصلہ ناپ کر طول وعرض اور ارتفاع وعمق تلاش کر لیا ہے اس کے تحت وفوق سمتیں مقرر کر لی ہیں ان کے محل وقوع دریافت کر لئے ہیں ان سب باتوں کا سب سے بڑا فائدہ ہم کو یہ حاصل ہوا کہ اسی علم کے ضابطوں کے طفیل ہماری زمین کہ جو آسمانی سیاروں میں سے ایک سیارہ ہے مکمل طور پر ناپی جا چکی ہے اس کے چپہ چپہ کا طول البلد، عرض البلد، بلندی کی سطح اور سمندروں کی گہرائی اور عمق ہماری گرفت میں آچکے ہیں اس طول البلد اور عرض البلد کے قانون سے کسی بھی نامعلوم جگہ کو معلوم کر لیتے ہیں یہ سارے قاعدے قانون ''علم ہیئت'' کہلاتے ہیں۔علم ہیئت کے انہیں قوانین کے سہارے ہم اپنی قیام گاہ کا جائے وقوع اور خانہ کعبہ کا محل وقوع دریافت کر کے ''سمت قبلہ'' دریافت کر لیتے ہیں۔

آیئے انہیں معینہ ضابطوں کی روشنی میں ''سمت قبلہ'' معلوم کرنے کا جائزہ لیا جائے چونکہ آسمانی سیاروں کی طرح ہماری زمین بھی گول ہے لہٰذا زمین کی پیمائش کا پیمانہ بھی گول دائرہ کی شکل میں بنا کر اس پر ناپ والے نشانات بنا لئے جاتے ہیں جیسا کہ ہم اپنے جیومٹری باکس میں چاندے پر بنے ناپ کے نشان دیکھ سکتے ہیں یہ نپائی کے نشانات ہر دائرہ میں ۳۶۰ رہوتے ہیں ان کو ہم درجہ یا ڈگری کہتے ہیں اس لئے ہر دائرہ ۳۶۰ ردرجہ یا ڈگری کا ہوتا ہے زمین کے کسی مقام کسی شہر کا طول البلد اور عرض البلد انہی درجوں اور ڈگریوں کے حوالے سے ظاہر کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ پھر اس شہر کی سمت اور فاصلہ معلومہو جاتا ہے، آسمان پر

Scanned by CamScanner

سیاروں کے نظام کی ناپ کے لئے دس دائروں سے کام لیا جاتا ہے ۳/ دائرے ''طول،عرض،عمق'' جس مقام سے شروع کئے جائیں گے اور ۳/دائرے بطور پیمانہ جن سے ناپا جائیگا اور ان چھ دائروں کے بعد ساتواں دائرہ کہ جو ''نصف النہار'' کے نام سے مشہور ہے یہ دن کو آدھا آدھا تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ زمین کی نپائی کے کام میں بھی اہمیت رکھتا ہے اس کے علاوہ ۳/دائرے اور آسمانی پیمائش میں کام آتے ہیں ۔زمین کی پیمائش میں بھی طول و عرض وعمق کے حوالے سے کسی مقام کا تعین یا کن ہی دوشہروں کے درمیان کا فاصلہ اور سمت معین کی جاتی ہے اس پیمائش میں صرف دو دائرے اہمیت رکھتے ہیں ایک خط استواء جو زمین کا وہ دائرہ ہے جو زمین کے بیچوں بیچ زمین کو دو حصوں میں فوقانی اور تحتانی تقسیم کردیتا ہے یہ دائرہ زمین کا عرض ناپنے کا بنیادی مبداء ہے یعنی کسی مقام کے عرض البلد کے معنیٰ خط استواء سے فاصلہ کی مقدار ہوتے ہیں۔

دوسرا اہم دائرہ ''نصف النہار'' ہے یہ دائرہ سورج کے طلوع سے غروب تک کی مقدار کو آدھا آدھا تقسیم کردیتا ہے ہر شہر کا دائرہ ''نصف النہار'' سے دوسرے شہر کے'' نصف النہار'' کے درمیان فاصلہ کو طول البلد کہتے ہیں بس یہ بات بڑی آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ جب دوشہروں کے محل وقوع اور درمیانی فاصلہ اور دونوں کی سمت معین ہوجاتی ہے تو اس قاعدے کے ذریعہ ''سمت قبلہ'' ساری دنیا کے کسی بھی شہر کے لئے دریافت کی جاسکتی ہے۔

سمت قبلہ معلوم کرنے کا طریقہ علم ہیئت کی روشنی میں:- چونکہ شہر مکہ کے علاوہ دنیا کے ہر مسلمان کو اپنی عبادتوں میں قبلہ رخ ہونے کے لئے اپنا رخ شہر مکہ کی طرف رکھنا ہے اس لئے سب سے پہلے ہمیں شہر مکہ کا طول البلد تحقیق کرکے اپنی معلومات میں محفوظ رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے چنانچہ مکہ کا طول البلد ۴۰/ڈگری ۱۲/منٹ

Scanned by CamScanner

ہے اور مکہ کا عرض البلد ۲۱ رڈگری ۲۵ رمنٹ ہے جس کو ہم اردو میں ۴۰ر درجہ ۱۲ ر دقیقہ طول البلد اور ۲۱ ر درجہ ۲۵ ر دقیقہ عرض البلد کہتے ہیں اور اس کو مشرقی طول البلد اور عرض البلد کہا کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد جو لوگ مشرقی طول البلد والے ہیں وہ اپنے شہر کا مشرقی طول البلد اور عرض البلد نکال کر مکہ کا حساب لگائیں گے اور جو لوگ مغربی طول البلد میں رہنے والے ہیں وہ اپنے شہر کا مغربی طول البلد اور عرض البلد نکال کر مکہ کا حساب لگائیں گے اور اپنے عرض البلد کا مکہ کے عرض البلد سے کمی زیادتی کا حساب کیا جائے گا اور اپنے طول البلد کا مکہ کے طول البلد سے کمی زیادتی کا حساب لگایا جائے گا۔

ہمارا ملک ہندوستان چونکہ مشرقی طول البلد سے تعلق رکھتا ہے اور شمالی عرض البلد سے بھی تعلق ہے اس لئے ہم اپنے حدود میں اپنے طول وعرض کو مکہ کے طول وعرض سے فرق نکال کر سمت معین کریں گے اور آسانی کے لئے ایک ایسا دائرہ جس میں ڈگریوں کے نشان لگے ہوں سامنے بنالیں گے اور اس سرکل کے بیچوں بیچ اپنے شہر کا نام لکھ کر اس کا طول البلد اور عرض البلد لکھ دیں گے اور بطور یادداشت دائرہ کے باہر کسی کونے پر مکہ کا طول البلد اور عرض البلد لکھ لیں گے۔

اس کے بعد پہلے اپنا اور مکہ کا طول البلد لے کر دیکھیں گے دونوں میں کیا کمی زیادتی ہے کیونکہ اپنا شہر ہمیشہ بیچوں بیچ ہوتا ہے اس لئے مکہ کے طول البلد کو دیکھیں گے کہ وہ ہمارے شہر کے طول البلد سے زیادہ ہے یا کم، بس اگر مکہ کا طول البلد ہمارے شہر کے طول البلد سے زیادہ ہے تو اس کے لازمی معنیٰ ہوئے کہ مکہ ہم سے طول میں اتنا زیادہ ہے جتنا فرق نکلا ہے نتیجہ میں مکہ ہم سے مشرق میں ہو جائے گا بڑی سہولت سمجھنے میں ہوگی اگر ساتھ ہی مثال کے ذریعہ فرق کو حل کرتے چلیں مثلاً ہمارے شہر کا طول البلد ۳۵ رڈگری ہے تو پھر مکہ کا طول البلد جیسا کہ

Scanned by CamScanner

آپ پہلے یادداشت میں نوٹ کر ہی چکے ہیں کہ ۴۰/ڈگری ۱۲/منٹ ہے لہٰذا فرق ۴۰/اور ۳۵/میں ۵/ڈگری ۱۲/منٹ کا نکلے گا لہٰذا ہم اپنے نشان لگے دائرہ میں اپنے نشان ۳۵/ڈگری سے ۵/ڈگری ۱۲/منٹ مشرق کی طرف بڑھ جائیں گے تو یہ کل مجموعہ ۳۵،۵:۱۲=۴۰:۱۲ ہوجائے گا کیونکہ یہ فاصلہ مکہ کا طول البلد ہوگا اس میں شمال سے جنوب تک ہر مقام مکہ کے برابر طول البلد کا حامل ہوگا۔

اس کے علاوہ اپنے شہر کا عرض البلد نکال کر بیچوں بیچ عرض البلد لکھ دیں گے اور پہلے کی طرح مکہ کا عرض البلد کہ جو ہم نکال چکے ہیں دونوں کا فرق دیکھیں گے بس اگر مکہ کا عرض البلد ہمارے شہر کے عرض البلد سے زیادہ ہوتو مکہ کا اتنا حصہ شمال میں قرار پائے گا کہ جتنا فرق نکلا ہے (اس کو بھی مثال سے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے)

مثلاً اگر ہمیں لکھنؤ کی سمت قبلہ جاننا ہے کہ جس کا طول ۸۰/ڈگری اور عرض ۲۶/ڈگری ہے کہ جس کا طول وعرض دونوں مکہ سے زیادہ ہے تو اس طرح جان سکتے ہیں۔
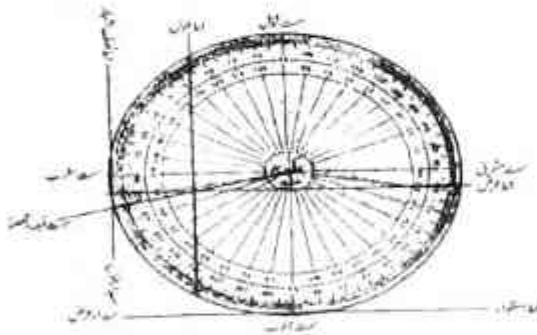
سمت قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کیا کرنا ہوگا:- اگر انسان پردیس میں کسی ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں قبلہ کی شناخت مشکل ہو، محراب یا مینار مسجد بھی نظر نہ آئے یا مسلمانوں کی قبریں نہ دکھائی دیں یا دیگر ذرائع وآثار سے بھی ''سمت قبلہ'' معلوم نہ ہوسکے تو ایسے وقت میں ضرورت ہے اس بات کی کہ علمی قاعدے کے مطابق ''سمت قبلہ'' کا تعین کر کے عبادات بجالائے ورنہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن اگر گمان غالب بھی نہ ہو تو چاروں سمت میں ایک ایک بار نماز ادا کرے تا کہ کوئی ایک نماز، واقعی سمت پر ادا ہوجائے

Scanned by CamScanner

بہر حال انہی علمی قاعدوں میں سے ایک، قاعدہ مذکور ہے اللہ سے امید ہے کہ مؤمنین اس سعی و
کاوش سے استفادہ فرمائیں گے۔

Scanned by CamScanner

مولانا شاکرؔ بحیثیت شاعر

ڈاکٹر عظیم امروہوی
جامعہ نگر، نئی دہلی

فنون لطیفہ میں جو مقبولیت شاعری کو حاصل ہے وہ کسی اور فن کو نہیں۔ اسی وجہ سے ہر دور میں شاعری کو ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل رہی ہے۔ شاعری، نثر نگاری اور خطابت، دونوں کے لئے معاون بھی رہتی ہے۔ بات میں زیادہ اثر پیدا کرنے کے لئے، اور تقریر کی تاثیر میں اضافے کے لئے اور جوش وخروش ابھارنے کے لئے قلم کار اور خطیب شاعری کی مدد لیتے ہیں۔ جہاں مقرر کے کئی کئی جملے تقریر میں وہ زور پیدا نہیں کر پاتے وہاں شاعر کا ایک شعر کام کر جاتا ہے اور کبھی کبھی شاعری کا جادو سر چڑھ کر بھی بولتا ہے۔

کلام انسانی تو اپنی جگہ، لیکن کلام ربانی بھی شعری کیفیت سے خالی نہیں ہے۔ اس میں مسجع ومقفع عبارت بھی ملتی ہے۔ سورۂ رحمٰن میں تو فبای آلاء ربکما تکذبٰن۔ ایک آیت ایک کلیدی مصرعہ کے حیثیت رکھتی ہے۔ مرسلِ اعظمؐ کے چچا اور مربی جناب ابوطالبؑ اور دوسرے چچا جناب حمزہ بھی شاعر ہوئے۔ اور خود مرسلِ اعظم بھی اس ذوق کے مالک تھے۔ اصحاب رسولؐ میں جناب حسان کو شاعری کی ہی بدولت خاص مرتبہ حاصل تھا۔ مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علیؑ کا تو مکمل؛ دیوان ملتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر معصومینؑ میں بھی کچھ نے شعر کہے۔ اور شعراء کو نوازا اور قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا۔ اسی لئے دعبلؔ وفرزدقؔ وغیرہ جیسے شاعر ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کا یہ ارشاد بہت مشہور ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسولؐ وآل رسولؐ کی مدح میں کہے گئے ایک بیت کا صلہ جنت میں ایک بیت ہوگا۔

دراصل لہو ولعب میں ڈوبی ہوئی شاعری اور جذبات کو برانگیختہ اور گمراہ کرنے والی شاعری کو برا سمجھا گیا ہے کیونکہ وہ مضر ہے اس لئے منع کیا گیا ہے۔ اعلیٰ مقصد کے ساتھ

Scanned by CamScanner

شاعری کرنا مثلاً حمد الٰہی، نعت سرور کائنات، منقبت ائمہ طاہرینؑ و بزرگان دین مراثی شہدائے کربلا اور اخلاق و اصلاحی شاعری کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ ضروری بھی ہے اور ذریعہ ثواب بھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ ادب عالیہ بھی ہے۔

شاعری سے بہت سے علمائے دین کا بھی خاص تعلق رہا ہے۔ علمائے ایران میں عراق میں بھی کچھ فارسی اور عربی کے شاعر ہوئے ہیں۔ ابھی گذشتہ صدی میں ہی آیت اللہ رہبر معظم، بانی انقلاب اسلامی ایران امام خمینی شاعر بھی تھے۔ ہندوستان کے علمائے دین مترجم قرآن مجید، مفسر قرآن پاک اور محدث وغیرہ ایسے بھی ہوئے ہیں جو اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔ مثلاً مفتی سید محمد عباس مفتی دربار اودھ، خاندان اجتہاد کے علماء کی ایک بڑی تعداد جو شاعر اور خاص طور سے مرثیہ نگار ہوئی ہے۔ مولانا حیدر حسین نکہتؔ لکھنوی، مولانا صفیؔ لکھنوی، مولانا اولاد حیدر فوقؔ بلگرامی، عزیزؔ لکھنوی، علامہ رشید ترابی، مولانا ذیشان حیدر کلیم اور شہید محسنؔ نقوی وغیرہ وغیرہ شاعر ہوئے۔ ایران میں آج بھی آیت اللہ جزائری (مفتی سید محمد عباس کے پوتے) اردو، فارسی اور عربی میں شعر کہہ رہے ہیں۔

جہاں تک علمائے امروہہ کا تعلق ہے تو ایک بڑی تعداد ایسے علماء کی ہوئی ہے جو شاعر بھی ہوئے ہیں مثلاً مولانا سید اکبر حسین عبرتؔ، نجم الملت مولانا سید نجم الحسن، مولانا سید اعجاز حسن ساغرؔ، مولانا اولاد حسن سلیم، مولانا سید محمد پسر (نجم الملتؒ) مولانا سید زیرک حسین رضیؔ، مترجم قرآن، فرزدق ہند مولانا سید جواد حسین شمیمؔ، مولانا سید مسرور حسن، مولانا سید آل محمد اقدس، علامہ سید شفیق حسن ایلیا، مولانا سید ظفر حسن عاصیؔ مفسر قرآن، مولانا سید مطاہر حسین مومنؔ فرقانی، مولانا سید محمد صادق، مترجم قرآن، علامہ سید محمد رضی، مولانا سید خورشید حسن، مولانا سید قائم رضا نسیم، مولانا سید محمد محسن، منظوم مترجم قرآن، مولانا سید صفی مرتضیٰ صفیؔ، مولانا سید محمد عبادت کلیم اور مولانا سید محمد شاکر شاکرؔ وغیرہ وغیرہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ اور آج بھی ایسے علماء موجود ہیں کہ جو شعر بھی کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

جو شعراء با قاعدہ علماء نہیں ہوئے لیکن ان کو دینی علوم سے لگاؤ تھا یا تصوف کا رجحان پایا جاتا تھا انھوں نے بھی غزل کو جس کے لغوی معنی کچھ بھی ہوں لیکن ایک نئی معنویت دیکر عشق حقیقی کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اور ان کی غزلیں عرفانیات اور الٰہیات سے عبارت ملتی ہیں۔ مثلاً عہد میرؔ و سوداؔ کے تیسرے اہم شاعر خواجہ میر دردؔ ہوئے ہیں۔ ان کی غزلوں میں قدم قدم پر عشق حقیقی یعنی عشق الٰہی اور حمد الٰہی ملتی ہے وہ ایک غزل کے مطلع میں فرماتے ہیں کہ

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

درحقیقت مولانا سید محمد شاکر، شاکرؔ امروہوی بھی اسی قبیل کے شاعر تھے۔ ہر چند کہ انھوں نے با قاعدہ اور بھرپور کوشش اس سلسلے میں نہیں کی۔ کیونکہ وہ شاعر ہی نہیں تھے۔ بلکہ شاعر بھی تھے۔ وہ شاعر کے علاوہ بہت کچھ تھے۔ اُن کا نگۂ حیات تابناک دست قدرت نے تراش کر جتنے رخ ابھارے تھے ان بہت سے رخوں میں ایک رخ شاعری کا بھی تھا۔ اور یہاں صرف اسی رخ پر اظہار خیال کرنا ہے۔ اُن کی حیات اور شخصیت کے دیگر اتنے رخ ہیں کہ ہر رخ ایک مقالے کا متقاضی ہے۔

بہرحال مولانا شاکر صاحب کی شاعری کا آئینہ خانہ جس تجلی سے معمور ہے وہ وحدت کی تجلی ہے۔ وہ جس جلوے کا مظہر ہے وہ جلوۂ معصوم ہیں۔ اُس آئینہ خانے میں جو چمک ہے وہ توحید کی ہے۔ اُس میں جو دمک ہے وہ عدل کی ہے۔ اُس میں جو نور ہے وہ ہدایت کا ہے اور اُسمیں جو کرنیں ہیں وہ اخلاقیات کی ہیں۔ اس لئے اُس میں ایک خاص تابناکی ہے۔

انسان دنیا میں آکر روئے زمین پر قدم رکھتا ہے تو اُس کے سارے احساسات بعد میں جاگتے ہیں۔ ساری قوتیں بعد میں آہستہ آہستہ ملتی ہیں۔ ہاتھوں سے کام بعد میں کرتا ہے۔ پیروں سے بعد میں چلتا پھرتا ہے۔ ذہن سے بعد میں سوچتا ہے۔ دل میں جذبہ بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے وہ قوت بصارت کا استعمال کرتا ہے اور اپنے باصرہ و بصیر ہونے کا

Scanned by CamScanner

ثبوت دیتا ہے۔ اور آنکھیں کھول کر دیکھتا ہے اور پھر آنے والے وقت میں شعور کی سرحدوں میں قدم رکھنے کے بعد کائنات میں جدھر جدھر دیکھے گا۔ جس طرف بھی دیکھے گا۔ جب جب دیکھے گا۔ اور جہاں جہاں دیکھے گا۔ ہر وقت، ہر جگہ اور ہر طرف فضل ہی فضل نظر آئے گا۔ مختلف شکلوں میں، بلکہ ہزاروں شکلوں میں فضل پروردگار نظر آئے گا۔ اور ایک لامتناہی کرم الٰہی نظر آئے گا ان تمام تفصیلات کا ذکر اور ان تمام منازل سے گذرنے کا بیان صرف چند سادہ سے لفظوں میں اور سادہ انداز واسلوب میں وہ اس طرح کرتے ہیں کہ

فضل پروردگار دیکھوں گا
ہر کرم آشکار دیکھوں گا

آگے فرماتے ہیں

اس کی رحمت کے ہوتے اس دل کی
کیسے ہوتی ہے ہار دیکھوں گا

یہاں کیسے ہوتی ہے ہار، انکار یہ فقرہ ہے یعنی ہار نہیں ہوسکتی۔ اور یہ کہنا کہ ''اس کی رحمت کے ہوتے'' اس حصے میں بے پناہ اعتماد، بے حد یقین اور بے انتہا بھروسہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ جو شاکر کی عرفانیات کی منزل کا بھی پتہ دے رہا ہے۔ پہلے مصرع کا آخری حصہ یعنی ''اس دل'' یہاں لفظ دل کے ساتھ جو لفظ ''اس'' پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں دل کی خواہشات کے جائز ہونے کا یقین بھی ہے۔ دل کی پاکیزگی، دل کی طہارت، دل کا تقدس اور دل کی نیکی بھی پوشیدہ ہے۔ یعنی دل کدورت سے صاف ہے۔ بغض وحسد سے پاک ہے۔ رجس سے دور ہے اور سیاہی اس کے قریب سے بھی نہیں گذری۔ یعنی یہ دل عام دل نہیں ہے۔ بلکہ یہ دل معرفت کا آئینہ ہے اور یہ دل عرفان سے لبریز ہے۔

پروردگار کے فضل وکرم کے جلوے بے شمار ہیں۔ اور لامتناہی ہیں۔ نہ اس کی ذات محدود ہے نہ جلوے محدود ہیں۔ لیکن انسان محدود ہے اس کی عقل محدود ہے اور اس کی بصارت

Scanned by CamScanner

محدود ہے۔ اوراس کی تاب نظارہ محدود ہے۔ انسان کی اس مجبوری کا اظہار مولانا شاکر صاحب اس طرح کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

جدھر دیکھئے اس کے جلوے ہی جلوے
مگر ہم کو تاب نظارہ نہیں ہے

مولانا شاکر صاحب کے ہاں اگر ایک جانب اللہ کا عرفان ملتا ہے تو دوسری جانب انسان کا اطمینان بھی ہے۔ اور وہ مالک نفس مطمئنہ کی تاسّی میں اطمینان نفس پر بھی زور دیتے ہیں۔ تاکہ انسان حرص وہوس کا شکار نہ ہو۔ حسرتوں میں گرفتار نہ ہو۔ خواہشات کا غلام نہ بنے اور آرزوؤں کا اسیر نہ ہو۔ تاکہ بیقراری قرار میں بدلی رہے وہ فرماتے ہیں کہ

کس قدر جلد ملتا ہے شاکر
میرے دل کو قرار دیکھوں گا

انسان کی زبان پر جو کچھ آتا ہے وہ ضروری نہیں ہے کہ قلب کی گہرائیوں سے برآمد ہو۔ اگر قلب میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور ہے تو یہ منافقت کی علامت ہے۔ یعنی ظاہر و باطن میں فرق۔ حقیقت اور اظہار کے فرق کا نام ہی کذب ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو کچھ دل میں ہے وہی زبان پر آتا ہے۔ یہ صدق وصفا کی علامت ہے اور اس سے صفائے قلب کا ظہار ہوتا ہے۔ لیکن ایک منزل اور بلندیوں کی جانب انسان کو پہنچاتی ہے یعنی زبان پر جو کچھ آئے وہ خالص صدق ہو، کسی کی ایذا کا باعث نہ ہو، اور اس میں بھی قلب سے جتنا برآمد ہو وہ چھن کر برآمد ہو۔ یعنی حاجت، طلب اور خواہشات نفس کو حتی الامکان چھان لیا جائے اور بے جا خواہشات کا تو دور دور گذر نہ ہو۔ یہ منزل صاحبان ایمان وعرفان کی ہے یہ عمل متقیان وصاحبان ایقان کا ہے اور یہ مقام اہل قناعت وتوکل کا ہے اور جب زبان پر کچھ آئے گا ہی نہیں تو اس قلب کی حقیقت سے صرف خالقِ قلب ہی واقف ہوگا۔ اسی لئے پورے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ

Scanned by CamScanner

مرے دل کی حالت تمہارے علاوہ
کسی غیر پر آشکارا نہیں ہے

انسان کے دل کا حال صرف اللہ جانتا ہے۔صرف وہی ہر راز سے واقف ہوتا ہے یہاں شاعر کا انداز بتا رہا ہے کہ اس نے کبھی اپنی کوئی خواہش کوئی حسرت،کوئی طلب،کوئی حاجت اور کوئی راز کسی سے بیان کیا ہی نہیں۔عشق الٰہی میں سرشار ہونے کے سبب اس نے کسی سے کچھ نہیں کہا اور اللہ سے کہنے کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ خدا کو ہر حال آشکار ہے۔

مولانا شاکر صاحب کی شاعری کا تعلق اللہ کے علاوہ اگر کسی سے ہے تو وہ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندوں سے ہے صرف دو اشعار ملاحظہ ہوں اور اُن کی اسی زاویے سے اسی فکر اور رجحان کے آئینے میں دیکھئے فرماتے ہیں کہ

کوئی مشکلوں میں ہمارا نہیں ہے
تمہارے علاوہ سہارا نہیں ہے
کسی غیر کو آفتوں میں قسم لو
کبھی بھول کر بھی پکارا نہیں ہے

اہل حق ہمیشہ باطل پر کامرانی حاصل کرتے ہیں باطل ان سے شکست کھاتا ہے۔باطل کو شکست دینے کا اگر ایک طریقہ ٹکراؤ ہے تو اس سے بھی زیادہ بہتر طریقہ اپنے مقصد کی حفاظت کرتے ہوئے اس سے دوری،اس کی جانب سے عدم توجہی،اس کی جانب دھیان نہ دینا اور اسے کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے اس سے فاصلہ رکھتے ہوئے احتیاط سے گذر جانے کا بھی طریقہ ہے اور یہ وہ طریقہ کار ہے جس پر دشمن ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔اور جس سے دشمن کی نہ صرف شکست ہوتی ہے بلکہ وہ شرمندگی بھی اٹھاتا ہے اور اس کا ضمیر بھی شکست خوردہ ہو کر رہ جاتا ہے۔مولانا فرماتے ہیں کہ

دامن بچا بچا کے گذاری ہے زندگی

Scanned by CamScanner

کانٹوں کو میری بات یہی ناگوار ہے

اب یہاں ''کانٹا'' دنیا کی تمام برائیوں کی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کانٹوں سے بچ کر گذرنا پرہیز گاری بھی ہے۔ طہارت بھی ہے تقدس بھی ہے اور تحفظ بھی ہے۔

عرفاء کے یہاں ترک کی بھی ایک اہمیت ہے۔ اور اہل عرفان کا یہی جذبہ ارتقائی منزلوں سے گذرتا ہوا ایثار تک پہنچا تا ہے اور قربانی کی راہ پر بھی لے جاتا ہے۔ ہر قربانی کی اہمیت اور عظمت اس کے مقصد کے مطابق ہوتی ہے اور جتنے اعلیٰ مقصد کے لئے قربانی دی جاتی ہے وہ اتنی ہی دیر پا ہوتی ہے۔ قربانی کی عمر کا تعین قربانی کا مقصد کرتا ہے اب مولانا شاکر صاحب کے صرف تین اشعار ملاحظہ ہوں وہ فرماتے ہیں کہ

یقیناً میں نے جن پھولوں کو اپنے خوں سے سینچا ہے
زمانے کو مہک دیں گے خزاں کے درمیاں برسوں
بہر صورت یہ ناکامی ہماری رنگ لائے گی
سنیں گے دو جہاں والے ہماری داستاں برسوں
جہاں کے واسطے ایسی بھی راہیں چھوڑ آیا ہوں
کہ ان راہوں پر اب چلتے رہیں گے کارواں برسوں

ان اشعار کو ذرا سوچ کر پڑھیے کہ یہ آواز سرزمین کربلا سے آرہی ہے۔ اور ایک ایسی حقیقت ہے کہ دشت نینوا کے اُن لمحوں سے آج تک ہر لمحہ اور ہر صدی اس کی صداقت پر مہر لگاتی رہی ہے۔ اور جب جب انسانیت پر وقت پڑا ہے (خزاں آئی ہے) کربلا نے گرتی ہوئی انسانیت کو سنبھالا ہے۔ ایک نیا حوصلہ، نیا عزم اور نئی تحریک دی ہے۔ کربلا میں شہادت، یعنی سر اقدس کا کٹنا بظاہر ناکامی سہی لیکن حقیقت میں کامیابی تھی اور اُس کا رنگ لانا بھی کامیابی کی ایک دلیل ہے۔ اور یہ داستان اسی طرح سنی اور سنائی جارہی ہے جس کی مثال ناممکن ہے۔ اور اس کی تاسی میں وقت پڑنے پر حتی الامکان دہرانے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

روئے زمین پر کوئی بھی باشعور انسان احساس خودی سے یکسر خالی نہیں ہے بس خودی کے پیمانے ضرور الگ الگ ہیں۔ اور اگر کسی انسان کا جذبۂ خودی مکمل طور پر ختم ہو جائے تو شاید انسان دم توڑ دے۔ جب تک اسے یہ احساس رہے گا کہ وہ کچھ ہے تو زندہ رہے گا۔ لیکن اُس نے جس دن یہ محسوس کر لیا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اُس دن زندہ بھی رہے گا تو برائے نام ہی زندہ رہے گا۔ اندر سے مر چکا ہوگا۔ مولانا شاکر صاحب اس سلسلے میں زیادہ انکساری سے کام لیتے ہیں دراصل وہ ویسے بھی بہت منکسر المزاج تھے۔ بہر حال شعر ملاحظہ ہو اس میں شاعرانہ انکسار بھی ہے کہ

ایک خشت راہ یعنی بے حقیقت ہوں مگر
کچھ نہ ہونے پر بھی ناممکن ہے ٹھکرانا مجھے

مفکرین اور شعراء نے زندگی اور موت کی سیکڑوں تصوریں۔ تعبیریں، تفسیریں، تشریحیں اور مفاہیم پیش کئے ہیں اس موضوع پر شاکر صاحب کے ایک شعر کو شکریہ کے ساتھ پیش کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ

زندگی کیا ہے؟ زبانوں پہ عمل کے چرچے
موت کیا ہے؟ انہی چرچوں پہ پشیماں ہونا

Scanned by CamScanner

مثالی انسان کی مثالی شاعری

پروفیسر ناشر نقوی

ڈائریکٹر، بابا فرید صوفی سینٹر،

پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ (پنجاب)

ایمان وادب کی فصیل پر گذشتہ تیراسی برس سے حلیمی کی جو ایک شمع روشن تھی وہ سال ۲۰۱۲ء کی شبِ برات کے روز بھڑک کر خاموش ہوگئی۔اچانک ایسا لگا جیسے مذہب وادب،علم وحلم، تخلیق وتحقیق،تصنیف وتالیف،شاعری وذاکری اور تنویر وتوقیر کی ساری دنیائیں کسی بڑے زلزلے سے لرز کر رہ گئیں۔بظاہر خاموش ہونے والی شمع ءایمان وایقان کا چھوٹا سا نام سید محمد شاکر تھالیکن اس نام کے بڑے کام کا احاطہ کرنا نہ قلم کے بس میں ہے نہ حرف ولفظ کے۔بطورِ خاص علومِ ایمانی کے حوالے سے مولانا شاکر کا نام،کام اور کلام امروہا کے وقار کی ضمانت تھا۔موصوف اپنے زمانے کے جید علماءسید الملت مولانا سید محمد صاحب،مولانا صابر حسین صاحب،منشی مشتاق حسین،مولانا محمد مہدی زنگی پوری،مفتی اعظم احمد علی صاحب،سید العلماء مولانا علی نقی صاحب اور مولانا محمد عبادت صاحب کے علومِ جلیلہ کی یادگار تھے۔مولانا کے انتقال اور وصال کے سبب امروہا سے لکھنؤ،لکھنؤ سے یورپ،امریکہ اور ایشیاء کے مختلف ممالک میں ایمانیت اور روحانیت کے چمنستان جیسے ساکت ہوگئے۔ایمان وادب سے متعلق دنیا بھر کے اخباروں نے مولانا کے انتقال کی خبر کو شاہ سرخی بنایا اسی سے ان کی بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔امروہا تو جیسے اپنے اس رتن کے کھوجانے سے خود کو خالی خالی محسوس کررہا ہے۔

بہر حال یہ طمانیت کی بات ہوئی کہ عزیزم مولانا ڈاکٹر شہوار حسین اور عزیزم فرمان حیدر نے یہ مژدہ سنایا کہ مرحوم کی یاد میں ایک کتاب شائع کی جارہی ہے جس کے لیئے میں بھی کچھ

Scanned by CamScanner

لکھوں ۔ چنانچہ میں نے ان دونوں کی فرمائش پر خود کو آمادہ کیا ہے۔۔۔اس وقت میرے ذہن کی اسکرین پر مرحوم کی بہت سی یادیں ابھر رہی ہیں۔

مولانا سید محمد شاکر نقوی کو جنھوں نے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ موصوف دھان پان سے جُسہ کے مالک تھے۔اُن کا حلیہ ہی کچھ ایسا تھا کہ انسان تو انسان امروہا کے گلی کوچے بھی انھیں سلام کرنے کے لئے جیسے جھک جاتے تھے۔پُرنُور گورا سا چہرہ،اس پر خش خشی سی ترشی ہوئی داڑھی سر پر ململ کی باریک سی دوکلی ہوئی ٹوپی، چہرے پر بالیدہ شگفتگی، پھول سے بدن پر موسم کی مناسبت سے شیروانی جس کے آگے سے تین چار بٹن کھلے ہوتے تھے،خرامہ خرامہ چال،جُسہ اورلہجہ اتنا سُبک کہ جیسے گلاب کا پھول اس پر سلام وکلام کے لئے آداب میں ڈھلی ہوئی ادا، ہر مخاطب کو اپنا گرویدہ بنالیتی تھی اوراحترام کرنے پر مجبور کردیتی تھی۔

ہمارے امروہا میں مولانا موصوف 'مولانا جّن' کی عرفیت سے معروف ومقبول تھے۔ یوں تو مولانا، میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی امروہا سے لکھنوء منتقل ہوچکے تھے لیکن ان کی عظمت اور علمیت کے چرچے میں بچپن سے سُنتا آیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ موصوف سال چھ مہینے میں جب بھی امروہا آتے تو میں اور میری نسل کے دوست بھاگے بھاگے ان کو سلام کرنے کے لئے محلّہ شفاعت پوتا کا رخ کرتے تھے اور تادیر ان کی علمیت سے استفادہ کرتے تھے۔ہماری دلچسپی کا موضوع مذہب کم شجرات اور ادب زیادہ ہوتا تھا۔مولانا موصوف علمِ انساب پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی ہی تحریک کا ثمرہ ہے کہ میں نے سال ۲۰۰۵ء میں آٹھویں امام کے سب سے چھوٹے امام زادے حضرت مشہد علی کے روضہء مبارک سامانہ (پنجاب) کو تاریخوں کے حوالے سے سامنے لانے میں ادنیٰ سی کاوش کی جو ماشاللہ آج ازسرِ نو تعمیر کے ساتھ مرکز ایمان ہے۔

مولانا سید محمد شاکر کے علمِ معقولات ،علمِ ہیئت اور فقہ واصول کے بارے میں

Scanned by CamScanner

بچپن سے ہی بہت سے چرچے سنتا آیا ہوں لیکن علم کا یہ وہ میدان ہے جس سے میں آج بھی بالکل ناآشنا ہوں۔ میں نے تو ہمیشہ سے ہی مولانا کو سراپا علم کی صورت میں جانا اور پہچانا ہے۔موصوف سے میری پہلی باقاعدہ ادبی ملاقات ۱۹۸۲ میں ہوئی تھی۔ یہ وہ موقع تھا کہ جب میں بطور شاعر اور ناظم، جامعہ ناظمیہ لکھنوء کی پہلی منقبتی محفل 'فاطمہ کا چاند' میں شامل ہوا تھا۔مولانا موصوف اسی کالج کے سینیئر استاد تھے۔محفل میں میری کامیابی سے بہت خوش ہوئے تھے یہ وہ زمانہ تھا جب میری شاعری پوری طرح پکی نہیں تھی۔ مجھے یاد ہے کہ باتوں باتوں میں مولانا نے مجھے کچھ ایسے شعری نکات بتائے تھے جو آج بھی میرے لئے رہنما ہیں۔اپنے چھوٹوں کے لئے ایسی شفقت اب دیکھنے کو کہاں ملتی ہے۔موصوف مجھ سے محوِ گفتگو تھے اور ان سے نیاز حاصل کرنے والے عماموں میں علماء کی ایک صف منتظرِ رسائی تھی یہیں سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مولانا محمد شاکر استاذ الاساتذہ ہی نہیں استاذ العلماء بھی ہیں۔

مولانا سید محمد شاکر کی شاعرانہ حیثیت کا میں اس وقت سے ہی قائل رہا جب وہ بطور شاعر اپنی شناخت دینے سے بھی گریز کرتے تھے اس کا فائدہ ان کے ہی کچھ عزیز رشتہ دار شاعروں نے یہ اٹھایا کہ مولانا کا مرصع کلام اپنا مقطع ڈال کر پڑھتے تھے اس بات سے اکثر مجھے گھٹن بھی ہوتی تھی کیوں کہ وہ مُتاع شاعر اسٹیج پر ہم سے زیادہ داد لے جانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔لیکن مولانا کی سخاوت کو کیا کیا جائے ان کے دروازے سے تو سائل خالی جا ہی نہیں سکتا تھا۔

مولانا سید محمد شاکر نقوی امروہوی کی شاعری میں گیرائی اور گہرائی کے ساتھ بلا کی علمیت اور علمِ عروض کی فراوانی ہے ساتھ ہی ساتھ شرحِ تہذیب اور فلسفہء منطق بھی نمایاں ہوتا ہے۔انھوں نے اپنے کلام سے رموزِ حیات کو ہمیشہ حقائق کے زاویوں سے پرکھا ہے۔ پنڈت برج نرائن چکبست نے جہاں حیات و موت کو اپنے مشہور شعر سے یوں پرکھا ہے:

Scanned by CamScanner

زندگی کیا ہے ، عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے ، ان ہی اجزاء کا پریشاں ہونا

تو مولانا شاکر نے اسی فلسفہء حیات کو عملی زندگی گزارنے کے لئے یوں بیان کیا ہے:

زندگی کیا ہے، زبانوں پہ عمل کے چرچے
موت کیا ہے، ان ہی چرچوں پہ پشیماں ہونا

مولانا شاکر کی شاعری معاصر انسان کے اس شعور سے عبارت ہے جس میں تاریخ، تہذیب، تعمیر اور تخریب سب کچھ شامل ہے۔ یہ شاعری ادب برائے زندگی سے مملو ہے:

زمانے کے لئے ایسی بھی راہیں چھوڑ آیا ہوں
کہ ان راہوں پہ اب چلتے رہیں گے کارواں برسوں
قفس جاتے ہوئے جس جس روش سے ہو کے گزرا ہوں
چمن زاروں نے ، مل کر پھول برسائے وہاں برسوں

مولانا شاکر کی جولانیءطبع ہمیشہ جوش کھاتی رہتی تھی۔ ان کے اندر کا شاعر جب موڈ میں آتا تھا تو وجود کے اندر کی 'مولانیت' پر بھی حاوی ہو جاتا تھا جسے سنبھالنے میں خود مولانا کو وقت لگتا تھا۔ موصوف نے اپنے مطالعے کے دائرے کو صاحبانِ معاملات اور معقولات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ جگر مرادآبادی جیسے رندِ خرابات کی شاعری کے بھی دِلدادہ تھے۔ جگر کی مشہور زمین اور غزل 'مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے' میں مولانا نے جو رندانہ غزل کہی وہ ان کی وسیع المشربی کا بھی بڑا ثبوت ہے۔ فرماتے ہیں:

سارا میخانہ سمجھ بیٹھا تھا ، بیگانہ مجھے
بس بھری محفل میں پیمانے نے پہچانا مجھے
ایک خشتِ راہ یعنی ، بے حقیقت ہوں مگر

Scanned by CamScanner

کچھ نہ ہونے پر بھی ناممکن ہے ٹھکرانا مجھے

میرے ایسے اور بھی لاکھوں ہیں شاکر کم نصیب

اے مری تقدیر تو نے کیسے پہچانا مجھے

مزیدار بات یہ ہے کہ مولانا نے جتنی بھی غزلیں کہیں ان میں غزل کے جملہ لوازمات کو بھرپور طور پر برتا ہے۔ مثلاً ثاقب لکھنوی کی زمین 'جن پہ تکیہ تھا وہ ہی پتے ہوا دینے لگے' میں شاکر صاحب کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

دردِ دل کی بھیک مانگی تھی ، دوا دینے لگے

ہائے میں نے ان سے کیا مانگا تھا کیا دینے لگے

اُف مرا جوشِ جنوں ، خود میری وحشت دیکھ کر

گُل تو گُل ، کانٹے بھی مجھ کو راستہ دینے لگے

غزل کیساتھ ساتھ شاکر امروہوی نے دوسری اہم شعری اصناف میں بھی خوب خوب طبع آزمائی کی۔ ان کی نعت گوئی، سلام اور قصیدہ نگاری اور قطعہ گوئی بھی اہمیت کی حامل ہے۔ بظاہر قصیدہ گوئی میں شوکتِ الفاظ کی اہمیت ہوتی ہے لیکن مولانا شاکر نے اس صنف میں سہلِ ممتنع کو پسند کر کے نیا تجربہ بھی کیا مثلاً:

فضلِ پروردگار دیکھوں گا　　　اب کرم آشکار دیکھوں گا

اسکی رحمت کے ہوتے اس دلکی　　　کیسے ہوتی ہے ہار دیکھوں گا

کس قدر جلد ملتا ہے شاکر　　　میرے دل کو قرار دیکھوں گا

جہاں تک مولانا کی نعت گوئی کا تعلق ہے اس میں تو انھیں یدِ طولیٰ حاصل تھا انھوں نے نعتوں میں علمیت اور اخلاقیات سے متعلق ہر قسم کے موضوعات کو جگہ دی ہے۔ نعت گوئی میں بھی انھوں نے زبان و بیان کو سلاست کے قریب ہی رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی ایک نعت

Scanned by CamScanner

کے یہ اشعار:

کوئی مشکلوں میں ہمارا نہیں ہے
تمہارے علاوہ سہارا نہیں ہے
جدھر دیکھئے ان کے جلوے ہی جلوے
مگر ہم کو تابِ نظارہ نہیں ہے
بُلا لیجئے اپنے روضے پہ مولا
مجھے دُور رہنا گوارا نہیں ہے

اردو کے علاوہ مولانا محمد شاکر نے عربی اور فارسی میں بھی شاعری کی ہے جو عام طور پر ہمارے سامنے نہیں آسکی۔

مگر اردو شاعری سے ہی مولانا سید محمد شاکر نقوی امروہوی کے وسیع مطالعہ اور بسیط علم کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ درحقیقت مولانا اپنی ذات میں علم و ادب کا ایک سمندر تھے۔ شاعری کے علاوہ میری نظر سے موصوف کی دو کتابیں 'نصابِ اردو' اور 'حیدری نصاب' گزری ہیں (ان تک ہی میری رسائی اور فہم تھی)۔ عربی اور فارسی نثر میں ان کی جو تقریباً ایک درجن کتابیں ہیں وہ میری سمجھ سے آگے کی چیز ہیں جن پر مجھے تبصرہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ گذشتہ ماہ امروہا فاؤنڈیشن دہلی نے اپنے ایک پروگرام میں مولانا کی ایک عربی کتاب ''الظفرۃ علی الطفرۃ' شائع کر کے ریلیز کی تھی جس پر وہ بھی بول رہے تھے جنھیں عربی کی 'ع' نہیں آتی، میں تو صرف اتنا ہی سمجھ پایا کہ وہ علمِ ریاضی سے متعلق کچھ تھی بہر حال جب میرا یہ میدان ہی نہیں تو اس پر تبصرہ بھی کیا کروں۔ اس پروگرام میں میری شرکت اس حد تک تھی کہ فاؤنڈیشن نے مجھے بھی 'فخرِ امروہا' کا ایوارڈ دیا تھا۔ میرے لئے تو یہ موضوع بھی اتنا ہی خشک تھا جتنے کے مولانا موصوف کے وارثین جن سے بدظن ہوکر مولانا نے آخری عمر میں امروہا نہ آنے

Scanned by CamScanner

کا بھی فیصلہ کرلیا تھا۔

مختصر یہ ہے کہ مولانا سید محمد شاکر نقوی اپنی ذات میں علم وادب کی ایک انجمن تھے ایک ادارہ تھے۔ان کی رحلت ملت فکروذکراور ملت جعفریہ کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے جس کی بھرپائی آسانی سے نہیں ہوسکتی۔مرحوم کواپنے وطنِ عزیز امروہا سے جووالہانہ عشق تھا اس عشق پر ہم امروہویوں کو ناز ہے۔میں اپنی بات مولانا شاکر کے ہی ان قطعوں پر روکتا ہوں جن میں میری ان سے بھی عقیدت ہے اوران کی اپنے امروہا سے بھی:

کبھی حسین نظاروں نے ساتھ چھوڑ دیا کبھی رفیق ستاروں نے ساتھ چھوڑ دیا
کبھی جوزلف سے چھوٹے تو الجھے کانٹوں سے رہا ہوئے تو بہاروں نے ساتھ چھوڑ دیا

یادِ چمن کے ساتھ زباں پر رہی دعا یارب خزاں سے دور رہے گلستاں مرا
چاہے نہ ہوسکے مجھے پھر آشیاں نصیب لیکن سدا بہار رہے آشیاں مرا

Scanned by CamScanner

مولانا محمد شاکر-علم و دانش اور انکسار

جناب ارشاد امروہوی

نبی اللہ روڈ لکھنؤ

یہ بزم حیات و کائنات لاثانی بھی ہے اور فانی بھی لیکن اس لاثانی دنیا کو علماء، شعر، ادبا اپنی تخلیقات، تقاریر اور فنی صلاحیتوں سے مزید سجاتے سنوارتے اور پر کشش بناتے رہے ہیں ساتھ ہی خود بھی اپنی قلمی وفکری سرگرمیوں کے زیر اثر صدیوں زندہ و تابندہ رہتے ہیں چونکہ یہ لوگ جملہ شعبۂ حیات میں فکر و تدبر اور تحقیق وتلاش سے کام لیکر گراں قدر فنی نیز تحریری مواد مہیا کرتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ باوجود دنیا سے رخصت ہو جانے کے اپنی تخلیقات کے زیر اثر ہمارے درمیان موجود محسوس ہوتے ہیں جس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ان قلمی اور فنی کارناموں پر تحقیقی کام جاری رہتا ہے۔ انہیں صفات عالیہ سے مرصع شخصیت کا نام مولانا سید محمد شاکر نقوی ہے جو بظاہر قانون قدرت کے مطابق نہایت کامیاب شخص کی حیثیت سے زندگی بسر کر کے مورخہ ۴ /جولائی ۲۰۱۲ء کو اپنے معبود حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے البتہ اپنی مجموعی صفاتِ زریں اور تخلیقات وقیع کی بنا پر ہم لوگوں کے درمیان موجود محسوس ہوتے ہیں۔ محترم شاکر صاحب نہ صرف مشہور و مقبول خطیب اہل بیت تھے ساتھ ہی پختہ فکر شاعر و ادیب بھی اور عجز و انکساری کے بحر بیکراں بھی نظر آتے ہیں جسکے زیر اثر عوام و خواص کے درمیان اپنی مرصع شخصیت کے دائمی نقوش چھوڑ گئے ہیں سبب ہے کہ ہر مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے بذریعہ وقیع مضامین اور ایصال ثواب کی مجالس کے وسیلے سے اپنی قربت و محبت اور عقیدت و احترام کو واضح کر رہے ہیں۔

یہاں پر ہم مولانا موصوف کی مختصر سوانح بھی تحریر کرنا ضروری تصور کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

جس کے توسط سے آپ کی تعمیر حیات سے متعلق سرگرمیاں سامنے آسکیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم محلہ حقانی امروھہ کے ایک پرائمری اسکول میں حاصل کی اس کے بعد سید المدارس امروھہ میں مزید تعلیم جاری رکھی۔اسی درمیان دیگر علماء کی قربت ومحبت کے زیر اثر علمی استفادہ بھی کرتے رہے مثلاً مولانا سید محمد مجتہد، حبیب الثقلین، مولانا صابر حسین، مولانا فخر الحسن وغیرہ سر فہرست آتے ہیں۔مولویت کی تعلیم کے لئے سید المدارس کا انتخاب کیا اس کے بعد آپ ۱۹۴۵ء میں لکھنؤ جیسے علمی، ادبی، مذہبی اور تہذیبی مرکز پر تشریف لے آئے اور مدرسۃ ناظمیہ میں داخلہ لیکر مزید اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرتے رہے جس کے درمیان اپنی ذہانت وذکاوت کے زیر اثر مشہور ومعروف عالم دین مثلاً مولانا محمد مہدی زنگی پوری، مولانا ناظم حسین سے معقولات اور مفتی اعظم احمد علی سے فقہ کا درس حاصل کیا۔بطور خاص مولانا رسول احمد صاحب گوپال پوری سے عربی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ان حضرات کے علاوہ مولانا علی نقی قبلہ کے گھر پر رسائل کا درس لیتے رہے۔دوسری طرف آپ اپنی علمی وفکری ذہانت اور ذوق حصول علم دین کے زیر اثر دوران تعلیم ہی مدرسۃ ناظمیہ میں ۱۹۵۱ء میں بحیثیت معلم بھی رکھ لئے گئے جہاں آپ پڑھنے کے ساتھ پڑھانے کی خدمات بھی انجام دیتے رہے جس کو انکی انفرادیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔اس طرح اپنی دینی تعلیم ۱۹۵۳ء میں مکمل کر کے یعنی مدرسہ ناظمیہ کی آخری ڈگری حاصل کر کے یہیں پر مدرس مقرر ہو گئے جہاں آپ کے مخاصانہ تعلیم دینے کے نتیجے میں طلبا آپ کا کلاس چھوڑ ناگوارا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ مدرسۃ واعظین، سلطان المدارس کے طلبا بھی آپ کے پاس پہنچکر علم حاصل کرتے تھے۔اس کے علاوہ اکثر مدرسوں کے مدرس آپ ہی کے شاگرد ہیں۔علاوہ ازیں آپ نے متعدد موضوعات پر مضامین بھی سپرد قلم کئے۔اس سلسلے کا پہلا مضمون ۱۹ر جولائی ۱۹۹۵ء میں بعنوان ''پردہ'' تحریر فرمایا جو پیام اسلام لکھنؤ میں شائع ہوا اور اسلامی دنیا میں بے حد پسند کیا گیا بالخصوص مولانا علی نقی نقوی قبلہ نے اس کی زبردست ستائش فرمائی۔ان

Scanned by CamScanner

تحریری سرگرمیوں کے ساتھ ہی آپ نے تحقیق وتلاش کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ آپ کے اس قسم کے مضامین الواعظ، اصلاح، سرفراز اور دیگر مشہور رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ان قلمی کاوشوں کے علاوہ آپ شعروشاعری کا بھی ذوق وشوق رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں رومانی فضا کے ساتھ فکری بصیرت، تخیل میں ندرت، عصری حسیت، تہذیبی روایات کی پاسداری اور بدلتی قدروں کی عکاسی جیسے جملہ صفات مترشح ہوتے ہیں۔ یہاں پر چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

زندگی کیا ہے زبانوں پر عمل کے چرچے
موت کیا ہے انہیں چرچوں پہ پشیماں ہونا

سارا میخانہ سمجھ بیٹھا تھا بیگانہ مجھے
بس بھری محفل میں پیمانے نے پہچانا مجھے

ایک خشت راہ یعنی بے حقیقت ہوں مگر
کچھ نہ ہونے پر بھی ناممکن ہے ٹھکرانا مجھے

میرے ایسے اور بھی لاکھوں ہیں شاکر بدنصیب
اے میری تقدیر تو نے کیسے پہچانا مجھے

حیات و موت سے بس اتنا سمجھا
مگن رہنا تمالِ زندگی ہے

دامن بچا بچا کے گزاری ہے زندگی
کانٹوں کو یہی بات میری ناگوار ہے

Scanned by CamScanner

اف میرا جوش جنوں خود میری وحشت دیکھکر
گل تو گل کانٹے بھی مجھ کو راستہ دینے لگے

اس طرح متذکرہ اشعار بھی آپ کے بنیادی مزاج اور ندرت فکر کے ساتھ ساتھ زندگی کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کراتے ہیں یعنی ان میں بھی خطابتی عناصر دعوت غور وفکر دیتے ہیں۔آپ کی شخصیت کا اہم ترین وصف زندگی گزارنے کے لئے علم وعمل کی ترغیب دیتا ہے۔ دوسری طرف اپ کی شخصیت میں انکساری صبر وشکر اور احساس درِ دیگراں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے جیسے آپ کی عجز وانکساری کہتی ہو کہ انکساری میں ہی عظمت کا راز پوشیدہ ہوتا ہے اسی لئے پھلدار درختوں کی شاخیں جھکتی جاتی ہیں۔خود وہ اسم بامسمیٰ بھی نظر آتے تھے یعنی وہ ہر حال میں شاکر ہی پائے جاتے تھے یہی سبب تھا کہ آپ نام ونمود کی ہوس، شخصیت پرستی فکر وحصول شہرت ومقبولیت اور ستائش وجود سے بے بہرہ رہتے بلکہ صرف اور صرف خداوند عالم کی عطا کردہ ذہانت وعلم و دانش کو ہی تصرف میں لاتے تھے۔ یوں سمجھ لیجئے ہمارے مولانا شاکر صاحب قبلہ کا وصف خصوصی عجز وانکساری ہی رہا جو اللہ کو بھی پسند آتا ہے اور بندوں کو بھی۔ آپ اپنی خطابت میں حسن بیان کے ساتھ علمی فضیلت اور انکساری کو بطور خاص منعکس کرتے تھے جس کی بنا پر آپ عوام وخواص دونوں میں بے حد مقبول ومشہور تھے۔

جہاں تک آپ کی تخلیقی سرگرمیوں کا تعلق ہے وہ بھی معلوماتِ وقیع، فکری وتحقیقی بصیرت اور علم و دانش کی مظہر ہیں جن میں اہم موضوعات پر مدلل خامہ فرسائی کی گئی ہے مثلاً شرح فرائدالاصول تفسیر کافی، رویت ہلال جعفر تواب اور فدک وغیرہ۔ یہ تخلیقات اگر ایک طرف انکی علمی وتخلیقی صلاحیتوں کو واضح کرتی ہیں تو دوسری طرف ہم قارین کو مواد وقیع سے روشناس کراتی ہیں۔انہیں تصانیف اور خطابت کے اعتراف میں آپ کو متعدد اعزازات سے اپنے اور بیرون ملک میں نوازا گیا ہے مثلاً گزشتہ دنوں ایران کلچرل ہاؤس کی جانب سے

Scanned by CamScanner

''شہید مطہری'' ایوارڈ دیا گیا۔ یہاں اپنے ملک میں ''ارسطوئے ہند'' ایوارڈ وغیرہ سے سرفراز کیا گیا۔ اس طرح ان متذکرہ عظمتوں کے باوجود آپ اپنی ذاتی اور مذہبی زندگی میں سراپا انکساری وخاکساری کے بحر بیکراں نظر آتے تھے۔ اسی لئے پس مرگ بھی آپ اپنے بے شمار چاہنے والوں کے درمیان زندہ وتابندہ محسوس کئے جاتے ہیں چونکہ تذکروں میں پائے جاتے ہیں۔ خداوند عالم آپ کو اپنے جوار رحمت میں خصوصی مقام عطا فرمائے آمین۔

Scanned by CamScanner

حدیثِ رسولؐ کے مصداق، عالم باعمل

پروفیسر عراق رضا زیدی

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

پروردگار عالم نے بنی آدم کو اشرف المخلوقات کے عظیم خطاب سے نوازا تو اس مرتبہ پر فائز رہنے کے لئے چند اصول اور طریقے بھی مرتب کئے۔ نمونہ عمل اور ہدایت کے لئے انبیاء، مرسلین اور ائمہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کے لئے قرآن میں ہے" انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ " آخری رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وجہ تخلیقِ کائنات کے ساتھ ساتھ رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ ساتھ ہی ان کی بیٹی زہراؑ کو رسالت کا ایک اہم جز قرار دے کر قیامت تک کی عورتوں کے لئے نمونہ عمل قرار دیا اور بارہ اماموں کو یکے بعد دیگرے نام بنام اپنا جانشین مقرر کیا۔ آخری امام زمانہؑ کو غیبتِ صغریٰ اور غیبتِ کبریٰ کی منزلوں سے گزارتے ہوئے علماء کو اس دور کی رہبری عطا کی اور یہاں تک فرما دیا "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں جیسے ہونگے" علامہ حلیؒ اس حدیث کو پڑھ کر محوِ حیرت ہوئے تو خواب میں ان کی حیرت کو آئینہ دکھایا دیا گیا۔ ایسے ہی علماء میں ایک اہم نام مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ کا ہے۔ وہ ہندوستان کے ایک مایہ ناز دینی مدرسہ مدرسہ ناظمیہ میں تا عمر درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ انکی ذاکری میں بھی درس ہی ہوتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ قوم صرف حسینیت کے دعوے نہ کرے بلکہ اصل میں بھی حسینی بن کر دکھائے اسی لئے ان کی ذاکری میں بناوٹی عنصر کا فقدان تھا۔ ایسی مجالس آج بھی دیر پا اثر کی متحمل نہیں ہوتی ہیں۔ ذہنی طور پر اہلِ مجلس ڈرامائی طور ذاکرین کے ساتھ واہ واہ کرتے ہوتے ہیں، انکی لفاظی کے جادو میں گرفتار رہتے ہیں۔ لیکن بعد مجلس جب فکر کرتے ہیں کہ اس مجلس سے ہم درس دینی

اور سیرت ائمہ کا اسکول یہاں تک کہ یونیورسٹی بھی سمجھتے ہیں ہمیں ملا کیا معلوم ہوا کچھ بھی نہیں۔ لیکن ایسے بھی ذاکرین ہیں جو واہ واہ کی پرواہ کئے بغیر حسینی مشن کو عام کرتے ہوئے قوم کے درد کو سمجھ کر قوم کو ذکرِ حسینؑ اس طرح سناتے ہیں کہ ان میں جذبۂ اتحاد بھی بیدار ہو اور وہ خود بھی بیدار ہو۔ علم حاصل کرنے کے لئے مضطرب ہوں جو ہر طرح کے عہدے کی کلید ہے۔ آپ کو ذاکر بننا ہو یا انجنیر، پروفیسر بننا ہو یا آئی۔اے۔ایس۔پی۔سی۔ایس۔آئی۔پی۔ایس۔ علم کی بدولت ہی یہ تمام عہدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے رسولؐ اور ان کے بارہ جانشینوں نے علم حاصل کرنے کی تاکید گہوارے سے موت کی منزل تک کی ہے۔ علم حاصل کرنے کے لئے چاہے چین یا اسی طرح دور دراز کے علاقوں میں جانا پڑے جاؤ۔ علم مومن کی میراث ہے جہاں سے حاصل کر سکو اسے حاصل کرو مولانا محمد شاکر صاحب کی مجالس میں اس طرح کے نکات جا بجا انسان کو انسان بنانے کے لئے سننے کو ملا کرتے تھے۔ مجالس کے علاوہ اصلاح، الواعظ وغیرہ دینی مجلوں میں بھی جناب کے مقالات اور مضامین شایع ہوتے تھے۔ ان مضامین میں بھی علمی تبحر اور قوم کی اصلاح کے پہلو بہت واضح ہوتے یہ تمام اوصاف عام انسان میں اخلاص اور ملنساری کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں تو ایک عالمِ دین میں ان صفات کے علاوہ اسکی علمی کاوشوں کے مرہونِ منت بھی ہوتے ہیں۔ مولانا شاکر صاحب میں کردارِ مولا علیؑ کی اکثر جھلکیاں نظر آتی تھی۔ وہ قصبہ سیتھل میں میرے والد احمد اصغر قلم سیتھلی کے دور میں غالباً ۵۶، ۵۷، اور ۱۹۵۸ میں برائے امامت تشریف لائے تھے۔ یہ دور میری پیدائش کے بعد لیکن ہوش سے پہلے کا ہے۔ جس کا ذکر خود مرحوم نے ''لمحے لمحے'' کے قلم نمبر میں کیا ہے۔ لیکن دوبارہ اسی فریضہ کو انجام دینے کے لئے سیتھل کی حیدری مسجد میں اسی کی دہائی میں لگا تار آتے رہے۔ ۱۹۵۸ سے اسی کی دہائی تک 25 سال کا لمبا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس کے باوجود اس دور کی یادیں کتنی پختہ تھیں اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعے سے لگایا جا سکتا ہے۔ رمضان کے مہینے

Scanned by CamScanner

میں ۱۵ رمضان المبارک کو چودھری محلہ کی مسجد میں ایک قدیمی طرحی مقاصدہ امام حسنؑ کی شان میں منعقد ہوتا تھا۔ مولانا کیوں کہ خود شاعر تھے لہٰذا ان کی موجودگی میں حیدری مسجد کی امامت کے باوجود صدارت کے فرائض آپ کے سپرد ہوتے تھے۔ احقر نے اسی مقاصدے میں پہلی بار مولانا شاکر صاحب کی زیارت کی جس میں صدارت مولانا نے اور نظامت اس خاکسار نے انجام دی تھی۔ غالباً ابھی تیسرے شاعر کو ہی دعوت دی گئی تھی کہ مولانا بے ساختہ کہہ اٹھے ''ابنِ قلم'' میں نے جناب کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا ''بے شک'' گویا پچیس سال بعد بھی انھیں مصلح قوم حضرت قلم کی صورت، سیرت کی ایک ایک جھلک یاد تھی جسے انکی اولاد میں تلاش کرلیا گیا تھا۔ اس وقت سیتھل کے مقاصدوں میں حفاظت حسین صریر سیتھلی اور محبوب حیدر محبوب کی ایک الگ شناخت تھی۔ مصرعہ طرح تھا ''بہت راز پنہاں ہیں صلح حسن میں'' میرا ۲۸۱ اشعار کا قصیدہ ۲۹ قوافی کے ساتھ تھا۔ مولانا شاکر صاحب نے والد صاحب کی مناسبت سے اس قصیدے کو بہت غور سے سنا اور مقطعہ کو بڑے خلوص سے کہا ایک قافیہ ''بہن'' ابھی اور رہ گیا ہے۔ مولانا نے مدد کی فوراً شعر کا الہام ہوا۔

بھلا بھائی بھائی میں کیا فرق ہوگا

نہیں فرق جب کوئی بھائی بہن میں

شعر سنا، تعریف کی اٹھے اور گلے سے لگا کر بہت روئے خدا جانے کیا یاد آیا۔ اسی دور میں سیتھل کی فضا کو کئی فتنوں نے اپنی لپیٹ میں لیکر مکدر کرنا شروع کردیا۔ جن میں علمائے سیتھل کا ہی اہم رول تھا۔ شاکر صاحب نے خود اس فتنے کو دور کرنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ اپنے ہی شاگرد کے گھر پر جانے سے گریز نہیں کیا جب کہ ان کا وہ شاگرد کبھی ان سے سیتھل میں رہ کر بھی ملاقات کرنے نہیں گیا تھا۔ ان کے ساتھ اس فساد کو ختم کرنے کے لئے مولانا جابر صاحب جوراسی ایڈیٹر 'اصلاح' لکھنو نے بھی پرخلوص کوشش کی مگر ناکامی ہاتھ لگی۔

Scanned by CamScanner

لیکن ان دونوں علماء نے ملکر ایک بڑے فتنے کو بچالیا۔ جیسا کہ مرادآباد اور ساکھنی میں ایک ساتھ دوجگہ جمعہ کی نمازیں پڑھائی جانے لگیں تھی۔ یہ فتنہ اور کئی نسبتوں سے بھی اٹھا تھا اور ختم ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جب جمعے کی نمازیں دوجگہ ہونگی تو اس کی ذمہ داری ہر طرح کسی نہ کسی امام جمعہ کے سپرد ہوگی۔ سیتھلی میں بھی مولانا کے ہی ایک شاگرد کی ضد پر دو جمعوں کی نمازوں کی فضا ہموار ہوگی شاکر صاحب نے اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے سختی سے اس کا نوٹس لیا اور مولانا محمد جابر جوارسی صاحب اور مولانا ظہیر عباس صاحب مدرس جامعہ ناظمیہ کی مدد سے اس فتنے کو اٹھنے سے پہلے ہی روک دیا۔ اور نئی مسجد کے امام سے دوٹوک کہہ دیا کہ جہاں پہلے سے جمعہ کی نماز ہورہی ہے وہیں ہونے دینا۔ اور اس پر عمل بھی ہوا۔ اسطرح ملاقاتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ لکھنؤ جب بھی جانا ہوتا تو مولانا شاکر صاحب اور مولانا محمد حسین نجفی صاحب سے ملاقات کیئے بنا واپس آنا ممکن ہی نہ تھا۔ اسی سال جب فرمان حیدر صاحب سے معلوم ہوا کہ مولانا شاکر صاحب کی ایک معرکت الآرا کتاب فلسفے سے متعلق شائع ہورہی ہے اور اس کا اجراء جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کرانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے مولانا شاکر صاحب ہمارے بچا جیسے بھی تھے۔ نام سنتے ہی اس ذمہ داری کا ایک حصہ اپنے لئے وقف کر کے بڑے اہتمام سے اس اجرا میں شرکت کی۔ جو فرمان حیدر امروہوی کی انجمن کے بینر کے سایہ میں ہوا تھا دوسری بار اس کتاب کا اجرا امروہہ میں ہونا تھا کہ معلوم ہوا کہ صاحب کتاب علالت سے نبرآزما ہیں۔ دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھے۔ لیکن بقول قرآن "کل نفس ذائقۃ الموت" بقول غالب "موت کا ایک دن معین ہے" اور بقول میرؔ "ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولِ خدا رہے"۔ اس کے برعکس میرؔ نے کہا تھا "مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے۔ یعنی آگے چلیں گے دم لے کر"

اور دم لے کر آگے وہی چل سکتا ہے جو محبت اہلِ بیتؑ میں دم توڑتا ہے کیوں کہ خود میرے رسولؐ نے کہا ہے۔ جو میرے اہلِ بیت کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ مغفرت

Scanned by CamScanner

پایا ہوا اٹھتا ہے۔ اور شہید کے لئے قرآن میں موجود ہے۔ شہید مرتے نہیں بلکہ اللہ کی جانب سے رزق بھی پاتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ جب معلوم ہوا کہ مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ نے محبتِ اہلِ بیت میں دیدار معصومین کے بعد شہادت کا درجہ حاصل کر لیا ہے تو بے ساختہ آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوا۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۸۹ء تک کا زمانہ اور اس کے بعد کی ملاقاتوں، شفقتوں نصیحتوں اور قومی کام انجام دینے کیلئے اکسانے جیسے خوبصورت لمحے یاد آ کر رلاتے رہے۔ دل نے کہا رسولِ خداؐ کی اس حدیث کا مصداق جس میں اپنی قوم کے علماء کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے مشابہ بتایا گیا ہے۔ ایک عالم اس دنیا سے اٹھ گیا۔ اس عالمِ دین کی موت کیا ہوئی۔ یہ موت تو "موت العالم موت العالم" سے کم نہیں لیکن دل ابھی تک ان کو مردہ تصور نہیں کر سکا۔ کیوں کہ

یہ سچ ہے مر چکے ہیں ہو مگر یہ بھی حقیقت ہے
وہ زندہ ہیں کتابوں میں، شہادت میں شرافت میں

Scanned by CamScanner

آہ! فیلسوف ہند

مولانا توقیر الحسن صاحب

استاد حوزۂ علمیہ امام خمینیؒ، وٹوا، احمد آباد

انا للہ وانا الیہ راجعون رضا بقضائہ وتسلیماً لامرہ

موت حق پر اگر آئے تو اس سے بڑا خوش نصیب کون؟

۱۳ر شعبان ہمارے لئے دنیا تاریک ہوگئی، ہمارا شفیق استاد، مربی ہم سب کو تڑپتا چھوڑ گیا۔ میری بدنصیبی کہ میں قریب ہوتے ہوئے بھی اپنے مہربان مربی کو آخری منزل تک نہ پہنچا سکا۔

ایک سال قبل شعبان کے آخری ہفتہ بزرگ استاد کی زیارت کیلئے ناظمیہ حیدری ہاسٹل پہنچا، ان کی خدمت میں شرفِ حضور پیدا کیا۔ مرحوم استاد اپنے تمام تلامیذ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے، مگر بعض کو دیکھ کر ناخوش بھی۔ مرحوم کے نزدیک خوشی اور ناخوشی کا معیار، مدرسہ ناظمیہ کے رشتے سے منسلک رہنا ہوتا تھا اور اس شاگرد سے زیادہ خوش ہوتے تھے جس کو مدرسہ کا وفادار، طرفدار اور باوضع پاتے، بے وضع اور بدوضع سے کبھی خوش نہ ہوتے تھے۔ کسی کو اچھا لگے یا برا، اسی جہت سے مرحوم کو شدت پسند اور سخت گیر سمجھا جاتا تھا جامعہ کے قواعد وضوابط کی پابندی اور تربیتی امور میں مولوی وضع قطع کو اہمیت دیتے تھے، مرحوم کے ہم عصر افاضل بھی اپنی وضع قطع برقرار رکھے رہے۔

زمانہ بدلتا گیا طلاب نے بھی اپنے کو اسی سانچہ میں ڈھال لیا یہ تبدیلی مرحوم کو کبھی پسند نہ آئی، اب تو چہرہ دیکھ کر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ممتاز الافاضل ہے یا صدر الافاضل ! یہ تبدیلی لکھنؤ ہی میں نہیں بیرون لکھنؤ حتی کہ بیرون ہند میں بھی نظر آ رہی ہے حالانکہ آج بھی کتنے با

Scanned by CamScanner

وضع فارغ التحصیل علماء و ذاکرین کم نہیں۔ البتہ قلت میں ضرور ہیں۔

اب یہ بات مرحوم کے شاگردی کی نہیں۔ بلکہ مولانا عابد حسین کراروی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر مولانا سید محمد رضا صاحب غروی کی ہے غروی صاحب جو روحانی لباس میں لکھنؤ میں شیش محل کی ایک مجلس میں شریک تھے۔ اس مجلس کو استاد محترم نے خطاب کیا تھا۔ بقول غروی صاحب پہلی بار مرحوم کی تقریر سنی تھی بیان علمی تھا بعد مجلس مصافحہ کیا اور اپنا تعارف کرایا تو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لباس کی وضع دیکھ کر برجستہ فرمایا یہ پدر ہی کی تربیت کا اثر ہے اس لئے کہ مولانا عابد صاحب مرحوم خود بھی باوضع تھے اسی لئے ان کی اولاد بھی باوضع نظر آئی۔ اور طلاب کی موجودہ صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: جو ظاہراً باوضع نہ ہو وہ باطناً بھی باوضع نہیں ہوسکتا۔

اس موقع پر سرکار مفتی صاحب مرحوم کا بھی مجھ کو ایک جملہ یاد آتا ہے جو انھوں نے اپنے ایک شاگرد سے اس وقت فرمایا جب ایک فاضل طالب علم کو بلا کر کہا کہ ماہ رمضان کے لئے ایک جگہ آئی ہے میری خواہش ہے کہ تم اس جگہ چلے جاؤ، عاجزانہ انداز میں شاگرد نے کہا کہ حضور میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ پیشنمازی کرسکوں جس پر برجستہ مفتی صاحب نے فرمایا جب اپنے آپ کو اس قابل نہیں بنا سکتے تو مولویت پڑھنے سے فائدہ کیا؟ مجھے معلوم تھا کہ تم کیا کہو گے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ فلاں جگہ نماز پڑھانے جاؤ اور اپنے کو ویسا بناؤ۔ جیسا ایک مولوی پیشنماز کو ہونا چاہئے۔ یہ تھا بزرگوں کا انداز تربیت جہاں رافت کے ساتھ شدت بھی پائی جاتی تھی۔

مدرسہ ناظمیہ میں ادھر چند سال سے غم کے بادل چھا رہے ہیں۔ ہمارے مدرسے کے کتنے اساتیذ ایک ایک کر کے راہی جناں ہوئے کہ اب غم کا کوہِ گراں سر پر آ گرا جو صرف استاد ہی نہیں بلکہ استاذ الاساتذہ میں اپنی ایک حیثیت اور اپنی ایک پہچان رکھتے تھے۔ گرچہ منتظمہ

Scanned by CamScanner

میں نہیں مگر کلیدی حیثیت کے مالک رہے اس لئے نہیں کہ مرحوم امروہہ کے رہنے والے تھے بلکہ سرکار مفتی اعظم طاب ثراہ کے دور میں بھی کلیدی حیثیت تھی ہاں یہ ضرور تھا کہ موسس مدرسہ سرکار نجم الملت طاب ثراہ کا وطن بھی امروہہ تھا اس لحاظ سے ناظمیہ پر اس خاندانکے حقوق زیادہ سمجھتے تھے بنابرایں مفتی اعظم کے بعد امیر العلماء مولانا حمید الحسن صاحب کی تائید ہی نہیں پرزور تائید کی ۔ اگر چہ عمر میں استاد شاکر صاحب بزرگ ہی نہیں ذی قدر اساتیذ میں شمار ہوتے تھے، امارت مدرسہ کیلئے مولانا حمید الحسن صاحب کا نام پیش کیا اور پرزور تائید بھی کی ایسا کیوں؟ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں ۔

نتیجہ اخذ کرنے والے خود نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ نجم الملت طاب ثراہ کے بعد جامعہ ناظمیہ کو مفتی احمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ جیسا سرپرست مل گیا جو تدریس میں اپنے ہم عصر علماء میں یکتا و یگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ مفتی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مدرسہ کو ایک عظیم جھٹکا لگا۔ اور مدرسہ مالی بحران سے دوچار ہوگیا مگر امارت امیر نے بڑے عزم وحوصلہ کے ساتھ باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ مالیات کو بہتر سے بہتر کیا، تعمیرات کا سلسلہ شروع ہوا۔ دیکھنے والے دیکھ کر حیران رہ گئے ۔ یہ کیا ہورہا ہے اور کیسے ہورہا ہے۔ شخصی طور پر امیر ہوجانا اور بات ہے، مدرسہ کو امیر بنا دینا جدا مرحلہ۔ یہ خطاب اسی فرد کو زیب دیتا ہے جس نے مدرسہ کو امیر بنایا۔ استاد مرحوم تعلیم وتربیت پر زیادہ توجہ دیتے تھے مگر چاہنے کے باوجود موجودہ ماحول پھر بھی نہ ہو پایا جو گزر چکا تھا پھر بھی تاحیات اس کے کوشاں رہے۔

ہندوستانی علماء میں چند ہی ایسے حضرات ہیں جنکے تلامیذ کی تعداد بکثرت ہو۔ مرحوم و مغفور شاکر صاحب کا نام اگر صفِ اوّل میں نہیں تو صفِ ثانی میں ضرور لیا جا سکتا ہے، اب وہ تخت سنسان ہوگیا جس پر مرحوم حلقہ درس میں طلاب کے ساتھ بیٹھ کر تدریس میں مشغول رہتے تھے۔

Scanned by CamScanner

ادب، منطق اور فلسفہ سے زیادہ رغبت رکھتے تھے، علمِ ہئیت میں کتاب ''التصریح'' کا درس استاد مرحوم ہی دیتے تھے۔ نہ صرف درس دیتے بلکہ ہئیت کذائی پر بھی نظر رکھتے تھے چونکہ علم محدود نہیں تھا کہ صرف کتابوں تک محدود رہ جاتا، جائز طور پر تصرف کا اختیار بعد میں آنے والے ذی علم افراد کو بھی حاصل رہتا ہے، مسلمات کو سامنے رکھتے ہوئے مقدمات کو درست کر کے نتائج اخذ کرنے پر ہمارے استاد مرحوم کو ملکہ حاصل ہو چکا تھا۔ ہمارے یہاں صرف فقہ ہی میں اجتہاد نہیں (اگرچہ اصطلاح میں اجتہاد فقہ سے متعلق رکھا گیا ہے) دوسرے علوم میں بھی اجتہاد کی پوری گنجائش پائی جاتی ہے۔ لکیر کا فقیر ہونا زمانہ طفولیت کا زائچہ ہے بلوغ ورشد کا نہیں، بس یہ کہ اپنے کو بھٹکنے سے محفوظ رکھے۔

کسی بھی علم میں نتیجہ خیزی اتنا آسان بھی نہیں منطقی نقطۂ نظر سے اخذ نتیجہ میں مقدمات صرف صغریٰ کبریٰ کا درست ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ دیگر اصول کی رعایت بھی لازم ہے۔ حالانکہ معقولات میں منطق کو اولین حیثیت حاصل ہے اسی بنا پر وہ اولیٰ بھی ہے، ہم نہ سمجھ سکیں تو قصور ہمارا ہے علم کا نہیں۔ منطق کی کتاب پڑھا دینا ترجمہ کرا دینا ممکن ہے آسان ہو۔ لیکن سمجھا دینا، دل میں اتار دینا سب کے بس کی بات نہیں۔

یہ تو ماہر فن استاد کا کمال ہے کہ تلامیذ کو منطق کا شائق بنا دے اسمیں بھی استاد مرحوم کو ملکہ حاصل تھا۔ اس حقیر کا بھی یہی خیال تھا جو دوسرے احباب کا مگر مرحوم نے اپنے انداز درس سے میرے اندر وہ شوق پیدا کر دیا کہ منطق سے مجھے لگاؤ پیدا ہوا۔ خود پڑھنے کا شوق ضرور پیدا ہوا مگر نہ تنوع اور نہ تصرف۔ جب حقیر نے تدریس شروع کی تو تنوع پیدا ہونے لگا۔ درس منطق کا ہوتا اور نکات ذاکری کے ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ کیفیت صرف تدریس کے وقت زیادہ ہوتی۔ یہ سب فیض تھا اس ابتدائی تعلیم کا جو اپنے مرحوم شفیق استاد سے حاصل کی۔

ہم جس وقت یعنی ۶۰ھ ء میں ناظمیہ پہنچے اور میرا داخلہ ہوا تو اس وقت با کمال اساتیذ

Scanned by CamScanner

تدریس میں مشغول تھے۔ ذوقِ تدریس کے اعتبار سے اساتیذ پر کتابیں تقسیم ہوتی تھیں ۔فلسفہ،منطق مرحوم استاد حکیم محمد اطہر صاحب،مرحوم مولانا شاکر صاحب،علامہ اختر علی تلہری صاحب سے مخصوص رہی۔اعلیٰ درجات کی کتب خاص کر فقہ اور اصول فقہ مفتی اعظم طاب ثراہ کے پاس رہتی تھیں۔ دیگر اساتیذ کو ان کے ذوق کے اعتبار سے نصابی کتب سپرد کی جاتی تھیں۔کیا علمی ماحول تھا اس وقت اور کتنا تدریس وتحصیل میں انہماک، گرچہ ہمارا وہ ابتدائی دور تھا۔مگر ہم سے بزرگ طلاب کس شوق اور لگن سے تحصیل علم میں مشغول رہتے تھے گوکہ طلاب کی تعداد زیادہ نہ تھی۔

مولانا رسول احمد' صاحب مولانا ایوب صاحب' خاص کر مولانا ایوب صاحب افریقہ جانے سے قبل نظارت کیلئے خصوصی درجہ رکھتے تھے۔ پھاٹک پر قدم رکھتے ہی مدرسہ میں سناٹا ہوجاتا تھا بچے نہیں سینیر طلاب مرعوب رہتے تھے۔مطالعہ، مذاکرہ اور مباحثہ میں طلاب کے درمیان نظم باقی رہتا۔مولانا ایوب صاحب کے بعد انکی جگہ یہ ذمہ داری محترم استاد مولانا شاکر صاحب مرحوم نے سنبھالی اور ہر شعبہ پر نظارت کی۔

تدریس کے ساتھ تحریر پر بھی توجہ فرمائی اور عربی زبان میں علم فلسفہ میں ایک کتاب تحریر کی، جو چند ماہ قبل میں طبع ہوئی۔بعض دیگر تصنیفات وتالیفات غیر مطبوعہ رہ گئیں ہماری خواہش ہے استاد مرحوم کے فرزند عزیز مولانا محمد افضال صاحب اپنے پدر بزرگوار کے اس علمی سرمایہ کو منظرِ عام پر لائیں۔

منطق اور فلسفہ میں ہم نے جن اساتیذ سے استفادہ کیا ان میں مولانا حکیم اطہر صاحب، علامہ اختر علی تلہری صاحب،مولانا ایوب حسین صاحب،مولانا روشن علی صاحب اور مولانا محمد شاکر صاحب۔طلاب کی سمجھ میں منطق نہیں آتی تھی تو فلسفہ کیا آتا۔یہی وجہ تھی کہ طلاب ان موضوعات کو فرسودہ قرار دیتے تھے۔

Scanned by CamScanner

ہمارے مرحوم استاد حکیم اطہر صاحب فرماتے تھے واللہ جنابِ عالی آپکی عقل چھوٹی بھی ہے اور موٹی بھی، منطق آپکو کہاں سمجھ میں آئیگی۔ پھر بھی درس دیتے تھے اور سمجھاتے تھے بھی تو عقل کے موٹے نہیں تھے۔ منطق، فلسفہ کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے اسی بناء پر فلسفہ کی کتب سے پہلے منطق کی کتابیں نصاب میں شامل کی جاتی ہیں اسکے بعد فلسفہ شروع ہوتا ہے۔ منطق میں بھی تصورات کو تقدم حاصل ہے اور تصدیقات مابعد کا مرحلہ ہے، جب طالب علم نظری اور بدیہی میں الجھے گا تو قیاس و استقراء، استدلال مباشر و غیر مباشر تک کیسے پہنچے گا اور کیا حاصل کر پائے گا اس مرحلہ میں تجربہ کار استاد کا کمال موثر ہوتا ہے کہ وہ طلاب کو موضوع کا شائق بنائے اور اسکی طرف راغب کرے۔

منطق کے بعد فلسفہ کی وادی ہے فلسفہ کا آغاز وجود عدم سے ہوتا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے ''جزء لا یتجزی' کی بحث شروع کی گئی ہے۔ وجود خود اپنی حیثیت میں دو پر منقسم ہے ذھنی و خارجی یا مادی فلسفہ میں ابحاث کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، حدوث و قدم، علت و معمول کی تشریح ہوتی ہے۔ وجوب و امکان امتناع پر نظر رکھی جاتی ہے۔ اس طرح اسلامی فلسفہ کی تعبیر کا آغاز بھی ہوجاتا ہے۔ خدا واجب الوجود ہے اس پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ منطق کی طرح دقیق مسائل اور مباحث میں جانے سے پہلے ان مبادی کی قدرے یاد رکھنا ہوتا ہے جو اس فن کے اصطلاحات ہیں۔ اگر محصل ذی عقل ہے اور اسکی عقل میں رشد بھی پیدا ہوگیا ہے تو اس کے لئے سمجھنا بھی ممکن ہے اور سمجھانا بھی۔ جتنا جتنا شعور و رشد قوی ہوتا جائیگا اسی قدر مطالب آشکار ہوتے رہیں گے۔

ہمارا اپنا تجربہ ہے کہ شعور و رشد میں قوت، تدریس و تفکیر سے ہوتی ہے۔ تحصیل کے وقت وہ بات حاصل نہیں ہوتی الا ما استثنیٰ۔ مولانا شاکر صاحب مرحوم کے تفکر فی العلم ہی کا نتیجہ تھا کہ فلسفہ پر ایک ایسی کتاب تحریر کردی جس کا نام ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' رکھا جو

Scanned by CamScanner

ملّا صدرا کے ایک نظریے کے ابطال پر ہے نام ہی عربی نہیں اصل کتاب بھی عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس پر سال گزشتہ ایوارڈ بھی مل چکا ہے ایران میں اس کتاب کا کافی چرچہ ہے علماء بالخصوص معقولات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کا باشوق مطالعہ کررہے ہیں اور مصنف کی علمی شخصیت کا اعتراف بھی۔

کاش مجھے اپنے استاد سے کامل استفادہ کا موقع ملتا تو ماحصل ماظهر کی منزل میں ہوتا ای بسا آرزو که خاك شده۔

مرحوم کی زندگی یوں تو تدریس تک محدود رہی لیکن ایام تعطیل میں بغرض تبلیغ قصبات و دیہات میں بھی وقت گزارا۔ سیتھل، جولی، رامپور اورنگ آبادا، منگلور، بلند شہر وغیرہ میں ماہ مبارک رمضان، اور ماہ محرم میں قیام فرمایا اور مومنین کے درمیان اخوت و برادری کی شمعیں روشن کیں۔ ہر بستی میں اپنی علمی اور اخلاقی چھاپ چھوڑی جس سے دوسروں نے بھی استفادہ کیا۔ اور آخر ایک دن صدائے حق پر لبیک کہنے کو تیار ہو گئے، عاش سعیداً و مات سعیداً

ہم بھی آیہ کریمہ (انی معکم من المنتظرین) کی تلاوت کے ساتھ اپنے استاد سے رخصت ہو رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

نازش فلاسفہ

مولانا سید ظل مجتبیٰ عابدی نجفی

پرنسپل مدرسہ عالیہ جعفریہ نوگانواں سادات

دنیا باسرھا فانی و جانی ہے اس کے موجودات کیلئے بقا ہے نہ معدومات کیلئے قرار اس کی صبح بہار ہے تو شام خزاں اور شام چمن ہے تو صبح خرابہ۔اس کا امروز شیریں ہے تو فردا تلخ اور فردا تریاق ہے تو امروز زہر ہلاہل۔اس کے پل پل لمحہ لمحہ لحظہ لحظہ دقیقہ دقیقہ میں ان گنت اور بے شمار الٹ پھیر ہیں اور نفس نفس میں لانہایہ و بے حساب پیچ وخم گویا یہ انقلاب و انتحال کی کبھی نہ رکنے والی چکی ہے نہ تھمنے والا سیلاب ہے نہ تھکنے والا مشاق ہے کبھی نوید جاں فزاں لے کر وارد ہوتی ہے تو کبھی وعید ہوش ربا گاہے مادر مہربان بن کے پیش آتی ہے تو گاہے غادر خناق۔اس کی راحت کرب سے بیگانہ ہے نہ اس کا قہقہہ ماتم سے محفوظ۔یہ مہربان ہو تو کتنے ہی چہروں کو غازہ سے سنوارتی ہے اور ستمگر ہو تو کتنے ہی چہروں کو اشکوں سے نہارتی ہے۔غرضیکہ اس کے وسیع و عریض جال میں جکڑا معذور و بے بس انسان اس کے تبرکات سے ہی محروم ہے نہ سفاکانہ چنگل سے آزاد۔البتہ اس کے یہ کارنامے کبھی لازم و محدود ہوتے ہیں تو کبھی متعدی ومنشور۔اس کی کرم فرما نظر کسی وقت فرد کیلئے ارمغان ہوتی ہے تو کسی پل معاشرہ کیلئے مرنج مرنجان۔اس کی ترشروئی کہیں اکائیوں کیلئے آفت ہوتی ہے تو کہیں ملتوں کیلئے زہر ہلاہل۔اور یہ سلسلہ از صبح روز اوّل تا شام ہنوز جاری ہے نیز آئندہ بھی رہے گا۔روز وشب کے ہر پہر کتنے قہقہے بلند ہوتے ہیں اور کتنی آہیں اٹھتی ہیں کتنے چہرے نقش شادابی بنتے ہیں اور کتنے خاکہ حرمان و بدنصیبی اور اس کا یہ تغیر و تبدل اپنے ساتھ صحن کائنات کو اپنے اثرات سے بالضرور منفعل کرتا ہے خواہ مسرت و خوشی کے شادیانے کی بنا پر ہو یا رنج و اندوہ کلفت کی ٹیسوں کے

Scanned by CamScanner

سبب - پھران اثرات کے انفعال کا علاقہ کبھی تو عمومی و معمولی ہوتا ہے اور کبھی خصوصی - اور کبھی عمومی وخصوصی ہر دو پر حاوی آخرالذکر کی گرانی وثقالت صاحبان نظر پر روز روشن کی مانند ہویدا ہے ایسا اثر وانفعال کہ جوموجودات کے اشرف ترین طبقہ کی عوام وخواص ہر دو دنیا کو متزلزل کر ڈالے فضاء عالم کو سوگوار بنادے - ارض وسما کو اشک فشانی پر مجبور کردے خشک وتر کو ماتم میں بٹھادے - ایسا ہی سانحہ اس فرد فرید مرد وحید کی رحلت ووفات ہوتی ہے کہ جس سے کسی نہ کسی عنوان سے موجودات کا ہر ہر وجود فیضیاب ہوتا ہے ایسے ہی افراد یگانۂ روزگار میں سے ایک ثقۃ الاسلام والمسلمین استاذ الاساتذہ والمدرسین صد نازش فلاسفہ ومنطقیین نعمت خاص خدائے رب العالمین مطاف سر عقیدت طلبا ومتعلمین معتمد مستند فقہاء ومجتہدین مشیر خاص علماء وعالمین آیۃ اللہ العظمی فی العالمین حامل علوم وفنون اولین وآخرین پیشوائے قد آور مومنین مخلصین ذی المعالی والمفاخر فائز محامد ومآثر النجم اللہ الزاہر علامہ السید محمد شاکر طیب اللہ رمسہ الشریف کی ذات والا صفات بابرکات تھی - وہ ہستی کہ جس کی متاع زیست کا نفس نفس تشنہ گان علوم دینیہ کے لئے وقف تھا تو پل پل اصلاح معاشرہ وسماج میں سرگرم عمل اور قدم قدم شگوفہ کاری علوم وفنون میں مصروف مسلسل وہ شاہکار کہ جو مسند تدریس پر بے مثال اتالیق تھا تو بزم بیاں میں مقرر حسیب منبر پر عبقری خطیب نقد وانشاء کا ادیب لبیب وہ صرف اتالیق ومقرر وخطیب وادیب نہ تھا بلکہ وہ تو اتالیق گر مقرر گر خطیب گر ادیب گر بھی تھا - دنیا کے گوشہ گوشہ میں کتنی ہی زبانیں اس کے بیان کی منبروں سے ترجمانی کرتی تھیں اور کتنی درسی مسندیں اس کے افادہ کی فیضیابیوں سے سجتی تھیں کتنی تقریریں اس سے استناد کرتی تھیں اور کتنی ہی ادبیات و تنقید اس سے شفافیت کا اعتبار پاتی تھیں جس کا سحاب نوازش وعطا بالعموم وبلا تفریق سب پر یکساں برستا تھا سادگی متانت، زہد، تقوی، انکساری، شفقت جس کا طرۂ امتیاز تھا تعلیم تشویق ،ترویج تحقیق، تدقیق تخلیق تصنیف، تالیف جس کا مرغوب ترین مشغلہ تھا - وہ گلدستۂ

نہیں بلکہ علم وعمل کے سنگم کا متوازن نمونہ تھے علم کا دریا نہیں بلکہ دریاؤں کا سرچشمہ تھے قدرت نے گرچہ ان کی فطرت میں خمول وگمنامی کو خاصہ بنا کر ودیعت فرمایا تھا مگر سبحان اللہ زہے قسمت ذمہ داری ایسی سونپی تھی کہ شہرت اس کا لبادہ زیب تن کر کے فخر ومباہات کرتی تھی جس گمنام پر اس کیمیا گر اور جوہر کی نظر عنایت ہو جاتی تھی وہ افق شہرت کا خورشید تاباں بنکر جلوہ نما ہونے لگتا تھا۔ گویا موصوف گمنامی کی مسند پر بیٹھ کر اپنے پروانوں کو شہرت کے جہاں تقسیم کیا کرتے تھے ۔ بلاشبہ ایسے ہی نادر روزگار افراد اس کلیہ کے مستحق احق قرار پاتے ہیں ۔ عالم کی موت در حقیقت عالم کائنات کی موت ہوتی ہے ۔ عجب کرشمہ ہے ایسی اموات میں مرنے والا تو مر کر ابدی حیات پا جاتا اور زندۂ جاوید بن جاتا ہے لیکن زندوں کو مردہ بنا جاتا اور ان کے کارخانۂ حیات پر کبھی نہ ہٹنے والے مردنی سائبان لگا جاتا ہے ۔ آہ اے اسم بامسمی بندۂ خدا شاکر آپ کی یہ رحلت صرف اپنی رحلت نہیں بلکہ ان تمام متعلقین و متعلمین کی رحلت ہے کہ جو مسلسل آپ کے فیض بے بہا سے بہرہ مند ہوئے اور ہو رہے تھے یا آئندہ ہونے والے تھے وہ مریضان اخذ و تحصیل کہ جواب اپنے اس مرض کا ایسا مسیحا کہیں نہ پا سکیں گے اس قلق جدائی سے دم بخود ہیں اے ریاض جناں سے رواق جناں کی طرف کوچ کرنے والے ان اداس چہروں دردمند طبیعتوں اشکبار آنکھوں مصروف فغاں دہنوں ناسور سے دوچار قلبوں کی راحت کا بھی اپنی مثالی اور بے پایاں شفقت کے ذریعہ کچھ مداوا فرمایئے یقیناً آپ تو جوار رحمت الٰہی میں یزدانی فیوض و برکات کی بارش اور الطاف تجلیات کبریائی کی نوازشات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں ۔ خدارا اپنے ان پروانوں کیلئے بھی دعا فرمایئے کہ ان کا کارواں آپ کی غیر موجودگی کی وحشت سے متاثر ہو کر منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے بکھر نہ جائے ان کی کشتی ساحل مراد پر لنگر انداز ہونے سے پہلے ہی غرقاب حوادث و آفات نہ ہو جائے ۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں یہ استدعا تحصیل حاصل ہے اس لئے کہ آپ کی کریمانہ طبیعت اور مشفقانہ خصلت خود

Scanned by CamScanner

نہیں بلکہ علم وعمل کے سنگم کا متوازن نمونہ تھے علم کا دریا نہیں بلکہ دریاؤں کا سرچشمہ تھے قدرت نے گرچہ ان کی فطرت میں خمول وگمنامی کو خاصہ بنا کر ودیعت فرمایا تھا مگر سبحان اللہ ز ہے قسمت ذمہ داری ایسی سونپی تھی کہ شہرت اس کا لبادہ زیب تن کر کے فخر ومباہات کرتی تھی جس گمنام پر اس کیمیا گر اور جوہر کی نظر عنایت ہو جاتی تھی وہ افق شہرت کا خورشید تاباں بنکر جلوہ نما ہونے لگتا تھا۔گویا موصوف گمنامی کی مسند پر بیٹھ کر اپنے پروانوں کو شہرت کے جہاں تقسیم کیا کرتے تھے ۔بلاشبہ ایسے ہی نادر روزگار افراد اس کلیہ کے مستحق احق قرار پاتے ہیں ۔عالم کی موت در حقیقت عالم کائنات کی موت ہوتی ہے ۔عجب کرشمہ ہے ایسی اموات میں مرنے والا تو مرکر ابدی حیات پاجاتا اور زندۂ جاوید بن جاتا ہے لیکن زندوں کو مردہ بنا جاتا اور ان کے کارخانۂ حیات پر کبھی نہ ہٹنے والے مردنی سائبان لگا جاتا ہے۔آہ اے اسم با مسمی بندۂ خدا شاکر آپ کی یہ رحلت صرف اپنی رحلت نہیں بلکہ ان تمام متعلقین و متعلمین کی رحلت ہے کہ جو مسلسل آپ کے فیض بے بہا سے بہرہ مند ہوئے اور ہورہے تھے یا آئندہ ہونے والے تھے وہ مریضان اخذ وتحصیل کہ جواب اپنے اس مرض کا ایسا مسیحا کہیں نہ پاسکیں گے اس قلق جدائی سے دم بخود ہیں اے ریاض جناں سے رواق جناں کی طرف کوچ کرنے والے ان اداس چہروں دردمند طبیعتوں اشکبار آنکھوں مصروف فعاں دہنوں ناسورے دچار قلبوں کی راحت کا بھی اپنی مثالی اور بے پایاں شفقت کے ذریعہ کچھ مداوا فرمایئے یقیناً آپ تو جوار رحمت الٰہی میں یزدانی فیوض و برکات کی بارش اور الطاف تجلیات کبریائی کی نوازشات سے بہرہ ور ہورہے ہیں ۔خدارا اپنے ان پروانوں کیلئے بھی دعا فرمایئے کہ ان کا کارواں آپ کی غیر موجودگی کی وحشت سے متاثر ہوکر منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے بکھر نہ جائے ان کی کشتی ساحل مراد پر لنگر انداز ہونے سے پہلے ہی غرقاب حوادث وآفات نہ ہوجائے ۔حق تو یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں یہ استدعا تحصیل حاصل ہے اس لئے کہ آپ کی کریمانہ طبیعت اور مشفقانہ خصلت خود

Scanned by CamScanner

غائبانہ اس عالم ملکوت میں بھی وہ سب کرے گی جس کا تصور بھی محال ہے یہی تو قلق ہے کہ ہم گرچہ اب بھی آپ کی شفقتوں عنایتوں سے فیضیاب ہوتے رہیں گے لیکن آپ جیسے شفیق و مہربان مربی واستاذ کی زیارت سے محروم رہیں گے۔خداوند عالم سے بصد عجز ونیاز دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات کو بلند سے بلندتر فرمائے اور ہم ایتام کو آپکے لائق فرزند ہونے نیز آپ کے کارواں کو منزل کی جانب گامزن رکھنے کی توفیق خیر رفیق عنایت فرمائے۔

Scanned by CamScanner

عالم باعمل-مولانا محمد شاکر صاحب

جناب صفدر عباس نقوی
دہلی

چکبست نے زندگی اور موت کی تعریف یوں کی۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب:: موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

وہ عناصر جن میں چکبست زندگی فرماتے ہیں۔ آگ، مٹی، پانی اور ہوا ہیں۔ ان کی ترتیب زندگی ہے۔ لیکن اس میں ایک چیز کی کمی رہ گئی۔ جسم ان چیزوں سے مل کر بنا لیکن موت کے بعد بھی یہ جسم پڑا رہ جاتا ہے۔ اس میں صرف ایک چیز کی کمی ہوگئی۔ اور وہ ہے روح۔ لیکن آج تک روح کو مادی چشمے سے دیکھنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ روح کیا ہے؟ اللہ کا حکم۔ جب تک ہو جسم میں ہے زندگی ہے اس کا جسم سے نکل جانا ہے موت۔

اور موت زندگی کی وہ حقیقت ہے جس سے زیادہ یقینی چیز یا بات اس دنیا میں نہیں ہے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ نشونما کے ساتھ بڑا ہوتا جاتا ہے۔ زندگی کی آخری منزل تک پہنچتا ہے اور مر جاتا ہے۔ بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں بڑے ہوتے ہیں اور دوسروں کے لئے مصیبت بنتے ہیں۔ جب تک وہ زندہ رہتے ہیں اپنے آس پاس کے لوگوں کو تکلیف ہی پہنچاتے ہیں۔ اور اسی لئے جب وہ مرتے ہیں تو متعلقہ لوگ اطمینان کا سانس لیتے ہیں۔

کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو زندگی کے بڑے حصے میں لوگوں کے لئے آرام، سکون و خوشی کا باعث ہوتے ہیں۔ وہ اپنے رشتے داروں، آس پاس کے لوگوں کے لئے اطمینان، خوشی اور مسرت کا باعث ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ اس سے بھی آگے بڑھ کر عام طور پر انسانوں کے لئے خوشی، مسرت اور سکون قلب کا باعث بن جاتے ہیں۔ ایسے انسان جب دنیا سے جاتے ہیں تو

Scanned by CamScanner

سب ہی لوگوں کو رنج ہوتا ہے۔لوگ کہتے نظر آتے ہیں کہ کتنا عظیم آدمی تھا۔ ہر ایک کی مدد کے لئے تیار۔ دوسروں کے درد کو اپنا سمجھتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے آدمی کی موت کا عام طور پر افسوس ہوتا ہے۔کم از کم اس کے متعلقین اور آس پاس کے لوگ اس کی رحلت پر افسوس کرتے ہیں۔

امروہہ سے ایک ایسے ہی ہر دل عزیز شخصیت نے ۴ر جولائی ۲۰۱۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ صاحب تھے مولانا محمد شاکر صاحب۔ جس نے سنا تو یہ ضرور کہا یا سوچا کہ ایک اچھا اور نیک آدمی چلا گیا۔ مولانا سید محمد شاکر صاحب کی پیدائش ۱۲ر مئی ۱۹۲۹ء میں امروہہ کے ایک سید خانوادے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم امروہہ میں حاصل کی۔ پھر مذہبی تعلیم حاصل کر کے لکھنؤ کے مدرسہ جامعہ ناظمیہ میں مذہبی تعلیم دینے میں اپنی زندگی کے دن پورے کئے۔ مولانا شاکر کی شخصیت ایسی تھی کہ جو ملتا ان سے متاثر ہوتا تھا۔ مرحوم ایک اچھے استاد، ایک خوش گفتار، واعظ، فلسفے کے عالم اور مشفق بزرگ تھے۔ اپنے جونیر ساتھیوں کے لئے موجودہ شاگردوں اور ان تمام نوجوانوں کے لئے جن سے ان کا واسطہ تھا وہ ایک مشعل راہ تھے۔ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے اساتذہ، موجودہ طلباء اور سابق طلباء ان کے لئے یکساں مغموم ہیں۔ مجھ سے انھیں ایک لگاؤ تھا۔ ہم دونوں ہم عمر تھے۔ ایک ساتھ پڑھے بھی تھے۔ اس لئے جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ میں اور وہ ایک ساتھ امروہہ میں ہوتے تو ضرور ایک دوسرے سے ملتے۔ بڑی محبت سے ملتے تھے۔ خلوص کے پیکر تھے۔ ایک اچھے انسان سے جس قسم کی امید کی جاسکتی ہے وہ تمام خوبیاں ان میں تھیں۔ وہ ایک باعمل عالم تھے۔ سب کے ہمدرد تھے۔ ایک اچھے مصنف تھے عربی زبان میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں۔ مولانا اس خاکی زندگی سے لوگوں کو آرام، امداد اور مذہبی علم دیتے تھے۔

۴ر جولائی ۲۰۱۲ء کو علم وروحانیت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ اور اپنے محلے شفاعت پوتہ کے عزاخانے میں دفن کئے گئے۔ خدا ہم سب متعلقین، جاننے والوں، عزیزوں اور رشتے داروں کو ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔

Scanned by CamScanner

مولانا سید محمد شاکر اور انکا خانوادہ

جناب قیصر مبین نقوی
رٹائرڈ پرنسپل

مورخ امروہہ نے سادات کی ناز پروردہ بستی کے الفاظ میں امروہہ کو مخاطب کیا ہے امروہہ میں بسنے والے سادات کے خانوادوں میں بین الاقوامی شہرت یافتہ بزرگ سید حسین شرف الدین شاہ ولایتؒ کے اخلاف نہ صرف کثیر التعداد ہیں بلکہ منفرد مقام کے حامل بھی ہیں۔ اسی خانوادے میں ابتدائے عہد بلبن سے علماء، فضلاء، مشائخ، صلحا، قضاۃ اور شاہی منصبدار اور عہدہ دار ہوتے رہے۔ حضرت شاہ ولایتؒ کے اخلاف میں ایک خانوادہ ایسا بھی ہے جس میں عہد بابر سے لیکر آج تک یعنی پانچ سو سال سے شہرت و نام آوری جاری ہے۔ یہ خانوادہ سید مبارک بن سید منتخب کا ہے۔ سید منتخب عہد بابر کے شاہی عہدہ دار تھے۔ ان کے ایک بیٹے سید محمد میر عدل اور دوسرے بیٹے سید مبارک تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے دستخط ۹۴۴ء کی دستاویز پر بحیثیت عمائدین شہر ملتے ہیں بعدہ یہ دونوں بھائی عہد اکبری میں اعلیٰ عہدہ داران رہے۔

سید مبارک کے بیٹے سید عبدالجلیل کی نسل میں شاہی منصبداری کے ساتھ ساتھ علم و فضل میں متوارث رہا۔ سید عبدالجلیل کے پوتے سید عبد الوالی خاں اور پر پوتے سید محمد شفاعت متوفی ۱۱۳۵ھ بعمر تقریباً نوے سال علی الترتیب عہد شاہ جہاں و اورنگ زیب میں چہار صدی ذات سہ صد سوار کے منصب پر فائز رہے۔ سید محمد شفاعت کے ایک پوتے مولانا سید محمد عبادت (۱۰۴۵ھ تا ۱۲۲۵ھ) نے امروہہ میں علم وفضل کی شمع روشن کی تھی وہ آج ڈھائی سو سال اور مسلسل سات پشت بعد تک روشن ہے۔ سید محمد شفاعت کے دوسرے پر پوتے سید

Scanned by CamScanner

کریم بن سید عظمت اللہ کے اخلاف میں بھی کئی نامور حضرات ہوئے ہیں جن میں انکے پر پوتے سید علی بن ببر علی کے پوتے مولانا سید بشیر حسن مولف شجرات سادات امروہہ تھے۔ مولانا مرحوم عالم دین ہونے کے ساتھ ساجی شخصیت اور آل احمد گرلز انٹر کالج کے بانیان میں تھے۔

سید کریم اللہ کے دوسرے پوتے سید ہزبر علی بن ببر علی کے ایک فرزند سید آل احمد مشہور وکیل اور مولانا سید اولاد حسن سلیم کے ارشد تلامذہ میں تھے نعیم تخلص فرماتے تھے۔ سید آل احمد کے بھتیجے سید احمد بن سید ابو احمد حاجی حرمین شریفین اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔

مولانا سید محمد شاکر صاحب ان ہی حاجی سید احمد کی زوجہ ثانیہ سے متولد پسر اکبر تھے ان کی مختلف البطن ہمشیرہ کنیز زینب مرحومہ حاجی حکیم سید محمد طہ کی شریک حیات تھیں۔ مولانا سید محمد شاکر صاحب کی ولادت ۱۹۲۹ء میں ہوئی تھی۔ میں نے ان کو اب تقریباً ساٹھ سال قبل اپنے دادا حکیم سید محمد مستحسن اعلی اللہ مقامہ کے پاس آتے دیکھا تھا۔ اس وقت سے یہ بندہ خاکسار مولانا کو جو خود اس وقت جوان العمر تھے بھائی کہا کرتا تھا اور یہ سلسلہ مولانا کی وفات تک جاری رہا۔ ایک مرتبہ میں حکیم سید محمد طہ مرحوم کے فرزند حکیم سید محمد مہدی سے ملنے گیا۔ دوران گفتگو میں نے مولانا کو حضور کہکر مخاطب کیا۔ مولانا نے فوراً مجھے ٹوکا اور فرمایا" یہ حضور وضور کہنے والے بہت ہے آپ بھائی کہیے اس میں جو اپنائیت ہے وہ حضور میں نہیں" مولانا جیسے جامع العلوم اور مقدس بزرگ کی یہ سادگی اور انکساری تھی جس نے انہیں اتنا محترم بنادیا تھا کہ انکا جاننے والا ہر شخص ان کا دل سے احترام کرتا تھا۔ جھک کر سلام کا جواب دینا حضرت مولانا سید محمد عبادت صاحب کی یاد تازہ کر دیتی تھی۔ اب یہ انداز ناپید ہے۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم امروہہ میں حاصل کی تھی یہاں پر حضرت مولانا سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ اور حضرت مولانا سید محمد عبادت اعلی اللہ مقامہ کے علاوہ حضرت مولانا سید صفی

Scanned by CamScanner

مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ بھی انکے استاد تھے ۱۰، العلوم ناظمیہ میں مفتی اعظم حضرت مولانا احمد علی صاحب طاب ثراہ استاد رہے۔ مولانا سید محمد شاکر صاحب کے کردار میں ان تینوں بزرگوں کی جھلک پائی جاتی تھی میں نے جب حضرت شاہ ولایتؒ پر جب کام شروع کیا تو حضرت بہت خوش ہوئے تھے اور قدم قدم پر میری رہنمائی کی تھی۔ علم وفضل ، زہد و تقویٰ، عجز وانکسار، عبادت و ریاضت کا یہ مہر درخشاں تقریباً اسی سال کی عمر پا کر ۴ر جولائی ۲۰۱۲ءکو نگاہوں سے اوجھل ہو گیا لیکن اپنی وہ بیشمار یادیں چھوڑ گیا جو کبھی دھندلی بھی نہیں ہو سکتیں۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ آپ کے دونوں لائق و فائق فرزندان مولانا سید محمد افضال سلمہ اور سید محمد اقبال سلمہ اپنے والد کی شخصیت کے آئینہ دار ثابت ہوں۔

Scanned by CamScanner

علامہ سید محمد شاکر - ایک سوانحی خاکہ

مولانا ڈاکٹر سید احسن اختر سروش

لکچرر آئی۔ایم۔انٹر کالج، امروہہ

والد کی طرف سے شجرۂ نسب: سید محمد شاکر ابن حاجی سید احمد بن سید ابواحمد بن سید ہزبر علی بن سید ببر علی بن سید کریم اللہ بن سید عظمت اللہ (عم بزرگوار مبلغ یگانہ حضرت مولانا سید محمد عبادت علیہ الرحمہ اوّل امام جمعہ امروہا) بن سید محمد شفاعت بن سید عبدالوالی بن سید عبد الجبار بن سید عبدالجلیل عرف جگت اجیالے بن سید مبارک۔ سید مبارک کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت حسین نقوی الواسطی شاہ ولایتؒ تک پہونچتا ہے اور سید حسین شاہ ولایت کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام نقی علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔

والدہ کی طرف سے شجرۂ نسب: آپ کی والدہ سیدہ مجاہدہ خاتون بنت سید حامد حسین کا شجرۂ نسب آٹھ واسطوں سے سید شاہ محمد جعفر اور ان کا تیرہ واسطوں سے سید حسین شرف الدین شاہ ولایت کے فرزند قاضی سید امیر تک پہنچتا ہے

ولادت: ۱۲رمئی ۱۹۲۹ء بروز اتوار مطابق ۲رذی الحجہ ۱۳۴۷ھ کو آپ نے جہانِ عارضی میں شہر امروہا (یوپی) میں آنکھیں کھولیں۔

تعلیم وتربیت: ۱۹۳۴ء میں مولانا کی بسم اللہ کی رسم حضرت مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد نے سورۂ حمد پڑھا کر کی۔ دینی تعلیم کے باقاعدہ آغاز کے لئے دارالعلوم سیدالمدارس میں داخل کردیا گیا۔ اس وقت مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ مدرسہ کے صدر مدرس تھے امروہا میں مولانا نے مولانا فخرالحسن، مولانا صفی مرتضیٰ، مولانا صابر حسین وغیرہ سے

Scanned by CamScanner

کسب فیض کیا۔ اس دور میں مولانا سید محمد عبادت صاحب قبلہ سے بھی انھوں نے مکمل طور پر استفادہ کیا اور یہ سلسلہ مباحثہ مولانا عبادت صاحب قبلہ کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا ،جب بھی مولانا شاکر صاحب امروہا تشریف لاتے تو کافی کافی دیر استفادہ فرماتے۔ مولوی کرنے کے بعد ۱۹۴۵ء میں مولانا موصوف نے لکھنؤ کا رخ کیا جہاں ملک کی مشہور درسگاہ جامعہ ناظمیہ کو اپنی مزید تعلیم کے لئے منتخب کیا۔ یہ زمانہ جامعہ ناظمیہ کا سنہری دور تھا اسلئے کہ اس دور میں ناظمیہ کو جہاں ایک طرف مفتی سید احمد علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی سرپرستی حاصل تھی تو دوسری طرف باصلاحیت اساتذہ کی ایک ایسی جماعت تھی جمیں کا ہر ایک اپنے فن میں یگانہ روزگار تھا چنانچہ مولانا شاکر صاحب کی خداداد ذہانت اور لگن پھر ایسے باوقار علماء کی سرپرستی سونے پر سہاگے کا کام کرگئی۔ مولانا نے مفتی احمد علی صاحب سے فقہ واصول کا خصوصی درس لینے کے ساتھ مولانا ایوب حسین سرسوی ،مولانا رسول احمد ،مولانا محمد مہدی زنگی پوری اور مولانا کاظم حسین صاحب سے دیگر علوم وفنون میں مکمل طور پر فیض حاصل کر کے مہارت تامہ حاصل کی۔ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب اعلی اللہ مقامہ سے خصوصی درس پڑھے۔ ۱۹۵۳ء میں ناظمیہ کی آخری سند (ممتاز الافاضل) حاصل کی۔

سلسلۂ تدریس: دوران تعلیم ہی ۱۹۵۱ء میں مفتی صاحب نے اپنے اس لائق شاگرد کی صلاحیتوں سے آشنائی حاصل کر کے ان کا مدرسہ میں بطور مدرس تقرر کرلیا۔ اس طرح مولانا کی ناظمیہ کے تئیں خدمات کا آغاز ہو گیا جو آخر وقت تک قائم رہا۔

شادی: ۱۹۵۶ء میں مولانا کی شادی محدثہ خاتون بنت سید کرار حسین سے ہوئی۔

شغف تدریس: پڑھنا پڑھانا مولانا مرحوم کی سب سے عزیز شئے تھی۔ وہ مدرسہ کے اوقات میں تو بلاشبہ حق تدریس ادا کرتے ہی تھے اسکے علاوہ ان کے گھر پر مسلسل طور پر

Scanned by CamScanner

طلباء استفادہ کے لئے آتے تھے۔مولانا موصوف کا انداز تدریس امتیازی اہمیت کا حامل تھا وہ مشکل سے مشکل بحثوں کو اس قدر سادہ انداز میں شاگردوں کے سامنے پیش کرتے تھے کہ طلباء آسانی سے درس سمجھ لیا کرتے تھے آپ کے شاگرد مولانا سید نعیم عباس صاحب کا بیان ہے کہ

"مولانا ہرفن کی کتاب کو اس عبور کے ساتھ پڑھاتے تھے جیسے بس وہ اسی میں ماہر ہیں"

خاکساری: مولانا بالطبع انتہائی منکسر المزاج واقع ہوئے تھے تصنع کا ان کے یہاں گزر نہ تھا ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ یوں تو وہ کبھی ملنے والوں سے عاجزی سے ملتے مگر علماء اور طلباء سے خاص طور پر وہ بڑی خاکساری سے ملتے تھے۔انھیں کسی منصب کی چاہ نہ تھی مسند پر بیٹھنے سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔

ذاکری: مولانا مرحوم کا بیان انتہائی سادہ ہوتا تھا وہ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے منطقی استدلال کا مکمل طور پر سہارا لیتے تھے۔مصائب سید الشہداء اس حزن کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ خود بہت گریہ فرماتے اور ساتھ میں پوری مجلس پر آہ وبکا کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ یوں تو انھوں نے مختلف مقامات پر عشرۂ مجالس سے خطاب فرمایا مگر ہر سال ماہ محرم کا پہلا عشرہ اورنگ آباد ضلع بلند شہر سے مخصوص رہا۔

اپنے اساتذہ سے عقیدت: مولانا مرحوم پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان "علمنی حرفا فقد صیرنی عبدا" پوری طرح صادق آتا ہے۔مولانا سید محمد عبادت کلیم طاب ثراہ کے نام ایک خط میں سید العلماء مولانا علی نقی نقوی طاب ثراہ کی وفات پر لکھے ہوئے اشعار پر اصلاح لینے کی درخواست کی گئی ہے اس کی آخری چند سطریں حسب ذیل

Scanned by CamScanner

ہیں ''زیادہ کیا رقم کروں اجازہ روایت کے لئے چاہتا تھا کہ سرکار دو لفظیں عطا فرما دیں تا کہ شرف اتصال پیدا ہو جائے صرف لفظ اجزت کا طالب ہوں میری جانب سے گھر میں سب کو درجہ و بدرجہ دعائیں۔ فقط کشف بردار سید محمد شاکر''

حسب بالا خط سے اپنے استاد سے عقیدت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے جو مجھ کو مل سکی ہے بہر طور اس کی روشنی میں یہ بات حتمی ہے کہ دیگر اساتذۂ کرام کے لئے بھی مولانا موصوف کے اسی طرح کے جذبات عقیدت رہے ہوں گے۔

اساتذہ کرام اور بزرگوں کی نظر میں مولانا مرحوم کا مقام: مولانا موصوف اپنی علمی صلاحیتوں کے علاوہ حسن اخلاق کے سبب اپنے تمام اساتذہ کے چہیتے بن گئے تھے۔ راقم نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ ماہ مبارک میں مفتی صاحب وعظ فرما رہے تھے درمیان وعظ میں مفتی صاحب موصوف نے مولانا مرحوم کو وعظ کو مکمل کرنے کا حکم فرمایا مولانا نے استاد کے تعمیل حکم میں آگے وعظ فرمایا۔

شاعری: مولانا اپنی بے پناہ علمی مشغولیات کے باوجود کچھ وقت شعر گوئی کے لئے بھی نکال لیتے تھے راقم نے انھیں کسی محفل میں کلام سناتے نہیں دیکھا البتہ مخصوص لوگوں کو وہ اشعار سنا کر وہ اپنے ذوق کو تسلی دیتے تھے شاعری میں مولانا عبادت کلیم طاب ثراہ سے مشورہ سخن کرتے تھے انہیں نہ صرف اردو میں شعر کہنے پر مکمل عبور حاصل تھا بلکہ عربی و فارسی زبانوں میں بھی انہیں اس فن میں دسترس کامل تھی۔ اپنے استاد سید العلماء سید علی نقی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی وفات پر انھوں نے عربی زبان میں اشعار کے ذریعہ اپنے استاد کے تئیں اظہار عقیدت فرمایا ہے۔ جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

قفوا نعد قطرات الدموع من الدم   علی بقعة جفت علیه سیل الھمم

فبای مدیح نمدح لعلی النقی　　سید العلماء الاعلام فی الحزم

قیاصبرا علی نقم اذ لا ینبغی　　سویٰ الحمد نعبد شاکر فی الالم

وفات: مرنے سے تین سال پہلے فالج کا سخت حملہ ہوا تھا جس کے سبب مولانا کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی پہلے میرٹھ میں زیر علاج رہے پھر لکھنؤ کے ایرا اسپتال منتقل ہو گئے جہاں ۴؍جولائی ۲۰۱۲ء بروز بدھ ۱۱:۲۰ بجے دن مطابق ۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ اس دارفانی سے عالم جاوِدانی کی طرف کوچ کر گئے۔ جسد خاکی کو آپکے عقیدتمند، شاگرد اور اعزاء اپنے کاندھوں پر مدرسہ ناظمیہ لے آئے۔ ہر طرف سیاہ علم نصب تھے پھر آپ کے جنازہ کو وطن مالوف امروہا لایا گیا۔

تدفین: ۵؍جولائی ۲۰۱۲ء آٹھ بجے صبح امام المدارس انٹر کالج کے وسیع وعریض میدان میں آپکی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام ومومنین کرام نے شرکت کی۔ امام بارگاہ محلہ شفاعت پوتہ میں سپرد خاک ہوئے۔

اولاد: آپ کی اولاد میں دو پسر حجۃ الاسلام مولانا سید محمد افضال پرنسپل منصبیہ عربی کالج میرٹھ اور حاجی سید محمد اقبال صاحب اور دو دختر ہیں۔

شاگرد: مولانا مرحوم کے شاگردوں کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں اس کے لئے الگ سے کتاب درکار ہے آپ کے شاگرد دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور خدمت مومنین وتبلیغ دین میں مصروف ہیں۔

علمی آثار: آپ کے مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اسکے علاوہ مختلف موضوعات پر آپنے مکمل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو حسب ذیل ہیں (۱) شرح فرائد الاصول (۲) التفسیر الکافی (عربی) (۳) رویۃ الھلال (عربی) (۴) قبلۃ البلاد (۵) فدک

Scanned by CamScanner

(۶) جواہر (۷) ترجمہ التصریح فی تشریح الافلاک (۸) الحاشیہ الوجیزہ للشیخ بہاء الدین عاملی (۹) الظفرۃ علی الطفرۃ (عربی) (۱۰) جعفر تواب (۱۱) تاریخ ہزبر علی (غیر مطبوعہ)

حلیہ: چہرہ ایسا جسے نہ لمبا کہا جا سکتا تھا نہ گول ستواں ناک کشادہ اور پُر نور پیشانی چمکیلی آنکھیں ابھری ہوئی ابروئیں، جوانی میں خوب گورا رنگ تھا جو بڑھاپے میں کسی قدر ہلکا ہو گیا تھا۔ داڑھی بھری ہوئی جس میں چند بالوں کو چھوڑ کر سب سفید متوسط اندام چھوٹا کرتا بڑی موری کا پاجامہ اس پر شیروانی جس کے عموماً اوپر کے ایک دو بٹن کھلے رہتے تھے۔ سر سر سفید دو پلیا ٹوپی ناگرہ جوتا غرض کہ سر سے لیکر پیر تک انتہائی دیدہ زیب معلوم ہوتے تھے۔

Scanned by CamScanner

نابغۂ روزگار: مولانا محمد شاکر نقوی

ڈاکٹر عابد حسین حیدری
ایم۔ جی۔ ایم۔ کالج، سنبھل

استاذ الاساتذہ مولانا محمد شاکر نقوی کا شمار ایسی نابغۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی تدریسی خدمات نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہیں۔ برصغیر ہی نہیں بلکہ یورپ وامریکہ میں بھی آپ کے شاگرد تبلیغی خدمات انجام دے کر مذہب اہلبیت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔ مولانا محمد شاکر نقوی کا تعلق مغربی اتر پردیش کے مردم خیز خطہ امروہہ سے ہے جہاں کے ارباب علم ودانش نے علم وفن کے ہر شعبہ میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے اور بعضے دفعہ تو یہاں کی کئی شخصیات نے غیر منقسم ہندوستان میں مسلک جعفریہ کی قیادت بھی کی ہے۔ اس سلسلے میں سرکار نجم الملت کا نام لے لینا کافی ہے جنہوں نے ایک زمانے تک نہ صرف یہ کہ شیعوں کی قیادت کی بلکہ ایسے ادارے بھی قائم کئے جنہوں نے مسلک جعفریہ کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ اور جامعہ ناظمیہ لکھنؤ ایسے ہی ادارے ہیں جن کے سرکار نجم الملت سرپرست اور روح رواں تھے۔ سرکار نجم الملت کی قیادت میں جب جامعہ ناظمیہ اپنے عروج پر تھا۔ اسی زمانے میں مفتی محمد عباس مرحوم کے صاحبزادگان مفتی محمد علی اور مفتی احمد علی کی سرپرستی بھی جامعہ ناظمیہ کو حاصل تھی اس عہد میں جامعہ ناظمیہ اور جامعہ سلطانیہ علماء وافاضل سے چھلک رہا تھا۔ مفتی احمد علی مرحوم کی ناظمیہ کی ادارت کے زمانے میں جہاں مدرسہ میں جن جید اساتذہ کا تقرر ہوا ان میں ایک شخصیت مولانا محمد شاکر نقوی کی تھی جنہوں نے اپنی کم عمری ہی میں اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر لکھنؤ کے اس علمی وروحانی مجمع کے درخشاں ستارے بن گئے۔

Scanned by CamScanner

مولانا محمد شاکر نقوی سے میری ملاقات اس وقت ہوئی جب ۱۹۸۲ء میں راقم بحیثیت طالب علم لکھنؤ وارد ہوا۔ برادر محترم مولانا رضی الحسن حیدری قمی جو اس وقت مدرسہ ناظمیہ میں استاد تھے اور مولانا شاکر صاحب کے خاص شاگرد اور میرے سرپرست تھے۔ مولانا سے میرے داخلے کی بات ہوئی لیکن میرا داخلہ ناظمیہ میں نہیں ہوسکا اور برادر محترم مولانا عمار نقی نے میرا داخلہ سلطان المدارس میں کرا دیا۔ میرے عزیزوں میں عم محترم مولانا شبیر حسین مرحوم، مولانا مختار حسین مرحوم، مولانا ظہور المصطفیٰ (پرنسپل مدرسہ باب العلم، مبارکپار) مولانا علی رضا (لائبریرین جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ) اور مولانا منظور حسین قمی وغیرھم مولانا کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا کا راقم باقاعدہ شاگرد تو نہیں بن پایا لیکن بالواسطہ شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ استاد محترم مولانا ارشاد حسین معروفی اور مولانا بیدار حسین نجفی (سابق پرنسپل مدرسہ سلطان المدارس) میرے ایسے اساتذہ ہیں جنہیں مولانا محمد شاکر صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

مولانا شاکر نقوی مدرسہ ناظمیہ کے مدرس تھے لیکن انکی شفقت راقم السطور کے ساتھ ایک شاگرد کے جیسی تھی۔ میں نے ان سے جب بھی کسی مسئلہ پر گفتگو کی انھوں نے بہت تسلی بخش جواب دیا۔ ان کے صاحبزادے مولانا افضال صاحب میرے شیعہ کالج میں ہم درس تھے اس نسبت سے جب بھی راقم کا ان کی قیام گاہ دارالاقامہ جانا ہوتا تو مولانا بڑی خوش دلی اور اخلاق سے پیش آتے۔ کبھی کبھی مولانا اپنے کرب کا اظہار کرتے کہ آپ کو لباس طلاب علوم دینیہ زیب تن کرنا چاہیے۔ خاص بات یہ تھی کہ اس کرب میں بھی شفقت کا عنصر شامل ہوتا۔

مولانا شاکر صاحب کو فلسفہ اور منطق پر عبور حاصل تھا۔ راقم اس سے نابلد تھا لیکن جزء لایتجزیٰ اور صغریٰ اور کبریٰ کو جس طریق استدلال سے انہوں نے مجھے سمجھایا اس نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا۔ فلسفہ اور منطق کی خشک وادی کے راہرو ہونے کے باوجود مولانا شاکر

Scanned by CamScanner

صاحب اخلاق حسنہ کا بہترین مجسمہ تھے۔موصوف اپنے شاگردوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے اور مولانا افضال صاحب کی وجہ سے مجھے بھی اپنا بچہ ہی سمجھتے تھے لیکن اس رشتہ کے باوجود انہوں نے کبھی مجھے ''تم'' سے مخاطب نہیں کیا۔مولانا شاکر صاحب درسیات کے علاوہ ادب وشاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔راقم نے جب اپنا تحقیقی مقالہ ''اردو میں شخصی مرثیے کی روایت'' پر کام کرنا شروع کیا تو اس سلسلے میں مولانا سے مشورہ کیا اور مولانا نے بعض مصادر کی نشاندہی کی۔میری اس تصنیف میں بعض معلومات مولانا کا عطیہ ہیں۔

۱۵رجنوری ۲۰۰۱ء کو جب میرا تقرر ایم۔جی۔ایم کالج سنبھل میں ہوا تو ملاقات کا سلسلہ کم ہو گیا لکھنؤ جانا ہوتا تو مولانا سے ملاقات ہوتی اور کبھی کبھی امروہہ کی کسی تقریب میں بھی آداب کا موقع مل جاتا تھا تو مولانا بڑی شفقت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

مولانا شاکر نقوی نے ہمیشہ نام ونمود سے بے پرواہ ہو کر اپنی تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔لیکن ان کے شاگردوں کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ ہے جس کی روشنی چہار سمت پھیلی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ان کا نام روشن وتابندہ رہے گا۔اس قحط الرجال میں مولانا شاکر نقوی صاحب کا وجود نعمت غیر مترقبہ سے کچھ کم نہیں تھا مگر افسوس کے آپ کا سایہ بھی اٹھ گیا۔

Scanned by CamScanner

استاذ الاساتذہ- یادیں، نقوش اور تاثرات

ڈاکٹر مولانا سید علی سلمان رضوی

کیسے اور کس زبان سے کہوں کہ ۴؍جولائی ۲۰۱۲ء کو، استاذ الاساتذہ جناب مولانا سید محمد شاکر صاحب کا سایہ ہم طلاب کے سروں پر نہیں رہا۔ یقیناً ایک شجر سایہ دار کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور بہت نازک حالات میں طلاب جامعہ ناظمیہ ایک بہت بڑے سرپرست، دانشور، معاملہ فہم، فکر و بصیرت اور صبر و تحمل کے کوہ پر وقار سے محروم ہو گئے۔ استاد موصوف کو مرحوم لکھتے ہوئے آنکھیں پُرنم اور کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ انتقال سے چار دین پہلے کی بات ہے کہ میں ایرا میڈیکل کالج لکھنؤ میں استاد محترم کی احوال پرسی کے لیے گیا۔ آداب سلام بجالایا۔ انھوں نے جواب سلام کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کے اشارے کے ذریعے خیریت معلوم کی۔ اس سلسلے میں موصوف کو اطمینان بخش جواب دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ آپ کی تصنیف کردہ کتاب ''تصنیفات امروہہ'' جلد ہی شائع ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔ یہ کتاب استاد محترم نے ماہ اگست ۲۰۱۱ء میں مجھے ترتیب و تزئین کے لیے دی تھی مگر ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں کے باعث کتاب پر بنحو احسن کام نہیں کر سکا۔ ایران کلچر ہاؤس میں ملازم ہونے کے بعد کچھ حالات سازگار ہوئے ہی تھے اور اس کتاب پر کام کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ استاد محترم کے فرزند اکبر نے اس غیر مطبوعہ کتاب کی فرمائش کی، میں نے برادرم مولانا سید محمد افضال صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ماہ مئی ۲۰۱۲ء کو کلچر ہاؤس کی ایک نشست (شہید مطہری ایوارڈ) کے دوران کتاب ان کے حوالے کردی۔ اس نشست میں مولانا شاکر صاحب کو شہید مطہر ایوارڈ دیا گیا۔ مذکورہ کتاب موصوف کی زندگی میں شائع نہ ہونے کا انتہائی صدمہ ہے۔

بلاشبہ ہر شخص کو موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں

Scanned by CamScanner

کہ جس کا اثر فقط محلہ میں ہی ہوتا ہے اور کچھ موتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر شہر کا باا ثر ہو تو پورے شہر میں اظہار افسوس کیا جاتا ہے۔ کچھ موتیں ملکوں کو متاثر کرتی ہیں، جیسے کسی ملک کے سربراہ کی موت کا واقع ہونا۔ لیکن یہ سب موتیں وہ ہیں جن کے متعلق کچھ دن غم کا مظاہرہ کرتے ہیں اور پھر فراموش کر جاتے ہیں مگر بعض موتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جو پورے عالم کو سوگوار د غمگسار بنا دیتی ہیں اور ایسی موتیں ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں صاحبان فہم افراد کے لیے ایک مستقل سانحہ بن جاتی ہیں۔ ایسی ہی موت کے لیے "موت العالم موت العالم" کہا گیا ہے۔ استاذ الاساتذہ مولانا سید محمد شاکر صاحب طاب ثراہ کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ استاد مرحوم نے ۸۳ ربرس کی عمر پائی۔ ادھر ایک مہینے سے وہ صاحب فراش تھے۔ علالت کے ان دنوں کو چھوڑ کر اس پیرانہ سالی میں بھی وہ طلاب کی علمی خدمت کے لیے جوانوں سے زیادہ عزم و ہمت رکھتے تھے۔ وہ فلسفہ و منطق کے ہندوستانی استادوں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ ان کے معالجین کا ہمیشہ یہ مشورہ ہوتا تھا کہ ان کی عمر کا تقاضہ ہے کہ اب وہ زیادہ بھاگ دوڑ نہ کریں لیکن اس کے باوجود وہ تبلیغی سفر بھی جاری رکھتے۔

استاد محترم کی قد آور اور ہمہ گیر شخصیت کے بارے میں مجھ جیسے کم علم اور کوتاہ نظر کا کچھ لکھنا اور اپنے خیالات کا اظہار کرنا فی الحقیقت چھوٹا منہ بڑی بات اور سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ طالب علمی کے زمانے سے اب تک ان کی بیتی باتوں اور یادوں کا ایک بحر بیکراں ہے جو عام لوگوں کے لیے مفید اور کارآمد ہونے کے ساتھ ساتھ خاکسار کے لیے سرمایۂ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان کی زندگی کو دو دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱) آزادی سے قبل (طالب علمی کا زمانہ)

۲) آزادی کے بعد (تدریس، تبلیغ، تصنیف کا زمانہ)

Scanned by CamScanner

مذکورہ ادوار کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا سید محمد شاکر صاحب نے ۱۲؍مئی ۱۹۲۹ء کو اپنے آبائی مکان امروہہ میں لباس ہستی زیب تن کیا۔ابتدائی تعلیم سے درجہ مولوی تک کی تعلیم مدرسہ سید المدارس امروہہ میں حاصل کی اور درجہ مولوی کے امتحان کو امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔۱۹۴۳ء میں جامعۂ ناظمیہ لکھنؤ میں درجہ مولوی الف میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۱ء میں جامعۂ ناظمیہ کے پرنسپل سرکار مفتی اعظم جناب سید احمد علی صاحب قبلہ کے حکم کی تعمیل میں مدرّس ہوئے۔۱۹۵۳ء میں تعلیمی مدارج کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی۔زمانۂ طفولیت سے عہد شباب تک کی منزل میں انھوں نے علم صرف ونحو، منطق ،فلسفہ، کلام، معانی و بیان ہیئت ،عروض و قوافی ،علم ادب عربی ،تفسیر، حدیث، درایت، رجال ،مناظرہ ،اصول وفقہ،اس کے بعد علم طب میں بھی مکمل طور پر مہارت حاصل کر لی تھی۔اسی درمیان وہ علوم مشرقیات کے امتحان میں شریک ہوئے نیز دبیر کامل و عالم و فاضل وغیرہ الہ آباد بورڈ (اتر پردیش) سے پاس کیے۔

اس حقیقت سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ استاذ الاساتذہ مولانا سید محمد شاکر صاحبؒ ، جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کی علمی و دینی فضاؤں میں تعلیم وتربیت پانے کے بعد زندگی کے آخری مراحل تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔انھوں نے علم واخلاق کی دنیا میں ایسے گراں مایہ نقوش ثبت کیے ہیں جو اس صدی کا قابل فخر ملّی سرمایہ اور گراں مایہ اثاثہ ہیں۔جامعہ ناظمیہ میں انھوں نے ایسی علمی خدمتیں انجام دی ہیں جس کے فیوض و برکات سے ہزار ہا طلاب مستفیض ہوکر آسمان شہرت کو چھو رہے ہیں جس میں استاد محترم حجۃ الاسلام مولانا حمید الحسن صاحب قبلہ (پرنسپل جامعہ ناظمیہ لکھنؤ) جناب سید احمد (گورنر جھارکھنڈ، رانچی) مولانا غضنفر عباس طوسی صاحب ،مولانا قنبر علی رضوی صاحب ،مولانا شہوار حسین صاحب نیز مدرسہ ناظمیہ کے دیگر اساتذۂ کرام میں مولانا مجتبیٰ حسین صاحب ،مولانا ابن حیدر

Scanned by CamScanner

صاحب، مولانا غافر صاحب، مولانا ظہیر عباس صاحب مولانا محمد حسنین صاحب، مولانا مرتضیٰ پاروی صاحب، مولانا محمود صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان مذکورہ اساتذۂ جامعہ ناظمیہ کے ذریعہ نسلاً بعد نسلِ ملّت کے طلباء فیضیاب ہوتے رہیں گے، اور یہ ادارہ جامعہ ناظمیہ تاریخ علم وادب میں ہمیشہ بلند مقام کا حامل رہے گا۔

استاد محترم بیک وقت مدرّس، مبلّغ، محقق، مدبّر، مفکّر، مصنف، فلسفی، نقاد ہونے کے علاوہ عرفانی شاعر بھی تھے۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے انسان کا وہ شعور پیش کرتے ہیں جس میں تاریخ، تہذیب، تعمیر، تخریب، پیچیدگی، پرواز، سایے، کرنیں وغیرہ سبھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی شاعری میں ہندوستان کی روح بھی ہے اور جدید دور کی گونج بھی۔ یہ شعر دیکھئے کہ جس میں زندگی کی کئی منزلوں کی راہنمائی ہو جاتی ہے اور حسرت کے اکھرے پن کی طرف خیال ہی نہیں جاتا ۔

زندگی کیا ہے زبانوں پہ عمل کے چرچے
موت کیا ہے انہیں چرچوں پہ پشیماں ہونا

بچپن ہی سے شعروادب کا ذوق تھا۔ ابتدا میں زیادہ تر اشعار کہے مگر وہ مذہبی خدمات کو عین حیات سمجھتے ہوئے اور دنیاوی نام ونمود سے پرہیز کرتے ہوئے نہ تو اس کو شائع کرانے کی کوشش کرتے اور نہ ہی محفوظ رکھتے تھے۔ جس کی بنا پر ان کا تمام ابتدائی کلام ناپید ہے۔ انھوں نے اس نکتہ کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ ''ادب برائے ادب'' فنّی مشاقی سے زیادہ قابل اعتنا نہیں۔ ''ادب برائے زندگی'' ہی صرف شاعرانہ شخصیت کے استحکام کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ان کی بالغ نظری نے ان کو یہ باور کرادیا ہے کہ ''گل وبلبل'' ''شمع وپروانہ'' کی بے مصرف شاعری کا دور گزر چکا ہے۔ اب سماجی حالات کو پیش نظر رکھنا فلاح انسانی کے پہلوؤں کو شاعرانہ طور پر پیش کرنا اور تخریبی زاویوں سے روگردانی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

Scanned by CamScanner

بہرحال استاد مرحوم کی اردو شاعری کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ اشعار ان کی جولانی طبع کا نتیجہ ہیں ۔ یہ اشعار استاد محترم کی ڈائری سے حقیر نے نقل کیے اور اپنی کتاب ”ہندوستان میں فارسی شاعری“ میں شامل کر کے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔ حالانکہ استاد محترم اپنے اشعار کے شائع ہونے کے سبب ناراض بھی ہوئے ۔

زمانے کے لیے ایسی بھی راہیں چھوڑ آیا ہوں
کہ ان راہوں پر اب چلتے رہیں گے کارواں برسوں
قفس جاتے ہوئے جس جس روش سے ہو کے گزرا ہوں
چمن زاروں نے مل کر پھول برسائے وہاں برسوں

استاد مرحوم نے جگر صاحب کے ایک شعر کی زمین میں جو اشعار کہے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں ۔

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

سارا میخانہ سمجھ بیٹھا تھا بیگانہ مجھے
بس بھری محفل میں پیمانے نے پہچانا مجھے
ایک خشت راہ یعنی بے حقیقت ہوں مگر
کچھ نہ ہونے پر بھی ناممکن ہے ٹھکرانا مجھے
میرے ایسے اور بھی لاکھوں ہیں شاکر کم نصیب
اے مری تقدیر تو نے کیسے پہچانا مجھے

ثاقب لکھنوی کے اس مصرع پر ”جن پر تکیہ تھا وہی پتّے ہوا دینے لگے“ استاد محترم نے ایسے اشعار کہے ہیں جو دنیائے شعر و ادب میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں ۔

Scanned by CamScanner

درد دل کی بھیک مانگی تھی دوا دینے لگے
ہائے میں نے ان سے کیا مانگا تھا کیا دینے لگے
اس طرح چھیڑا ہے مضراب حوادث نے مجھے
دل کے ٹوٹے تار بھی آخر صدا دینے لگے
اف مرا جوش جنوں خود میری وحشت دیکھ کر
گل تو گل کانٹے بھی مجھ کو راستہ دینے لگے
معذرت فرمارہے ہیں خوں بہادینے کے بعد
یعنی لفظوں میں ہمارا خوں بہا دینے لگے

استاد محترم نے اردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ فارسی کا شعری سرمایہ اردو کے سرمایے سے کم نہیں ہے۔ انہوں نے فارسی میں بے شمار قصیدے ائمہ معصومین علیہم السلام کی مدح میں نظم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام اصناف سخن میں اپنی شاعرانہ صلاحیت کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کے اشعار نہایت سادہ اور رواں ہوتے ہیں۔ موصوف نے بڑی گہری نظر اور مہارت سے الفاظ و ترکیبیں استعمال کی ہیں نیز بہترین مضامین اور بہترین عبارت سے غزل کو فصاحت بخشی اور اسے چمکایا۔ اس طرز کی وضاحت کے لیے غزل کے چند اشعار پیش کیے جارہے ہیں جس میں مناظر قدرت کی لطافت اور ان کی پاکیزگی کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس کے علاوہ اس غزل میں انھوں نے ایسے لوگوں پر طنز کیا ہے جو ظاہرداری، جھوٹ، فریب کاری وغیرہ سے کام لیتے ہیں، ان میں بعض پیشوایان دین بھی شامل ہیں جو ظاہر میں تقویٰ اور تقدس کا جال پھیلاتے ہیں اور باطن میں اپنے اغراض کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے پیشوا، لوگوں کی رہبری کے بجائے انہیں گمراہ کرتے ہیں۔

سرّ رنگ و بو نمی دانی ہنوز   ای کہ محو سیر امکانی ہنوز

Scanned by CamScanner

در رہ عرفاں قدم برداشتی — الحذر کن طفل نادانی ہنوز
جامع زرّیں نپوشد عیب تو — زہد پیدا کن کہ عریانی ہنوز
چارسو بنی و گی یابی جمال — مثل آئینہ کہ حیرانی ہنوز
تا بیابد ہمچو موسیٰ دیگری — طور جلوہ زار یزدانی ہنوز
طالب تعمیر خواب کربلا — تشنۂ تفسیر قربانی ہنوز
سوز خواہی نفس را آزاد کن — ای کہ در امید زندانی ہنوز
دین خواہی دامن آن شاہ گیر — کفش پالیش تاج سلطانی ہنوز
کو بکو گشتم و جستم شاکراہ — بس ندیدم مرد عرفانی ہنوز

اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ مذکورہ غزل ایک خاص موقع پر کہی گئی تھی۔ ہوا یہ کہ ۱۹۷۹ء میں ایک مرتبہ استاد محترم کی ملاقات اپنے ایک دوست عابد امام صاحب سے خدا بخش لائبریری میں ہوئی، اس وقت استاد محترم شاکر صاحب نے اپنے دوست کو یہ چند اشعار سنائے۔

باقیست رونق چمن و آشیاں زما — واحسرتا یقیں نکند باغباں ہنوز
سوز شہید بر سر نیزہ قرآں بہ لب — شاید کہ بس تمام نشد داستاں ہنوز
عاشق زجاں برفت جہاں زلزلہ نکرد — زیں رسم عاشقانہ منم بدگماں ہنوز
گویدز اشک خوں زجہاں داستان خود — سربستہ بند جور وستم بے زباں ہنوز

مذکورہ اشعار کے جواب میں عابد امام صاحب نے خسرو کے اس شعر۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ ای
نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز

کی زمین میں شاکر صاحب سے غزل کہنے کی فرمائش کی اور استاد محترم نے فی البدیہہ مذکورہ غزل ''سرّ رنگ و بوئی دانی ہنوز'' نظم کردی۔

Scanned by CamScanner

استاد محترم کا بنیادی نصب العین اصلاح احوال ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ لوگ تمام برائیوں اور خباثتوں سے پاک ہوکر حدیث و قرآن کے اصولوں کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں اور دینوی خوش حالی اور روحانی کامرانی سے بہرہ ور ہوں۔ اس آرزو کی تکمیل کے لیے وہ اپنے عہد کے حقائق کی چشم پوشی نہیں کرتے۔ وہ بیرونی تہذیبی اثرات کی مثبت کاری کو تسلیم کرتے ہوئے مقامی معاشرے، تہذیب، رواداری، یگانگت، اتحاد، صداقت، سادگی اور فطری پن کے ساتھ ساتھ علم دین وغیرہ پر بہت زور دیتے تھے۔ شاکر صاحب اصلی معنوں میں انسانی اخوت اور خدمت خلق کا بہترین مجسمہ اور نکھرا ہوا نمونہ تھے وہ خود ستائی اور خود بینی کی انسانی کمزوریوں میں مبتلا نہ تھے۔ وہ اپنی ذات کے بارے میں بہت ہی کم باتیں کرتے تھے لیکن دوسروں کی شخصیت کے بارے میں اس قدر دلچسپی لیتے تھے جیسے وہ کسی عظیم اسکالر اور قدر آور شخصیت کا مطالعہ کر رہے ہوں۔ بڑی محبت سے ہر ایک سے ملتے تھے۔ سب کا دکھ درد سنتے۔ اپنی استطاعت کی حد تک پریشانی دور کرنے کی کوشش بھی فرماتے۔ وہ اپنے گھر میں ہوں یا کسی اجتماع میں یا سر راہ، ان کی وضعداری اور محبت میں کبھی فرق محسوس نہیں ہوتا۔

استاد محترم کی شخصیت جامع الصفات تھی۔ ان کی جن خوبیوں نے مجھے متاثر کیا وہ ان کی شرافت نفسی، وسعت قلبی، معاملہ فہمی، دور بینی، صلح پسندی اور وضع داری تھی۔ غصے کی حالت میں بھی وہ کبھی آپے سے باہر نہ ہوتے اور نہ جذبات کے دھارے میں بہہ کر کبھی کوئی فیصلہ کرتے۔ تقریر و تحریر کے میدان میں کامیاب شہسوار تھے۔ زبان و قلم میں بلا کی شگفتگی و الآویزی تھی۔ ان کی تقریروں میں علم و روحانیت فکر و بصیرت اور تحقیق و کاوش کے جوہروں کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دلآویزی چمکتی و دمکتی نظر آتی تھی۔ ان کی یاد، ان کا تصور، ان کی بے غرض خدمات انجام دینے کا طریقہ اور ہر چھوٹے بڑے سے پُر شفقت انداز میں پیش آنے کا ان کا وہ پیارا اور مقدس و منفرد انداز میرے لیے ناقابل فراموش ہے اور ان کی

Scanned by CamScanner

مہربانیوں کا معاملہ میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

استاد محترم کی تصانیف:

استاد محترم نے شعری خدمات کے علاوہ نثر میں بھی قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔انھوں نے مختلف علوم وفنون پر مندرجہ ذیل کتابیں تحریر کی ہیں جس میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔

مطبوعہ:

۱)حاشیۂ وجیزہ (عربی میں ہے)

۲)مصباح العربیہ

۳)مصباح فارسی

۴)نصاب اردو

۵)حیدری نصاب

۶)جعفر تواب (جناب جعفر کے حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔)

۷)ایک رسالہ ''مفتی اعظم'' کے عنوان سے ہے جس میں سرکار مفتی اعظم سید احمد علی صاحب طاب ثراہ (متوفی ۶/مارچ ۱۹۶۹ء) کی شخصیت اور کارنامے کو باختصار قلمبند کیا ہے۔

۸)تفسیر القرآن فی الکافی (عربی زبان میں ہے)

۹)ظفرہ علی الطفرہ: ملاّ صدرا کی بحث طفرۂ زاویہ پر تفصیلی نظر کرکے ان کی بحث سے اختلاف کیا ہے نیز اپنی دلیلوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔یہ کتاب عربی زبان میں تقریبا سو (۱۰۰) صفحات کو محیط ہے جس پر ایران اور ہندوستان کے علمائے کرام نے زبردست تقریظیں تحریر کی ہیں ۲۰۰۸ء میں اس قلمی نسخے کو استاد محترم نے مجھ حقیر کے ذریعے سے راجہ محمود آباد صاحب کی خدمت میں بغیر کسی معاوضہ کے ارسال کیا تاکہ وہ اپنے قلمی کتب خانہ میں محفوظ کرلیں۔راجہ محمود آبادی صاحب نے فقط شکریہ کے ساتھ اس غیر مطبوعہ نسخے کو محفوظ کرلیا۔

Scanned by CamScanner

خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب مارچ ۲۰۱۲ء کو امروہہ فاؤنڈیشن نے شائع کی، اور اس کتاب کا رسم اجراء جامعہ انجینیر نگ کالج آڈوٹوریم، دہلی میں حجۃ الاسلام آقای غلام رضا مہدوی صاحب (نمایندۂ دانشگاہ جامعۃ المصطفیٰ، دہلی) کے ذریعہ ہوا۔ اس ادبی نشست میں استاد محترم کو امروہہ فاؤنڈیشن نے ارسطو ہند کا ایوارڈ بھی دیا۔ خداوند متعال امروہہ فاؤنڈیشن کی اس اہم خدمات وتوفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

غیر مطبوعہ:

۱) رویۃ الہلال: عربی زبان میں تقریباسو (۱۰۰) سے زاید صفحات پر مشتمل ہے۔

۲) تصنیفات امروہہ: اس کتاب میں امروہہ کے قدیم و جدید مصنفین کا تذکرہ ہے۔ اس کتاب کی طرز تحریر دیگر کتابوں سے بالکل جدا ہے، یعنی استاد محترم، اسم کتاب، مصنف کتاب، زبان کتاب، موضوع کتاب، سنہ کتاب، کیفیت کتاب وغیرہ کو تحریر کرتے ہوئے یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ وہ کتاب کس کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

مجموعی طور پر یہ عرض کردوں کہ ان کی زندگی کے مختلف پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنی جگہ نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ ہر دور میں ان کا ایک نیا کردار ہے۔ یہ بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ استاد محترم کی علمی اور عملی کاوشوں کی جہات ہر چند کہ مختلف اور متنوع ہیں مگر ان کی فکری بصیرت کا سرچشمہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ وہ لوگوں کو اعلیٰ اخلاقی اور مذہبی اقدار کا نمونہ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ جسمانی لحاظ سے ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر فکری لحاظ سے اب بھی وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ یقیں محکم، عمل پیہم کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ اور اس طرح کی باکمال شخصیت کے لیے علامہ اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

Scanned by CamScanner

''ایک ادبی شخصیت مولانا سید محمد شاکر''

ڈاکٹر کلیم اصغر صاحب

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ فارسی

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

یقیناً امروہہ ہمیشہ سے علم وادب کا مرکز رہا ہے اس سرزمین پر بڑی بڑی ہستیوں نے جنم لیا اور اپنے علم کے ذریعہ نہ جانے کتنے تشنگان علم وادب کو سیراب کیا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں یہاں کے لوگوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بالخصوص علم کے میدان میں تو یہ بستی اتنی نخی ہے کہ یہاں درس وتدریس کا سلسلہ کافی طویل عرصے سے چلا آرہا ہے۔ یہاں دگیر علمی درسگاہوں کے ساتھ ایک مشہور قدیمی علمی ودینی درسگاہ سید المدارس ہے کہ جس سے پرورش پانے والے سپوتوں نے نہ جانے کتنے تشنگان علم ومعرفت کو اپنے چشموں سے سیراب کیا اور الحمد اللہ یہ سلسلہ اپنی اُسی آب وتاب سے آج بھی جاری وساری ہے اور اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی کا نام سید محمد شاکر نقوی ہے۔

مولانا شاکر نقوی نے ۱۲رمئی ۱۹۲۹ء کو اسی سرزمین علم ومعرفت میں اپنی آنکھیں کھولیں اور ابتدائی تعلیم سے درجہ مولوی تک کا اہم سفر سید المدارس امروہہ ہی میں طے کیا پھر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں تعلیمی سفر کو جاری رکھا اور ۱۹۵۳ء میں وہاں کی سب سے ممتاز ڈگری ممتاز الافاضل سے سرفراز ہونے کے بعد جامعہ ناظمیہ ہی میں درس وتدریس کے فرائض کے لئے منتخب ہوئے یعنی جو کچھ یہاں سے حاصل کیا تھا وہ دوسروں تک پہنچانا شروع کیا جیسے جیسے تشنگان علم ومعرفت کو سیراب کرتے گئے آپ کے علم میں مزید اضافہ ہوتا گیا کیونکہ مولا علیؑ کا ارشاد ہے ''علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے'' آپ نے ایک طویل

عرصہ تک جامعہ ناظمیہ میں بحیثیت استاد خدمات انجام دیں۔

مولانا شاکر نقوی کا شماران بزرگ علماء دین میں ہوتا ہے کہ جنھوں نے اپنی زندگی کو تعلیم وتعلم کے لئے وقف کر دیا تھا آپ کو عربی، فارسی اور اردو پر مکمل عبور حاصل تھا آپ کی زندگی کے چار پہلوں ہیں:

۱۔بحیثیت استاد۔۲۔بحیثیت خطیب۔۳۔بحیثیت شاعر۔۴۔بحیثیت نثر نگار

۱۔مولانا شاکر بحیثیت استاد: آپ کے شاگردوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔اگر شاگردوں کی صرف فہرست ہی مرتب کی جائے تو کئی دفتر پُر ہو جائیں گے پھر بھی فہرست نا مکمل رہے گی۔مولانا شاکر کے شاگرد صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہندوستان بھی خدمت دین میں مصروف ہیں۔منطق وفلسفہ کی پیچیدہ گرہوں کو وہ بہت آسانی سے حل کر دیا کرتے تھے۔علم صرف ونحو میں کمال حاصل تھا۔عروض پر دسترس کا اندازان کے کلام سے ہوتا ہے،اسی لئے تو آپ کواستاذ الاستاذہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔شاکر صاحب صرف استاذ الاساتذہ ہی نہیں بلکہ فخر الاساتذہ بھی تھے۔

۲۔مولانا شاکر بحیثیت خطیب: خطابت کم کرتے تھے مگر دلائل کے ساتھ قرآن اور حدیث کی روشنی میں بات پیش کرتے تھے۔آپ کی تقاریر میں کبھی ادھر اُدھر کی بات سننے کونہیں ملتی تھی۔انداز بیان نہایت ہی سادہ تھا رُک رُک کر سمجھا سمجھا کر بات پیش کرنا تا کہ بچوں کی بھی سمجھ میں آجائے اور تقریر سے کچھ حاصل کر کے جائیں یہ آپ کا طریقہ تھا۔مصائب میں تو واقعاً حق ادا کر دیتے تھے خود بھی زار وقطار گریہ فرماتے اور مومنین بھی بیتاب ہو کر روتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی کئی بار مرحوم کی تقاریر سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔

۳۔مولانا شاکر بحیثیت شاعر: ہمارے علماء کرام کا شیوہ رہا ہے کہ انھوں نے درس و تدریس اور خدمت دین کے علاوہ عروس سخن کے گیسو بھی سنوارے ہیں۔انھیں علمائے کرام کی فہرست میں ایک نہایت ہی معتبر نام مولانا شاکر مرحوم کا ہے۔یہ بات پورے وثوق سے عرض

Scanned by CamScanner

کرسکتا ہوں کہ جس طرح آپ ایک استاد تھے اسی طرح ایک کامیاب شاعر بھی تھے۔ شاکر صاحب نے صرف اردو ہی میں شاعری نہیں کی بلکہ فارسی اور عربی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ عربی کے اشعار تو بندہ کو دستیاب نہیں ہو سکے لیکن تلاش فراواں کے بعد اردو اور فارسی شاعری کا نمونہ ضرور مل گیا۔ فرمان حیدر صاحب کا مولانا شاکر صاحب کی فارسی شاعری کے سلسلے میں لکھنے کا مسلسل اصرار مجھے شرمندہ کرتا رہا میں نے بار بار فرمان صاحب سے کہا کہ آپ مجھے مولانا شاکر صاحب کا فارسی کلام لا کر دے دیجیے تا کہ میں کچھ لکھ سکوں لیکن اصرار رہا کلام نہیں مل سکا۔ پھر میں نے آپ کے فرزند اکبر مولانا محمد افضال صاحب سے فون پر بات کی قبلہ افضال صاحب نے E-mail کے ذریعہ فارسی نمونہ کلام کے طور پر مولانا شاکر کی بیاض سے تین صفحات ارسال کئے جو کہ خوانا نہیں تھے۔ بہر حال ڈاکٹر علی سلمان رضوی کی کتاب ''ہندوستان میں فارسی شاعری خصوصاً ۱۹۴۷ء کے بعد'' میرا سہارا بنی۔ لیکن مولانا شاکر صاحب کی اصل شاعری فارسی شاعری ہے مرحوم کیونکہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عارف بھی تھے۔ اس لئے ان کی شاعری علمی اور عرفانی نکات سے لبریز ہونے کی بنا پر حق وصداقت پر مبنی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ صداقت سے کام لینا چاہیے۔ مولانا شاکر صاحب جیسا کہ سب جانتے ہیں خود رہبر دین تھے عالم جلیل القدر تھے۔ اس لئے جہاں سچائی کی بات آتی ہے تو وہ بات کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ یقیناً ایک عالم کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔ یعنی مولانا نے اشعار میں بھی تبلیغی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے حق گوئی سے گریز نہیں کیا کتنے دلکش وسادہ انداز میں آپ نے مندرجہ ذیل اشعار میں مادیت کی طرف رغبت کرنے والے افراد ظاہری طور پر اپنے آپ کو لباس زہد وتقویٰ سے آراستہ و پیراستہ کر کے اپنے مکر وفریب کے جال میں پھنسانے والوں اور دوسروں کے عیوب کو ظاہر کر کے اپنے عیوب کو چھپانے والے راہنماؤں و پیشواؤں کی اچھی خبر لی ہے۔ اور یہ کام وہی کرسکتا ہے کہ جو خود عالم باعمل ہو یہ جرأت ہر ایک میں انہیں اس کے لئے خود کو پاک وصاف ہونا چاہیے کہ جس پاکیزگی کا بہترین نمونہ خود مولانا

Scanned by CamScanner

شاکر تھے۔آپ فرماتے ہیں

سرّ رنگ و بو نمی دانی ہنوز
ای کہ محو سیر امکانی ہنوز
در رہِ عرفان قدم برداشتی
الحذر کس طفل نادانی ہنوز
جامع زریں نپوشد عیب تو
زہد پیدا کن کہ عریانی ہنوز
چار سو بینی و کی یابی جمال
مثل آئینہ کہ حیرانی ہنوز
تا بیاید ہمچو موسیٰ دیگری
طور جلوہ زار یزدانی ہنوز
طالب تعمیر خواب کربلا
تشنۂ تفسیر قربانی ہنوز
سوز خواہی نفس را آزاد کن
ای کہ در امید زندانی ہنوز
دین خواہی دامن آن شاہ گیر
کفش پالش تاج سلطانی ہنوز
کوبکو گشتم و جستم شاکراہ
پس ندیدم مرد عرفانی ہنوز

(ہندوستان میں فارسی شاعری۔ص:۶۶۔۶۷)

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ مولانا شاکر نے ان اشعار میں نہ جانے کتنے مطالب کو سمو دیا

Scanned by CamScanner

ہے کہ جن کا احاطہ کرنا بزودی ممکن نہیں ہے۔ یہاں پر اس غزل کے صرف آخری شعر پر بحث کرنا مقصود ہے جس میں آپ فرماتے ہیں

کوبکو گشتم و جستم شاکراہ
پس ندیدم مرد عرفانی ہنوز

مولانا شاکر فرماتے ہیں کہ میں نے گلی کوچوں کی خاک چھان ڈالی، میں گلی کوچوں کے چکر لگاتا رہا کہ کوئی مرد عرفانی، مرد عارف نظر آجائے یعنی مرد عارف کی تلاش میں، میں در بدر ٹھوکریں کھاتا رہا لیکن کہیں کوئی مرد عارف نظر نہ آیا۔ علامہ شاکر مرد عرفانی کے متلاشی ہیں کہ کہیں مرد عرفانی نظر آجائے مگر نظر نہیں آتا۔ مولانا شاکر نے اس فکر کو کہاں سے حاصل کیا۔ یقیناً مولانا شاکر نے ساتویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف عرفانی شاعر مولانا جلال الدین رومی کے کلام کا مطالعہ کیا ہوگا۔ بالکل یہی فکر مولانا رومی کے یہاں پائی جاتی ہے رومی کہتے ہیں

دی شیخ با چراغ ھمی گشت گرد شہر
کز دیو ودد ملولم وانسانم آرزوست

(دیوان شمس۔ص:۵)

مولانا رومی رات بھر چراغ لیکر شہر کے ارد گرد چکر لگاتے رہے کوئی انسان کامل نظر آجائے لیکن انسان کامل نہیں ملا، مولانا شاکر گلی کوچوں کے چکر لگاتے رہے لیکن مرد عرفانی نظر نہیں آیا۔ مولانا رومی کو مرد کامل نہیں ملا۔ مولانا شاکر کو مرد عرفانی نہیں ملا۔ یہ دونوں عالم ہیں، دونوں شاعر ہیں، دونوں نثر نگار ہیں اور دونوں انسان کامل انسان عارف کے متلاشی ہیں، دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ حقیقت میں جو مرد عارف ہوگا وہی انسان کامل ہوگا اور جو انسان کامل ہوگا وہ عارف ہوگا۔ بنا معرفت کے کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس چیز سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا شاکر نے بخوبی مولانا رومی کے کلام کا مطالعہ کیا ہے۔ تب ہی تو وہ بھی مولانا رومی کی طرح مرد عرفانی کی متلاشی ہیں۔ آج ساری دنیا امن وسکون کی تلاش میں ہے

Scanned by CamScanner

اگر امن وسکون چاہیے تو ہمیں انسان کامل کو تلاش کرنا پڑے گا۔ اب جہاں کہیں بھی کائنات میں آپ کو انسان کامل مل جائے اس کے در سے وابستہ ہو جائیے تا کہ زندگی چین وسکون سے بسر ہو جائے۔ میرا بہت دل تھا کہ مولانا شاکر کی فارسی شاعری پر سیر حاصل بحث کی جائے لیکن آپ کا کلام دستیاب نہ ہونے کا افسوس ہے۔ مولانا شاکر شعر کو شعر کی زبان میں ترجمہ کرنے کے ہنر سے بھی اچھی طرح واقف تھے آپ نے علامہ اقبال کے اس مشہور و معروف شعر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کو نہایت خوبصورت انداز میں فارسی میں یوں ڈھالا ہے

ہزروں سال نرگس بہر بے نوری خود گرید
بمشکل در چمن آخر چو شخص دیدہ ور آید

(بیاض مولانا شاکر صاحب)

۴۔ مولانا شاکر بحیثیت نثر نگار: مولانا شاکر کی زندگی کی کاوشوں کا ایک بڑا سرمایہ نثر میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہے آپ کی مطبوعہ نثری کتابوں میں بعض اہم کتابیں اس طرح ہیں:

۱۔ جناب جعفر تواب۔ مطبوعہ امامیہ مشن لکھنؤ

۲۔ سوانح مفتی اعظمؒ۔ مطبوعہ لکھنؤ

۳۔ مصباح العربیہ

۴۔ مصباح فارسی

۵۔ نصاب اردو

۶۔ حاشیہ وجیزہ

۷۔ حیدری نصاب وغیرہ

Scanned by CamScanner

مولانا شاکر کی ایک غیر مطبوعہ کتاب جو ابھی حال ہی میں ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' کے نام سے خود ان ہی کی حیات میں امروہہ فاؤنڈیشن دہلی کی جانب سے شائع ہوئی جس کی رسم رونمائی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی فیکلٹی آف انجینیر نگ کے وسیع آڈوٹوریم میں ۲۲؍ مارچ ۲۰۱۲ء کو عمل میں آئی ادبی حلقوں میں کافی پذیرائی ہوئی۔ اس کتاب کی رونمائی کے موقع پر امروہہ فاؤنڈیشن کی جانب سے مولانا شاکر صاحب کی علمی وادبی خدمات پر فروغ علم کے عنوان سے ایک سیمنار کا انعقاد ہوا جس میں ہندوستان کے مشہور ومعروف علماء، ادباء اور شعراء نے شرکت فرمائی۔ خاکسار کو بھی چند منٹ سمع خراشی کا موقع نصیب ہوا لیکن اس سیمنار میں خود مولانا شاکر اپنی علالت کی بنا پر شریک نہیں ہو سکے آپ کی نیابت آپ کے فرزند مولانا افضال صاحب قبلہ نے انجام دی اس سیمنار کے موقع پر مولانا شاکر صاحب کو فخر امروہہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہی ''ارسطور ہند'' کے ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔ واقعاً یہ باعث خوشبختی ہے کہ کس کی زندگی میں اس کی علمی وادبی خدمات پر سیمنار برپا ہو۔ مگر افسوس ۴؍ جولائی کی وہ کونسی ایسی گھڑی تھی کہ جب یہ عالم جلیل القدر، ادیب مفکر، شاعر اور دانشمند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دار فانی کو خدا حافظ کہہ کر عالم جاویدانی کی طرف کوچ کر گیا۔ آپ کی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ جلد پُر ہونے والا نہیں ہے۔ (موت العالم موت العالم) عالم کی موت عالم کی موت ہے آخر میں خداوند عالم سے یہی دعا ہے کہ دیگر علماء کرام کا سایہ ہمارے سر پر باقی رکھے۔ (آمین)

ماخذ: ا۔ بیاض مولانا شاکر، نزد مولانا افضال

۲۔ دیوان شمس تبریزی، کوشش بدیع الزماں فروز الظفر، امیر کبیر، ۱۳۶۰ بکراں ایران

۳۔ ہندوستان میں فارسی شاعری، خصوصاً ۴۷ کے سید ڈاکٹر علی سلمان رضوی۔ دہلی ۲۰۰۶

Scanned by CamScanner

افتخار طب وحکمت

جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب

طٰہٰ دواخانہ، امروہہ

میں حسب معمول مطب میں مریضوں کو دیکھنے میں مشغول تھا کہ میرے بیٹے سید علی سلمہ کا فون آیا جنھوں نے دل دہلا دینے والی خبر سنائی کہ ماموں اس دنیا میں نہیں رہے۔ خبر کا سننا تھا پیروں سے زمین نکل گئی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا کہ ایسا شفیق ورفیق ماموں اس دنیا سے چل بسا جو پیکر تواضع، مجسمہ اخلاق اور نازش علم وادب تھا۔ علامہ سید محمد شاکر نقوی اعلی اللہ مقامہ رشتہ میں میرے ماموں تھے مگر عمر میں صرف ایک سال بڑے تھے۔ ایک سال کی تفریق ہی کیا؟ اسلئے ہمارا بچپن ایک ساتھ گذرا ایک ساتھ کھانا کھانا ایک ساتھ کھیلنا مگر میں گواہ ہوں کہ آپ بچپن ہی سے محتاط، متین اور مہذب ومودب تھے۔ مذہب کی طرف شروع ہی سے طبیعت کا میلان تھا عمر کے ہر حصہ میں جائز، ناجائز حلال وحرام کا خیال رکھنا انکی عادت ثانیہ تھی۔ بڑوں کا احترام کرنا چھوٹوں سے محبت سے ملنا یہ تمام عادتیں شروع ہی سے بدرجہ اتم پائیں جاتی تھیں مگر شخصیت کا کمال یہ تھا کہ علم ومعرفت کے اس عظیم مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود ان کے خصائل حسنہ میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا جتنا جتنا علم وفضل، زہد وتقویٰ، عرفان و ایقان بڑھتا گیا اتنی ہی آپ میں عاجزی وفروتنی بڑھتی گئی مانند شاخ ثمر دار جتنے پھل بڑھتے گئے اتنی زیادہ زمین کی طرف جھکتی گئی۔ مجھے دیکھکر بہت تعجب ہوتا تھا کہ اتنا عظیم انسان جو نابغۂ روزگار ہے اسکے عادات واطوار میں کہیں تصنع یا بناوٹ نہیں پائی جاتی نہ علمی رعب نہ عرفانی ہمہمہ، نہ علمی تعلی نہ حلمی بلندی دیکھنے والا پہچان ہی نہیں پاتا تھا کہ یہ علامہ سید محمد شاکر صاحب قبلہ ہیں جو مدرسہ ناظمیہ کے گوشہ میں بیٹھ کر طلاب علوم دینیہ کی تعلیم کے ساتھ کردار سازی میں

Scanned by CamScanner

مصروف ہیں۔ وہ میرے ماموں تھے میں انکا بھانجہ مگر میرا بھی اسی طرح احترام کرتے تھے جیسے کسی بڑے کا احترام کیا جاتا ہے۔ دیکھنے والے کو محسوس ہی نہیں ہو پاتا تھا کہ میں انکا بھانجہ ہوں۔ ہائے اب کہاں ملیں گے ایسے شفیق و رفیق ماموں۔ ہر طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں سناٹا نظر آتا ہے۔ نہ محبت کرنے والا نظر آتا ہے نہ شفقت کرنے والا، آپکی ذات ایک سایہ دار درخت کی مانند تھی جسکے زیر سایہ علم و معرفت کے علاوہ سکون، آرام، اطمینان، توکل، قناعت نہ معلوم کیا کیا مل جاتا تھا۔ وہ بحر بکراں تھے۔ جب لب کشائی کرتے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے علم کا دریا رواں دواں ہے۔ آپکے تبحر فلسفہ و منطق، فقہ و اصول کے بارے میں میں تو لب کشائی نہیں کرسکتا ہاں لیکن ہر عالم دین کو آپکی شان میں رطب اللسان مدح سرا پایا جہاں آپ نازش فلسفہ و منطق، فخر فقہ و اصول تھے وہیں افتخار طب و حکمت بھی تھے۔ جب طب کے سلسلہ میں آپ سے گفتگو ہوتی تھی تو ایسا لگتا تھا کہ قانون شیخ محو گفتگو ہے اور قرابادین ہم کلام ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مسلم الثبوت ماہر حکیم اور طبیب تھے طب کے نسخہ ازبر تھے ہر مرض کا علاج فوراً بتا دیتے تھے۔ قانون شیخ بوعلی سینا گویا آپ کو حفظ تھی ایک مرتبہ میں مریض کو دیکھ رہا تھا جسے پیشاب کے بندکی شکایت تھی میں نے نسخہ تجویز کیا آپ میرے پاس بیٹھے تھے جب مریض چلا گیا تو آپ نے فرمایا اس سلسلے میں شیخ کا کیا قول ہے؟ میں خاموش رہا پھر آپ نے فرمایا کہ بوعلی سینا کا قول ہے کہ ”ورم غدہ مذی کا علاج مقویات باہ سے کرنا چاہیے“ یہ تھا قانون طب پر آپ کی گرفت کا عالم فوراً شیخ کا قول نقل کر دیا۔ آپ اکثر دوران گفتگو فرمایا کرتے تھے کہ علاج شروع میں بالغذاء کرنا چاہیے اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو مفردات ادویہ سے علاج کرو جب اس سے بھی فائدہ نہ ہو تو مرکبات کا سہارا لینا چاہیے۔ اس طرح آپ اپنی زندگی کے تجربے بیان فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا ”بخار کا علاج پہلے دن نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر حمی یوم کی قسموں میں سے ہوگا تو وہ حمی مرکبہ یعنی حمی خلطی میں تبدیل ہو جائے گا“

Scanned by CamScanner

ہائے اب کون ان تجرباتی نسخوں کو بتا پائیگا۔ وہ نسخے اس طرح بیان کرتے تھے جیسے وہ طب ہی کے ماہر ہوں حالانکہ نہ کبھی مطب کیا نہ دواخانہ چلایا۔ آپ نے ایک مرتبہ چند تریاقات بیان کئے جنہیں سنکر مجھے بھی تعجب ہوا۔ بچھو کے کاٹے کیلئے فرمایا ''نمک پانی میں گھول کر مخالف کان میں ڈالا جائے تو مریض کو آرام ملے گا''

چھپکلی کے کاٹے کے لئے فرمایا ''سرسوں کے تیل میں اُپلے کی راکھ ملا کر لگائیں''

بندر کے کاٹے کے لئے فرمایا ''پیاز پیس کر لگانے سے مریض کو راحت محسوس ہوگی''

آدمی کے کاٹے کیلئے فرمایا ''گوبھی کے پتے پیس کر شہد میں ملا کر کھلائیں اکسیر ہے۔

چوہے کے کاٹے کا علاج۔ ''تین ماشہ کلونجی از بس چوہے کے کاٹے کا علاج ہے''

اسطرح سینکڑوں نسخے اوراد و یات ایک ہی نشست میں بیان کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی رحلت سے جہاں فقہ، اصول، عقائد، کلام، فلسفہ و منطق بے سہارا ہوئے ہیں وہیں علم طب بھی یتیم ہوگیا۔ ہائے اب کہاں سے لائیں گے ایسا حکیم حاذق جو جسم کے ساتھ روح کا بھی علاج کرتا تھا۔ ماموں تو چلے گئے مگر انکی یادیں ہر لمحہ ہر لحظہ ہر موقع پر ستاتی رہیں گیں۔

Scanned by CamScanner

آہ! عظیم المرتبت مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ

جناب سید ولاء الحسنین صاحب نقوی

فرید آباد

مجھ ناچیز سے مرحوم مولانا محمد شاکر قبلہ کے بارے میں چند سطور تحریر کرنے کے لئے کہا گیا تو ایسا لگا جیسے کوئی سورج کو چراغ دکھانے کو کہہ رہا ہو۔ جب کبھی مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تو اکثر قومی اور مذہبی معاملات پر تبادلۂ خیال ہوتا۔ ان گفتگوؤں میں وہ قد آور انسان ہمیشہ میری سطح تک نیچے آ کر گفتگو کرتا اور کبھی یہ احساس نہ ہونے دیتا کہ میں کس عظیم شخصیت سے ہمکلام ہوں ان کی صرف یہی ایک صفت ان کو عظیم شخصیات کے برابر لا کر کھڑا کر دینے کو کافی تھی۔ میں نے پہلا ایسا عالم دین دیکھا جو کسی مسئلہ پر یہ کہہ دے کہ ''میں اس مسئلہ کو تحقیق کر کے بتاؤں گا'' اس قسم کا ردعمل منکسر المزاجی کی انتہا تھی ورنہ عموماً علمائے دین گفتگو کے دوران ہم کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیتے ہیں جیسے کہ ہم کچھ جانتے ہی نہ ہوں۔

میری کتاب بعنوان ''پیغام الٰہی (مختصر مجموعۂ آیات قرآنی) برائے غور و فکر کے مسودے پر جو کچھ جناب نے قلم طرازی فرمائی ان کی شخصیت کی عظمت کی گونا گوں تصدیق کرنے کو کافی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں

''میں اپنی شرمندگی کا جتنا بھی اظہار کروں کم ہے کیونکہ میں آپ کو انگریزی طبقہ کے لئے جیسا مشہور ہے ویسا سمجھتا تھا لیکن آپ کی اس کوشش کو دیکھ کر یقین آ گیا کہ اللہ جن پتھروں میں اپنا نور عطا کرتا ہے وہ ہیرا ہوتے ہیں۔ بتایئے ہے نہ ذرہ کو آفتاب بنانا۔ ملاحظہ فرمایئے کہ کس انداز سے ہمت افزائی فرمائی جا رہی ہے۔ آخری پیرے گراف میں مولانا قبلہ تحریر فرماتے ہیں'' آپ نے پورے قرآن سے جو روح عمل اور مقصدِ زندگی کو پیش کیا ہے ایسا

Scanned by CamScanner

محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ماہر عربی داں حوالے کے ساتھ اپنے دعوے کو ثابت کر رہا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ کے مدارج بلند فرمائے۔ میرے ہاتھ بیکار ہو گئے انگلیاں شل ہو گئیں، مجھے حیرت ہے کہ میں نے اتنا بھی کیسے لکھا''

یہی وہ ہمت افزا الفاظ تھے جنھوں نے میرے اندر جرات پیدا کی کہ قرآن مجید جیسی بلند پایہ کتاب پر قلم اٹھا سکوں۔

اوپر دیئے گئے الفاظ مولانا کی شخصیت کو واضح کرنے کو کافی ہیں مگر پھر بھی دل چاہتا تھا کہ ان کی سادہ مزاجی، گفتگو میں نرمی اور شگفتگی کا ذکر بار بار کیا جائے کیونکہ یہی صفات دوسروں کا دل جیتنے کو کافی ہیں۔

میری بدقسمتی یہ رہی کہ امروہہ فاؤنڈیشن کے پلیٹ فارم پر مولانا قبلہ کی کتاب ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' کے اجرا میں شرکت نہ کر سکا۔ اس دوران علالت کے باعث ڈاکٹروں نے بستر کا آرام تجویز کر رکھا تھا۔

مولانا مرحوم سے متعلق ایک ایسی بات یاد آ رہی ہے جس کا ذکر کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آج سے چار یا پانچ برس پہلے میرے ذہن میں امروہہ میں اموات کے دوران جو رسومات ہوتی ہیں ان کے سلسلے میں ایک اسکیم آئی۔ جتنا میں نے اس پر غور کیا اتنا ہی وہ اسکیم قابل عمل ہوتی نظر آئی میں نے پہلے ایک سرسری سروے کیا کہ آخر ایک معمولی گھر میں موت کے رسومات پر کتنا خرچ ہوتا ہے۔ اس اندازے کے مطابق دفن سے لیکر چالیسویں تک کم سے کم پچاس ہزار روپے کا خرچ آتا ہے۔ اگر میں اپنی موت کے پچاس ہزار خرچ ہونے والی رقم میں سے دس ہزار روپے آج نکال کر بینک میں پانچ سال کے لئے رکھ دوں اور وصیت کر دوں کہ اسی پیسے سے میری موت ہوگی اسی کے ساتھ ایک وصیت ہوگی جس میں متعلقین کو ہدایت ہوگی کہ میری موت میں یہ یہ کام ہوں گے اور یہ یہ نہ ہوں گے۔ ہونے والوں میں صرف وہ کام

Scanned by CamScanner

ہونگے جن کا ثواب مرنے والے کو ملے گا اور نہ ہونے والے کام وہ ہوں گے جو ہم صرف اپنی خودی اور شہرت کے لئے کرتے ہیں مثلاً تیجے کے دن دعوت کا اہتمام دسویں، بیسویں اور چالیسویں کے مواقعے پر دعوتوں کا اہتمام۔

اس طرح میرے ہم خیال اگر سو حضرات بھی نکل آئے تو کل رقم دس لاکھ ہو جائے گی۔ یہ سو حضرات ہی یہ طے کریں گے کہ موت میں کیا کیا ہو اور کیا کیا نہ ہو۔ اس طرح ایک سال میں ہمیں تقریباً اسّی ہزار روپے بینک دیگا۔ ان اسّی ہزار سے سو حضرات طے کریں گے کہ کیا کیا نیک کام اس اسی ہزار سے کئے جا سکتے ہیں۔ اسطرح ہم ایک بہت بڑے پیمانے پر سماجی بہبود کا کام کر سکتے ہیں۔ اسی سے ہماری زندگی میں ہی نیکیوں کا کام چل پڑے گا۔ میں نے اس اسکیم کو مولانا مرحوم کے سامنے پیش کیا اور انھوں نے بے ساختہ طور پر اسکی تعریف کی اور کہا کہ اسپر عمل درآمد کرنا شروع کرو۔ میرے راستے میں بیماری رکاوٹ بن کر آ گئی اور عمل درآمد ادھورا رہ گیا حالانکہ کئی حضرات سے میں اسکو تفصیل سے ذکر میں لایا۔ اس اسکیم کو عمل میں لانے کیلئے زبردست Leg were کی ضرورت تھی جو میں نہ کر سکا۔ مولانا کو اسکیم اتنی پسند آئی کہ ہر ملاقات پر مولانا مجھ سے اس اسکیم کی پیش رفتگی کے بارے میں پوچھتے اور میں شرمندہ ہو کر رہ جاتا۔

میں نے اس کا ذکر اس لئے کیا کہ آج کے نوجوان اگر چاہیں تو اسکو آگے بڑھا سکتے ہیں گائڈ میں کر سکتا ہوں اگر ایسا ہو جائے تو بہت بڑی قومی خدمت ہوگی اور مولانا قبلہ کی دیرینہ خواہش بھی پوری ہو جائیگی۔

مولانا سید محمد شاکر قبلہ کی رحلت نے قوم و ملت میں ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جس کا پُر کرنا ناممکن نہ سہی تو مشکل ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل بخشے۔ آمین

Scanned by CamScanner

''موت العالِم موت العالَم''

مولانا سید کوثر مجتبیٰ صاحب نقوی

مدرس دارالعلوم سید المدارس، امروہہ

استاذ الاساتذہ، عمدۃ المحققین، فخر الذاکرین، زین المفکرین، شئون المتقین، رأس المفسرین، محبّ الطالبین، منکر المنکرین، اسوۃ السالکین، شمس الزاھدین، قمر المعلمین، نجم الکاملین، فلک المقررین، کوکب المصنفین، نہج المنطقین، عین المدبرین، نظیر العابدین، بشیر المومنین، نذیر الخارجین، نزھۃ العالمین، فرح الطاہرین، عشاق المعصومین، صدر المدرسین، ناصح الناصحین، قلب الموحدین، معراج المبلغین، بدر المولفین، در الزائرین۔ موت العالم موت العالم کے مصداق جنکے بارے میں جو کچھ بھی لکھا جائے وہ کم از کم ہوگا۔ موصوف کی رحلت سے عالم اسلام میں وہ خلا واقع ہوگیا جس کا پُر ہونا محال و ناممکن معلوم ہوتا ہے تمام شاگرد وطلاب دینی بے سہارا ہونے کا احساس کر رہے ہیں کیونکہ موصوف اپنے شاگردوں کے سروں پر ہی سایہ نہ تھے بلکہ ہر طالبعلم آپ کو اپنا استاد سمجھتا اور آپ سے کسب فیض کو شرف سمجھتا وگرنہ استاد کے مثل آپ کا احترام کرتا۔ کیونکہ آپ کے پاس تعلیم ''تربیت'' کے ساتھ تھی جسکے سبب آپ عالم باعمل کہلائے۔ اور علماء دوراں کے لئے نظیر بھی۔۔۔۔

علامہ سید محمد شاکر صاحب نقوی مرحوم پر ضخیم کتابیں وہ بھی صرف ایک ایک صفت پر لکھی جاسکتی ہیں کیونکہ وہ صرف ایک بہترین استاد ہی نہ تھے بلکہ اگر انسانیت کے زاویے سے دیکھا جائے تو بہترین انسان، اگر بلندی اخلاق کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بہترین اخلاق کے پیکر، اگر طبیعت و مزاج کے اعتبار سے دیکھا جائے تو نازک طبع و منکسر المزاج، اطاعت و عبادت میں دیکھا جائے تو مطیع و عبادتگزار، زہد میں دیکھا جائے تو دنیا سے بے رغبتی، دنیا کو

Scanned by CamScanner

کبھی نگاہ بھر کے نہیں دیکھا قوت لا یموت کو ہمیشہ شعار بنائے رکھا ہوس دنیا کی بو کبھی قریب سے نہیں گذری۔

اور جب بحیثیت مدرس دیکھا تو شفیق مدرس کہ جو فقہ واصول، منطق وفلسفہ حدیث و اصول حدیث غرضکہ ہر موضوع پر اس طرح عبور تھا کہ طلاب جب درس سے فارغ ہوتے تھے تو سیر ہوتے۔

۶۵ رسال جامعہ ناظمیہ کا رکن بن کر زندگی گزارنا اور صرف اسے ہی اپنا سمجھنا جو علم دوست ہو اور اگر علم دوست نہیں ہے تو اپنا بھی بیگانہ ہو یہ صفت تھی صرف بے پناہ سادگی رکھنے والے استاد محترم مولانا شاکر صاحب قبلہ میں ۔۔۔۔۔۔

آپ کا ہر قدم ہر عمل نمونہ تھا دور حاضر کے علماء کے لئے حتی کہ آپ نے جو کتابیں تصنیف یا تالیف کیں وہ بھی پیغام ہیں اسمیں مصنفین کے لئے گوشے ہیں طریقے ہیں راستے ہیں کہ اک کتاب کو کس طرح تصنیف کیا جاتا ہے کس طرح تالیف وتدوین کیا جاتا ہے۔ کاش یہ ذات اسی طرح درس دیتی رہتی مگر خدا کا وعدہ سچا ہے کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے ۔

جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا

اس اعتبار سے یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس سے سبھی کو ہمکنار ہونا ہے۔ لہذا ان کے بعد اگر ان کے علم اور عمل سے کسب فیض کرنا ہے تو انکے آثار سے مراجعہ کیا جائے تا کہ مستقبل میں اگر ان کے مثل نہ چل سکیں تو شمہ برابر ہی صحیح کچھ تو خصلت کا ادارک کیا جائے۔ خداوند منان سے دعا ہیکہ پھر کوئی شاکر دوراں بھیج جو اپنے علمی وعملی کارناموں سے تاریک راہ انسانیت کو منور کر سکے اور راہ حق عالم انسانیت پر آشکار ہو۔

Scanned by CamScanner

آہ! ماہر علم وفن نہ رہا

مولانا سید محمد حسن زیدی اکمال

عالم باعمل، ذاکر سید الشہداءؑ، استاذ الاستاذہ، میرے شفیق استاد حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید محمد شاکر صاحب نقوی مرحوم، جن کو مرحوم لکھتے ہوئے دل دکھتا ہے۔

وہ ہمارے شفیق استاد تھے۔ مدرسہ ناظمیہ میں ہمیں درس دیتے تھے۔ مدرسہ کے علاوہ گھر پر بھی معقولات وغیرہ کا درس حاصل کیا۔ آپ ایسے ماہر فن استاد تھے کہ اگر بات سمجھ میں نہیں آتی تھی تو مثالوں کے ذریعہ اس طرح سے سمجھاتے تھے کہ ذہن نشین ہوجاتی تھی۔ استاذ الاساتذہ مولانا شاکر صاحب قبلہ ۱۲؍مئی ۱۹۲۹ء کو اپنے آبائی مکان امروہہ میں پیدا ہوئے۔ اور ابتدائی تعلیم درجہ مولوی تک مدرسہ سید المدارس، امروہہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۹۴۳ء میں جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں درجہ مولوی الف میں داخلہ لیا ۱۹۵۱ء میں جامعہ ناظمیہ کے پرنسپل مفتی اعظمؒ جناب سید احمد علی صاحب قبلہ کے حکم کی تعمیل میں ناظمیہ میں مدرس ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں ممتاز الافاضل کی سند حاصل کی وتا زندگی وہیں درس دیتے رہے۔ اسی دوران آپ نے علوم مشرقیات سے دبیر ماہر، دبیر کامل، عالم، فاضل، نیز الہ آباد بورڈ سے بھی امتحانات پاس کئے اور عربی، فارسی اور اردو ادب میں ملکہ حاصل کیا۔

آپ نے عربی، اردو، فارسی، تینوں زبانوں میں اشعار کہے ہیں اور بھی اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی ہے جن میں سے اکثر مدح معصومینؑ میں ہیں۔

بہر حال چاہے نثر کا میدان ہو یا نظم کا ہر میدان میں آپ کا قلم انتہائی مضبوط و مستحکم تھا۔

نثری میدان میں بھی تینوں زبانوں پر کام کیا مثلاً ''حیدری نصاب'' ''مصباح العربیہ'' ''مصباح فارسی'' ''ظفرہ علی الطفرہ'' ''رویۃ الہلال'' ''تفسیر القرآن فی الکافی''۔

اسی طرح سے آپ کی دیگر تصنیفات و تالیفات ہیں۔ کتابوں کے علاوہ آپ کے مقالے مختلف رسالوں میں لوگوں کے لئے سرچشمہ فیض بنے ہوئے ہیں۔ بہر حال آپ علم کی

Scanned by CamScanner

جن بلندیوں پر فائز تھے ان کو لفظوں میں بیان کرنا میرے لئے آسان نہیں۔

عالم کی فضیلت میں جناب رسول خداؐ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں روز قیامت اپنی امت کے علماء پر مثل تمام انبیاء سابقین کے فخر کروں گا۔ ہر گز ہرگز کسی عالم دین کو مت جھٹلاؤ اور نہ اس کے قول کی تردید کرو۔ اور نہ اس سے بغض رکھو، بلکہ تم ان سے محبت کرو جس کسی نے عالم کی اہانت کی اس نے میری اہانت کی، جس نے عالم کی عزت کی اس نے میری عزت کی اور جس نے میری عزت کی اس کا ٹھکانہ جنت ہے''۔

افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے درمیان استاذ العلام نہیں ہیں مگر نہ جانے وہ کتنے چراغ روشن کر گئے کہ جن کی لو قیامت تک مدھم ہونے والی نہیں ہے۔ آپ کا حلقہ شاگردی اتنا وسیع ہے کہ جو آپ کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

استاذ الاساتذہ دنیا میں ہزاروں علماء کے استاد تھے وہیں ہمارے خاندان کو بھی خاص شرف حاصل رہا ہے کہ آپ میرے و میرے والد مولانا سید عبداللہ صاحب و چچا مولانا سید طالب حسین صاحب و برادر بزرگ حجۃ الاسلام مولانا سید محمد علی اقبال صاحب و برادر خورد مولانا سید محمد حسین سلمہ کے شفیق استاد تھے۔

آپ مختلف علوم کی تدریس فرماتے تھے۔ مثلاً فقہ، واصول فقہ، تفسیر و حدیث، ہیئت، عروض، کلام، معانی و بیان، نحو، صرف، وغیرہ کے بہترین استاد تھے۔ لیکن معقولات میں منفرد استاد کی حیثیت رکھتے تھے۔

مگر کیسے لکھوں کہ علم وعمل کا یہ آفتاب جو امروہہ سے طلوع ہوا اور اپنی منزل کمال پر پہنچ کر ۴ر جولائی ۲۰۱۲ء بروز بدھ لکھنؤ میں غروب ہو گیا۔ وقت انتقال ایک کہرام برپا تھا۔ جامعہ ناظمیہ اور گرد و نواح میں چاہنے والوں کی آنکھیں نم تھیں جنازہ آپ کے وطن امروہہ لے جایا گیا اور وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

Scanned by CamScanner

العلماء ورثۃ الانبیاء

مولانا سید شفیع عباس صاحب عابدی

ہمارے وطن کی آبرو، ہمارے امروہہ کی عظمت، سادات کا وقار، سرزمین ہند کا علمی بھرم، صاحبان مغفرت کا ملجا، تشنگانِ کمال کا مرجع، غرض کہ ہماری کل کائنات ہمارے قبلہ وکعبہ تھے۔ بعض شخصیتیں وہ ہوتی ہیں جن کو الفاظ کے سہارے ابھارا جاتا ہے اور بعض شخصیتیں اتنی بلند ہوتی ہیں کہ الفاظ کھوکھلے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کچھ شخصیتوں کے لئے بڑی بڑی ہستیوں کے اقوال پیش کر کے نمایاں کیا جاتا ہے اور کچھ ذاتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بڑی بڑی ہستیاں ان کے تذکرے کو اپنے لئے ثواب خیال کرتی ہیں۔ ہمارے قبلہ وکعبہ حجۃ الاسلام آقائی السید محمد شاکر صاحب طاب ثراہ کی ذات بابرکت ایسی ہی تھی کہ جنہیں نہ الفاظ سے ابھارنے کی ضرورت نہ بڑی بڑی ہستیوں سے سہارے کی احتیاج۔ زندگی کا ہر رخ اتنا پاکیزہ اور نمایاں کہ زبان پر نام آتے ہی تقدس اور احترام کا احساس دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا۔ چنانچہ یہ سب کچھ جو پیش کیا جارہا ہے صرف جذباتی ترجمانی ہے اور صرف حصول ثواب اس کا مقصد ہے۔ ورنہ ہم میں اتنی صلاحیت کہاں کہ سرکار مرحوم کے علمی وزن کو ظاہر کرسکیں۔ عمل کی بلندی کا اندازہ پیش کرسکیں، کردار کی عظمت کی نشاندہی کرسکیں کیونکہ شخصیت اگر غیر معروف ہو تو پھر بھی گنجائش رہتی ہے کہ اپنے ممدوح کو جن لفظوں میں چاہو یاد کرلو لیکن شخصیت اگر محبوب عوام و خواص ہو دیگر مذاہب کے عمائدین بھی احترام کرتے ہوں تو پھر علو مرتبہ کے مناسب الفاظ کی تلاش اچھے اچھے پڑھے لکھوں کے بس کی بات نہیں رہ جاتی۔ چہ جائیکہ مجھ جیسا کم سواد اس فریضہ کو ادا کرے۔ افسوس علمائے اعلام میں مرتبہ شناس اب کوئی باقی نہ رہا اب تو ہم جیسے کم علم کم سواد لوگ باقی رہ گئے ہماری زبان اور ہمارے قلم سے نکلی ہوئی بڑی سے بڑی لفظ بھی قد

Scanned by CamScanner

میں بس اتنی ہی نظر آسکے گی جتنے ہم قد آور ہیں۔ بہر حال ہم انتہائی کوشش کے باوجود وہ حق ادا نہیں کر سکتے جو واقعی حق ہے ظاہر ہے کہ جس ہستی کے لئے ہماری کمسن والے معصوم ذہن بزرگ مقدس ہونے کا فیصلہ کرتے رہے ہوں اور پھر جس ہستی کو اپنے شعور اور جوانی کے ادوار میں ہم نے مسلسل تقدس کے اضافوں ہی کے ساتھ پایا ہو اس کے واقعی مرتبہ کا اندازہ کس طرح ممکن ہے۔ نفسانی اصولوں پر بچپن میں کسی شخصیت کے متعلق تقدس کی رائے قائم ہو جانا معمولی بات نہیں ہے۔ پھر بات شاذ و نادر کسی ایک کمسن کی نہیں بلکہ پوری برادری کی اکثریت والے بچے میری طرح قبلہ وکعبہ کی پارسائی سے قلباً متاثر تھے اور اس کا اقرار میرے ہم سنوں کو بہر حال ہے کہ مولانا کا احترام ہمارے شعور کے ساتھ ساتھ عظمت حاصل کرتا رہا بہر حال اس کے بعد خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جن نگاہوں نے بزرگ عبادت گذاروں اور ذی علم زمینداروں اور عمائدین قوم اور علمائے کرام کو قبلہ کے سامنے تعظیم دیتے ہوئے پایا ہو ان نگاہوں کے لئے قبلہ کی شخصیت کیا ہوگی۔ اور پھر جب وہی شخصیت استاد اور بحیثیت شفیق ومہربان اور زیادہ قریب ہو جائے تو قلبی تاثرات کیا ہو جائیں گے اور عظمت کا کیا ٹھکانا ہوگا یہ سب وہ حصہ ہے جو دوسروں کی حسن عقیدت سے متعلق ہے اس کے بعد خود میں نے مولانا کو اپنے زمانہ طالب علمی میں کیسا پایا اور طالب علمی کے بعد سے ابتک اس بزرگی کے آسمان کو کتنا اونچا دیکھا اس کے لئے اتنا ہی دفتر درکار ہے جتنی مدت اس بحر بیکراں میں شناوری کی گئی ہے۔

مولانا کو قوم کے ہر فرد سے والہانہ خلوص تھا یہی تو وجہ ہے کہ قوم اور اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود قبلہ پر فدا تھی کہاں تک لکھوں اور کیا کیا لکھوں دل چاہتا ہے کہ لکھتا ہی چلا جاؤں اور ایک ایک لمحہ لفظوں میں منتقل کر دوں ہر عقیدتمند کے دلی جذبات کو صفحات کی زینت بنا دوں۔ علم کی جلالتوں کی نقشہ کشی کر دوں مولانا محمد شاکر صاحب طالب ثراہ عربی ادب پر عبور کے نادر

Scanned by CamScanner

نادر نمونے دکھلا دوں۔ منطق، فلسفہ پر عبور بلکہ ہر کتاب پر عبور لیکن افسوس کہ میں اپنی کم علمی اور عہد حاضر کی اصناف عربیہ سے بیگانگی کی وجہ سے کچھ بھی نہیں کر سکتا ورنہ ضرورت تھی کہ دنیا کے بڑے بڑے مصنفین کے مقابلہ میں خم ٹھونک کے مجتہدین کے ساتھ ساتھ مولانا کی علمی منزلتوں پر روشنی ڈالتا علوم وفنون میں بیک وقت کئی کئی شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کے مقابلہ میں قبلہ کی ہمہ دانی کے ثبوت پیش کرتا۔ مگر میں اپنی بدقسمتی سے ایسی جلیل القدر سنہری خدمتوں کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ مجھے زیادہ شرمندگی قوم سے ہے یا خود مولانا محمد شاکر طاب ثراہ کی روح سے کہ جن کی کفش برداری کے طفیل مجھے جس قدر بھی ملا اس کا شمہ برابر بھی حق ادا نہ کر سکا اور میں یہ بھی فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ مولانا کے فیوض روحانی سے محرومی کو اپنا نقصان زیادہ قرار دوں یا قوم کا آخر میں میری دعا یہ ہے کہ معبود مجھے اتنی توفیق کرامت فرما کہ میں اپنے مولوی صاحب اپنے قبلہ وکعبہ کی علمی جلالتوں کو اس طرح پیش کر دوں جو اُن کا حق ہے۔ اور دعا ہے کہ مرحوم کے درجات عالیہ جوار محمد وآل محمد علیھم السلام میں بلند سے بلند ہوں اُن کے پسماندگان کو ان کی جدائی پر حضرت احدیت صبر جمیل عطا فرمائے۔ خصوصاً موصوف کے فرزند ارجمند مولانا محمد افضال نقوی صاحب دام برکاتہ کو امید قوی ہے کہ پروردگار سے ہے کہ وہ ہر طرح مرحوم کے اسوۂ حسنہ کو زندہ رکھیں گے اور علم عمل اور دیگر اوصاف حمیدہ میں ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔

Scanned by CamScanner

عالم با عمل

جناب سید عالم رضا صاحب تقوی

صدر انجمن تحفظ عزاداری (رجسٹرڈ) امروہہ

علم کے سلسلہ میں معصوم نے ارشاد فرمایا کہ ''علم نور ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے'' علم کی برتری کے سلسلہ میں مولائے کائنات کا وہ مشہور واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب دس لوگ آپ کے پاس آئے اور سب کا ایک ہی سوال تھا یا علیؑ علم بہتر ہے یا مال اور آپؑ نے ہر شخص کا جواب علیحدہ علیحدہ دیا انہی جوابات میں ایک جواب یہ تھا کہ علم مال سے بہتر ہے اسلئے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم بانٹنے سے بڑھتا ہے۔ علم کی مثال ایک شمع کی سی ہے جیسے ایک شمع سے ہزاروں شمعیں روشن کی جائیں نور میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ تو جب علم کی یہ عظمت ہے تو علم کے بانٹنے والے کا کیا مرتبہ ہوگا بشرطیکہ وہ علم تقسیم کرنے والا اس علم پر عامل بھی ہو۔ ایسے ہی علماء کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا مشہور فرمان ہے کہ جب کوئی عالم با عمل اس دنیا سے کوچ کرتا ہے تو دین میں ایک شگاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس وقت مجھے ایسے ہی ایک عالی مرتبت عالم ربانی کے سلسلہ میں گفتگو کرنا ہے کہ جنکے چلے جانے سے ایک کمی واقع ہوئی ہے جسے پُر کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہے خداوند متعال انکے درجات میں بلندی عطا فرمائے اور ان کا بہترین نعم البدل ہمیں عنایت فرمائے۔

میری مراد علامہ سید محمد شاکر صاحب قبلہ طاب ثراہ سے ہے۔ جنھوں نے اپنے علم کے ذریعہ نہ جانے کتنی شمعیں روشن کیں جو دنیا کے گوشے گوشے میں خدمت دین حق انجام دے رہی ہیں۔ مولانا موصوف کہ جنہیں دیکھنے کے بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ ایک عالم دین کو ایسا ہی ہونا چاہیے نہ جاہ و منصب کی چاہ، نہ مقام و مرتبہ کی فکر، نہ نمایاں جگہ بیٹھنے کی خواہش۔

مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا آغاز سرزمین علم و ادب امروہہ سے کیا تھا۔ ابتدائی تعلیم

Scanned by CamScanner

امروہہ میں پوری کرنے کے بعد ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں داخلہ لیا۔ جہاں سے تعلیم بھی مکمل نہ کرنے پائے تھے کہ انکے شفیق استاد مفتی احمد علی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے ہونہار شاگرد کی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر انھیں بحیثیت استاد جامعہ میں آپ کا تقرر فرمایا۔ جہاں آپ نے اپنی باقی ماندہ زندگی تدریس میں صرف کردی اور ایسے ایسے گوہر آبدار ملت جعفریہ کو عنایت کئے جو فلک علم پر مثل ستاروں کے چمک رہے ہیں اور جب شاگرد ایسے ہیں تو استاد کیسے ہوں گے اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا مرحوم ایک جید عالم ہی نہ تھے بلکہ عملی اعتبار سے ایک ایسا کوہ گراں کہ جو اپنے کردار کے ذریعہ سامنے والے کو دعوت عمل دیتے تھے۔ سادہ لباس، ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملنا۔ کم بولنا مگر جہاں بولنا ضروری ہو وہاں خاموش نہیں رہتے تھے۔ جو اصل میں ایک عالم دین کی شان ہے کہ وہ اس بات کی فکر نہیں کرتا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

ایک مولانا کے ذریعہ ان کا ایک جملہ سننے کو ملا جو انکی اعلیٰ دینی فکر کا بہترین ثبوت ہے ان مولانا نے دور حاضر کی پُر آشوبی کے سلسلہ میں سوال کیا کہ اس نامساعد دور میں کس طرح سے زندگی گزاری جائے۔ مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ کا جواب تھا'' جو کام بھی کریں برائے خدا کریں انشاءاللہ ساری پریشانیاں اپنے آپ دور ہوجائیں گی'' مولانا مرحوم نے بھی اپنی زندگی اسی اصول کے تحت گزاری ورنہ ان جیسے عالم کے لئے کوئی مشکل نہ تھا کہ وہ کسی اچھی جگہ پر پیش نمازی فرماتے یا ذاکری فرماتے لیکن انھوں نے اپنی زندگی کو اپنی مادر علمی جامعہ ناظمیہ کے نام وقف کردیا تاکہ قوم کے نونہالوں کو علم سے آراستہ کرسکیں۔ یہ وہ عظیم خدمت ہے جسے زمانہ تادیر یاد رکھے گا۔

پروردگار سے دست بدعا ہوں کہ وہ مولانا کو جوار معصومین علیھم السلام میں جگہ عنایت فرمائے۔ معبودان کے پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔ اور ہمیں بھی ایسے علمائے باعمل کے راستہ پر چلنے کی توفیق عنایت فرما۔

Scanned by CamScanner

نبّاض علم و دانش

جناب اقبال حیدر صاحب نقوی

چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''رابطہ''، دہلی

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی برتری کا احساس ہر ہر قدم پر دلاتا رہتا ہے۔ دنیا میں جو بھی شے ء ہے اسکی فنا لازمی ہے جو یہاں آیا ہے اسے لازمی طور پر جانا ہے یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو نہ جانے کب سے جاری ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے گا۔ بے شمار لوگ روزانہ یہاں آتے ہیں جن میں سے نہ جانے کتنے چلے جاتے ہیں۔ موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکتا یہاں پہنچ کر انسان بے بس ہے۔ فرشتۂ اجل نے یہ ہی کام ۴؍جولائی ۲۰۱۲ء کو انجام دیا اور سرزمین امروہہ کا ایک عالم باعمل ہم سے جدا ہو گیا۔ یہ ذات ہے مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ کی جن کا انتقال لکھنؤ میں ہو گیا اور جنہیں ہزاروں عقیدت مندوں اور علماء وفضلاء کی موجودگی میں ۵؍جولائی ۲۰۱۲ء کو امام بارگاہ محلّہ شفاعت پوتہ امروہہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ قوم نے دین کا ایک سچا راہنما کھو دیا۔

دراصل انسان کی شخصیت تین خصوصیات پر منحصر ہوتی ہے۔ وسعت علم وفضل، عظمت کردار اور عملی زندگی۔ ان تینوں اوصاف مین سے کوئی بھی ایک وصف انسان کو معاشرے میں نمایاں مقام دلا دیتا ہے لیکن اگر یہ تینوں خصوصیات کسی کی شخصیت میں یکجا ہو جائیں تو پھر ایسی ذات کو مقام عروج حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ تمام صفات قبلہ مولانا میں موجود تھیں اور انکا دینی اور سماجی زندگی میں ایک نمایاں مقام تھا۔ یوں تو ہر دور میں سرزمین امروہہ نے بہت سی عظیم شخصیات پیدا کیں علماء وفضلاء نے اپنے علم وفضل سے اس خطے کا نام روشن کیا لیکن مولانا موصوف کی ذات اپنے میں ایک انجمن تھی جنھوں نے ایک صدی کا تقریباً ۸۰ فی صد حصہ بخیرو

Scanned by CamScanner

خوبی طے کیا اور اپنی ذات سے قوم کو فیضیاب کیا۔

مولانا سید محمد شاکر قبلہ ۱۲ر مئی ۱۹۲۹ء کو اس دنیا میں امروہہ کے ایک علمی خانوادے میں تشریف لائے جس کا تعلق امروہہ محلہ شفاعت پوتہ سے ہے جنکے مورث اعلیٰ حضرت شاہ سید حسین شرف الدین شاہ ولایت ہیں۔ آپ کے والد ماجد سید احمد مرحوم ریاست اکبر پور ضلع سیتاپور میں ضلع دار تھے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز محلہ حقانی امروہہ کے ایک پرائمری اسکول سے ہوا اسکے بعد دار العلوم سید المدارس امروہہ میں اس دور کے جید عالم دین مولانا سید محمد، مولانا حبیب الثقلین، مولانا محمد عبادت کلیم، مولانا صابر حسین، مولانا فخر الحسن اور منشی مشتاق حسین جیسے اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ وہاں سے مولوی کی سند حاصل کر کے آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور ۱۹۴۵ء میں جامعہ ناظمیہ میں داخلہ لیا۔ ناظمیہ میں آپ نے علم فقہ واصول، قوانین الاصول معقولات، فلسفہ ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں پر آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد مہدی زنگی پوری، مولانا کاظم حسین، مفتی احمد علی، مولانا رسول احمد گوپالپوری اور مولانا ایوب حسین سرسوی نمایاں ہیں۔ انکے علاوہ مولانا سید علی نقی سے خصوصی طور پر درس حاصل کیا۔ آپ کی قابلیت اور علمی صلاحیت سے متاثر ہو کر دوران تعلیم ہی ۱۹۵۱ء میں آپ کا جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں بحیثیت مدرس تقرر ہو گیا اور آپ کا تعلیمی سفر بھی جاری رہا اور آپ نے جامعہ کی آخری سند ممتاز الافاضل حاصل کی اور زندگی کے آخری لمحات تک آپ ناظمیہ سے وابستہ رہے جہاں آپ نے علم فلسفہ، معقولات اور علم ہیئت کا درس دیا۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ اور افریقہ اور مختلف ایشیاء کے ممالک میں بھی علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں جن کے زیر سایہ سیکڑوں طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ آپ ایک جید عالم دین تھے بلکہ ایک اعلیٰ مدرس اور بہترین مصنف و دانشور بھی تھے۔ اس بات کا علم بہت کم لوگوں کو ہے کہ

Scanned by CamScanner

آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے اور رزمی تخلص فرماتے تھے۔تصنیف وتالیف کا سلسلہ دوران تعلیم ہی شروع کر دیا تھا۔آپ کا پہلا مضمون جولائی ۱۹۵۵ء کے شمارے میں ''پیام اسلام'' میں پردہ کے موضوع پر لکھنؤ سے شائع ہوا جو کافی مشہور ہوا۔آپکے مضامین ہندوستان کے مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔علمی وادبی حلقوں میں آپ کا ایک منفرد مقام ہے اور نہ صرف ہندو پاک بلکہ جہاں جہاں بھی اسلام کے ماننے والے موجود ہیں چاہے وہ عراق وایران اور دوسرے عرب ممالک کے علماء وفضلاء ہی کیوں نہ ہوں آپ کے علم کے قائل ہیں۔آپ نے ہمیشہ فلسفیانہ مسائل اور مشکل موضوعات پر قلم اٹھایا حال ہی میں آپ کی ایک معرکتہ الآرا تصنیف ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' کا اجراء جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں ہوا تھا جسے ممتاز عربی داں حضرات اور علمائے کرام نے داد وتحسین سے نوازا۔آپکی دوسری اہم تصنیف عربی زبان میں ہی ''تفسیر کلینی'' ہے جس میں ان آیات کی تفسیر ہے جو شیخ محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ''الکافی'' میں پیش کی ہیں جو ایران سے بہت جلد طبع ہوکر منظر عام پر آنے والی ہے۔آپکی تیسری شاہکار بعنوان ''رویۃ الہلال'' ہے جو علم فلکیات پر مبنی ہے۔انکے علاوہ آپ نے مختلف موضوعات پر لکھی کتابوں کی شرح لکھ کر علم وادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

شعر وسخن میں بھی آپ نمایاں تھے۔آپ نے نہ صرف اردو بلکہ عربی وفارسی میں بھی شعر کہے جو علم وادب کا سرمایہ ہیں لیکن آپ نے کبھی مشاعروں میں شعر پڑھنا پسند نہیں کیا۔آپ کا یہ شعر آپ کی حیات کا آئینہ دار ہے۔

دامن بچا بچا کے گزاری ہے زندگی
کانٹوں کو یہی بات مری ناگوار ہے

ایک جگہ آپ کہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

زمانہ کیلئے ایسی بھی راہیں چھوڑ آیا ہوں

کہ ان راہوں پہ اب چلتے رہیں گے کارواں برسوں

افسوس کہ ایسا مایۂ ناز ادیب وفلسفی، متقی وپرہیزگار عالم دین ہم سے جدا ہو گیا۔ وہ ایک بہترین ذاکر اہلبیت بھی تھے انکی پوری شخصیت وضع داری، لباس، بول چال، سادگی اور خلوص میں ایسی نمایاں کشش تھی کہ دیکھنے والا مرعوب ہوئے بنا نہ رہتا تھا وہ سچے اسلامی قواعد کے آئینہ دار تھے۔ اسی لئے ہر خاص وعام خود بخود انکے احترام پر مجبور ہو جاتا تھا۔ انکی رحلت سے نہ صرف امروہہ بلکہ پوری قوم کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا پُر ہونا برسوں تک مشکل ہی نہیں بلکہ نا ممکن ہے۔ ایسے دین کے سچے رہبر ورہنما اب کہاں؟

آپ کے پسماندگان میں دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ فرزند اکبر مولانا سید محمد افضال صاحب منصبیہ عربی کالج میرٹھ میں پرنسپل ہیں۔ جن سے امید ہے کہ جو کام انکے والد گرامی کے ادھورے رہ گئے تھے انھیں وہ پورا کریں گے۔ چھوٹے بیٹے محمد اقبال بھی امروہہ میں مدرسی کے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ ہم سب کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا ہو یہ ہی انکے لئے بہتر خراج تحسین ثابت ہوگا۔ خدا انھیں غریق رحمت کرے آمین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہو۔

Scanned by CamScanner

زندگی کی حقیقت

جناب سید سبط حیدر صاحب نقوی

زندگی کیا ہے؟ ایک بہت ہی سادہ سا سوال ہے مگر اسکا جواب اتنا ہی مشکل ہے۔ کیونکہ اس سوال کے ہزاروں جواب دیئے جاسکتے ہیں کسی ایک جواب سے زندگی کا تعارف مکمل نہیں ہوسکے گا۔ اور جواب سنکر بھی جواب پانے کی تشنگی باقی رہیگی۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جسکا جواب ہر طرح کے افراد نے دینے کی کوشش کی ہے۔ دانشوروں نے اس سوال کا جواب اپنے زاوۂ فکر کے لحاظ سے دیا ہے اور عام انسان نے اپنے جواب کا مرکز اپنے مشاہدات اور تجربات کو بنایا ہے۔

مشہور فلاسفر جان رسکن نے کہا ''زندگی سب سے زیادہ قیمتی شہ ہے'' مشہور دانشور جوسیف کیمبیل نے کہا ''زندگی کا جواب ہمیں کہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ جواب ہم خود ہیں'' لینین ڈکسن نے کہا ''زندگی ایک سکّہ کی طرح ہے جسکو جسطرح چاہو خرچ کیا جا سکتا ہے لیکن صرف ایک بار ہی خرچ کیا جا سکتا ہے۔ عام انسان کو زندگی جس طرح معلوم ہوئی اسنے اسی طرح زندگی کی تعریف بیان کی ہے۔ مثلاً کسی نے اپنی زندگی میں زیادہ غم محسوس کیے تو اسنے کہا ''زندگی ایک کانٹوں کی سیج ہے'' کسی کو اپنی زندگی بہت مختصر لگی تو اس نے کہا ''زندگی ایک بلبلا ہے'' کسی کی زندگی اگر دوسروں پر زیادہ منحصر رہی تو اسنے کہا ''زندگی ایک پانی کی لہر ہے'' کیونکہ پانی میں لہر ہوا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ہوا کے دوش پر آگے بڑھتی ہے اور ہوا کی غیر موجودگی میں معدوم ہوجاتی ہے کسی نے زندگی کو خواب کہہ دیا کیونکہ دائمی زندگی تو موت کے بعد آتی ہے۔ کسی کو اگر اپنے مقصد حاصل نہیں ہوئے تو اسنے کہا ''زندگی سراب ہے'' کیونکہ صحرا میں سراب کو دیکھکر پانی کی موجودگی کا یقین ہوجاتا ہے مگر پاس جانے پر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ غرض

Scanned by CamScanner

کسی نے کہا ''زندگی سفر ہے'' کسی نے کہا ''زندگی راستہ ہے'' کسی نے کہا ''زندگی ایک پھول ہے'' کسی نے کہا ''سرگذشت ہے'' کسی نے کہا ''زندگی کوشش وجدوجہد'' اسی طرح کے بے شمار جواب مل سکتے ہیں۔لیکن شاید ہی کوئی ایسا جواب مل سکے جو زندگی کے ہر رُخ کی نمائندگی کرے اور ہمارے دل ودماغ کو مطمئن کردے۔اور اگر کوئی کہیں سے ایسا جواب مل سکتا ہے تو وہ جگہ ہے در اہل بیتؑ اور قرآن کریم۔در اہلبیتؑ وہ جگہ ہے جہاں ہر سائل کا سوال پورا ہوتا ہے اور قرآن کریم میں کائنات کی ہر شہ کا ذکر ہے اور ہر سوال کا جواب ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے زندگی کے متعلق فرمایا کہ ''ایسی زندگی جیو کہ جبتک زندہ رہو لوگ تمہارے ساتھ کی خواہش کریں اور جب مر جاؤ تو وہ تمہارا غم منائیں'' یہ چند الفاظ کا جواب اپنے اندر زندگی کا تعارف کرانے کے لئے ہزاروں باب سمیٹے ہوئے ہے۔ اس جواب سے سب سے پہلی بات جو واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی انسان کی زندگی مولائے کائنات کے اس قول کے مطابق نہیں ہے تو وہ زندگی کہلانے کے لائق نہیں۔زندگی کوئی ایسی ہی شہ ہو سکتی ہے جو اس قول کی کسوٹی سے مناسبت ومطابقت رکھتی ہو۔اس جواب کی سب سے بڑی افادیت یہی ہے کہ کسی انسان کو مولائے کائنات کے اس قول کی روشنی میں ''زندگی کیا ہے'' اگر سمجھنا ہے تو اس کے دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوگی کہ کاش میری زندگی بھی اس جواب کے مطابق ہو جائے۔اب جیسے جیسے اس جواب کے ایک ایک لفظ میں غور کیا جائے گا زندگی کا ہر پہلو عیاں ہوتا جائیگا اور یہ جواب زندگی کا مکمل تعارف کرادیگا۔

اب آیئے یہ دیکھا جائے کہ زندگی کے بارے میں قرآن حکیم کیا کہتا ہے۔قرآن کریم میں اس سلسلے میں متعدد آیات ہیں لیکن اس مضمون میں سورۂ دہر کی چند شروع کی آیات کا تذکرہ کرنا بجا ہوگا۔ان آیات میں خداوند عالم ارشاد فرمارہا ہے ''ہم نے انسان کو خلق کیا کہ ہم اسے آزمائیں ہم نے اسے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت دی اور ہدایت بھی کی'' میں اس بات کو

Scanned by CamScanner

دوسرے لفظوں میں اسطرح کہہ سکتا ہوں کہ انسان کی زندگی آزمائش دینے کے لئے ہے یعنی زندگی ایک امتحان ہے۔ امتحان کی تیاری کے طور پر خداوند عالم نے انسان کو سہی راستے کی ہدایت بھی دی اور دیکھنے وسمجھنے کی قوت بھی دی۔ زندگی دراصل ایک ایسا امتحان ہے جو ہر لمحہ ہو رہا ہے۔ انسان جو کچھ بھی کر رہا ہے وہی اسکا امتحان ہے اور امتحان کا سوال یہ ہے کہ کیا جو کچھ بھی عمل انسان کر رہا ہے وہ خداوند عالم کی ہدایت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہدایت کے مطابق عمل کر رہا ہے تو امتحان میں انسان کامیاب ہے اور اگر نہیں تو ناکامیاب ہے۔ اسی سورہ کی اور آگے کی آیتوں میں خداوند عالم یہ بھی ارشاد فرما رہا ہے کہ ناکامیاب انسان کو نتیجہ کے طور پر کیا حاصل ہوگا اور کامیاب انسان کس منزل پر فائز ہوگا۔ اب سورہ دہر کی ان آیات پر مولائے کائنات کے مذکورہ بالا قول کے ساتھ ساتھ غور کیا جائے تو زندگی کا مفہوم پوری طرح سمجھ میں آجاتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اگر کامیابی حاصل کرنا ہے تو زندگی کیسے گذاری جائے۔ مولانا سید محمد شاکر صاحب نے اپنی تقریباً ۸۳ سالہ زندگی میں یہی پیغام ہمکو دینے کی کوشش کی ہے کہ زندگی کے امتحان کے پیش نظر ہمارا ہر فعل کیسا ہونا چاہیے۔ انکی خود کی شخصیت چونکہ اخلاق کی اونچی قدروں سے مزین اور علم کے اعلیٰ معیار سے ہمکنار تھی اسی لئے ہمارے لئے مشعل راہ تھی۔ ایک استاد کی حیثیت سے ایک عالم کی حیثیت سے، دنیاوی رشتہ داری کے ایک فرد کی حیثیت سے، اپنی فیملی کے سرپرست کی حیثیت سے، ایک عام شہری کی حیثیت سے ایک بزرگ کی حیثیت سے انکی زندگی کا ہر پہلو وہی تصویر پیش کرتا ہے جسکی امید ہمارے امام ہم سے رکھتے ہیں۔

مولانا شاکر صاحب کی حیات کے بارے میں اس کتاب کے مختلف مضامین سے آپکو گراں قدر معلومات حاصل ہوئی ہوں گی میں اسطرح کی تفصیل کو دہرانا نہیں چاہتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ مولانا شاکر صاحب ایک منفرد حیثیت رکھتے تھے انکا مطالعہ بہت وسیع اور گہرا

Scanned by CamScanner

تھا۔ ہر طرح کے شرعی مسئلوں پر انکی رائے بالکل صاف اور مکمل ہوتی تھی۔ آج کے اس دور میں وہ ایک ایسے عالم باعمل تھے جنکی زندگی ہر طرح سے تضاد سے پاک وصاف تھی۔ لکھنؤ جیسی جگہ جہاں پر انکی زندگی کا طویل حصہ گذرا ہے، ایسی سرزمین ہے جہاں خاص طور پر بیشتر علماء کے دامن میں لوگوں کو ہر طرح کے داغ دھبے بڑی آسانی سے نظر آجاتے ہیں لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں مولانا شاکر ایک ایسی واحد شخصیت تھے جنکے بارے میں ہر شخص نیک رائے ہی رکھتا ہے انکی شخصیت کی سادگی و پاکیزگی انکے ہر ملنے والے پر مکمل طور پر عیاں ہے۔

مولانا شاکر صاحب کی کئی مطبوعات منظر عام پر آچکی ہیں اور ابھی تقریباً ۳۰۔۴۰ تصانیف شائع ہونے کے مختلف مرحلوں میں ہیں۔ ابھی تک جو مطبوعات سامنے آئی ہیں انمیں سب سے زیادہ اہم عربی میں شائع ''الظفرۃ علی الطفرۃ'' ہے یہ کتاب علم جیومیٹری کے کچھ بنیادی مسئلوں سے مطابق ہے۔ آپ حضرات کو علم ہے کہ کتاب کے شائع ہونے کے بعد ایران نے مولانا صاحب کی علمی قابلیت کو سراہا۔ مولانا شاکر صاحب نے اپنے انتقال سے تقریباً ایک ماہ قبل وہ میڈل مجھے دکھائے تھے۔ جو ایران نے انھیں دیئے تھے انھوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ایک کثیر رقم بھی ایران نے اعزاز کے طور پر پیش کی تھی جو انھوں نے بشکریہ واپس کر دی۔ ایسی شخصیت تقریباً ۸۳ سال ہمارے درمیان رہی لیکن ہم انکی شخصیت کی بلندی سے شاید کوئی فیض نہ حاصل کر سکے۔ انکی زندگی میں ہم اہل امروہہ نہ انکو یہ احساس کرا سکے کہ ان کا مرتبہ کیا ہے نہ ہم انکو یہ یقین دلا سکے کہ انکی ذات ہمارے لئے اور ہمارے امروہہ کیلئے باعث فخر ہے نہ ہم انکی عالمانہ صلاحیتوں کو پہچان سکے نہ انکی قدر کر سکے۔

اب انکے انتقال کے بعد انکے ایصال ثواب کے لئے بے شمار مجالس ہو رہی ہیں تعزیتی جلسے ہو رہے ہیں جسمیں ماشاءاللہ خوب لمبی لمبی تقاریر ہو رہی ہیں مگر شاید اگر ہم انکی زندگی میں

Scanned by CamScanner

انکی شخصیت کو پہچان پاتے تو یہ ہماری وفا پرستی اور قدر شناسی کا ایک ثبوت ہوتا جس کا کچھ صلہ ممکن ہے ہمیں آخرت میں بھی مل جاتا۔

میں اس مضمون کا اختتام اس اپیل سے کرنا چاہوں گا کہ ہمیں ان باعمل شخصیات کی قدر و منزلت کا احساس انکی زندگی میں ہی کرنا چاہیے۔

Scanned by CamScanner

کل نفسٍ ذائقۃ الموت

ڈاکٹر ایس۔اے۔ایس نقوی

ڈائریکٹر

ویسے تو قرآن حکیم کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ ہر نفس کو موت آنی ہے مگر کچھ نفس ایسے پاکیزہ ہوتے ہیں جب تک وہ حیات رہتے ہیں معاشرے کی پاکیزگی کی جستجو میں سرگرم رہتے ہیں اور جہاں تک اُن کی رسائی ہوتی ہے وہاں تک وہ ماحول کو پاکیزہ کرتے رہتے ہیں۔

عالی جناب مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی ذاتِ گرامی بھی کچھ ایسی ہی صفات کی حامل تھی۔ ویسے تو مجھ حقیر کو اُن سے ملاقات کا بہت کم شرف حاصل ہوا کیونکہ میں کافی مدت تک گوا (Goa) اور پھر انڈومان رہا اور اب جبکہ میں دہلی میں مقیم ہوں۔ حکومت کی ذمہ داریوں، گھریلو فرائض کہ ساتھ ساتھ علی گڑھ و امروہہ کی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرنے میں وقت نکل جاتا ہے اور مرحوم کا تعلق ایک طویل مدت سے لکھنؤ سے رہا اور ہم کو کبھی کبھی دروان محرم امروہہ میں عالیجناب سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ مگر مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے بچپن سے ہی اپنے والد ماجد عالیجناب الحاج محمد تقی صاحب مرحوم سے مولانا صاحب کے لئے جیسے ہمیشہ بہترین کلمات سنے تھے ویسا ہی ہمیشہ اُن میں پایا عالیجناب مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ سادات امروہہ کی وہ واحد معتبر ہستی تھے جن کا ثانی نہیں۔ آپ نہ صرف ایک عالم دین تھے بلکہ ایک بہترین ذاکر اہلبیت اور اعلیٰ درجہ کے شاعر اہلبیت بھی تھے ساتھ ہی آپ مفکر و مدبر بھی تھے آپ کو قوم وملت کی حالت پر بھی بہت فکر و تشویش تھی اور آپ اس میں سدھار کے لئے نہایت فکر مند تا حیات رہے۔ آپ کی صفات و بزرگی کا احاطہ کرنا مجھ حقیر کہ بیان سے باہر ہے۔ آپ کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے

Scanned by CamScanner

مجھے نہایت خوشی ہوئی یہ سنکر کہ جناب سید فرمان حیدر صاحب جو کہ امروہہ فاؤنڈیشن کے صدر ہیں کو اس بات کا احساس ہوا کہ ایسی کتاب منظر عام پر آئے جس میں مولانا صاحب کی زندگی کے مختلف پہلو اور کارناموں کو اجاگر کیا جا سکے۔ خدا اِن کی توفیقات میں اضافہ کرے۔ یقیناً مولانا کی ذات گرامی اس بات کا حق رکھتی ہے میں اپنی بات کو علامہ اقبال کے اس شعر کے ساتھ تمام کرنا چاہوں گا کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

Scanned by CamScanner

نیکیوں کا مجسمہ

محترمہ مختار فاطمہ جنّن

کبھی جوایک ستارہ امروہہ کی سرزمین پر طلوع ہوا تھا وہ اپنی چمک کے ساتھ لکھنؤ میں غروب ہو گیا یعنی مولانا محمد شاکر صاحب ۱۳ر شعبان ۱۴۳۳ھ کو مرحوم ہو گئے جس کا افسوس انکے تمام اعزاء کو ہی نہیں ہوا بلکہ پوری قوم وملت کو ہوا ہے۔ مولانا اتنے نیک انسان تھے کہ جنکے لئے مولانا کلب صادق صاحب قبلہ نے فرمایا ہے کہ

"یہ پہلے شخص ہیں جنکی زندگی میں اتنی تعریف ہورہی ہے وہ بھی پیٹھ پیچھے"

میں لکھنؤ میں پیدا ہوئی اسلئے ہم لوگوں کا ہمیشہ کا ساتھ رہا اور وہ ہمارے والد (عین محمد مرحوم) کے بہت قریبی تھے بلکہ ہمارے گھر کے فرد تھے ہر کام انکے ہی مشورے سے ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے ہمارے والد کی طبیعت زیادہ خراب تھی مولانا کی اہلیہ نے دن کے وقت کوئی چیز منگوانے کے لئے ہماری گھر کے پاس بھیجا۔ انھوں نے سوچا بھائی عینی کو دیکھتا چلو۔ ہمارے بابا کی حالت زیادہ خراب تھی آپ انکی خدمت کرنے بیٹھ گئے۔ رات ہوگئی جب گھر واپس گئے تو اہلیہ نے کہا وہ سامان دن میں نہیں لائے؟ آپ نے سر جھکا کر جواب دیا۔ بھائی عینی کی طبیعت زیادہ خراب تھی میں بھول گیا وقت کا دھیان ہی نہیں رہا۔

ہم بہنیں بھی ۱۳ر رجب، ۳ر شعبان یا نو ربیع الاول آنے کو ہوتی تو بھائی ببّن (شاکر صاحب کا گھریلو نام) سے قصیدہ کہنے کی ضد کرتے۔ ایک مرتبہ انکو ہم بہنوں نے اتنا پریشان کیا کہ جس کا اظہار کچھ اس طرح ہوا میں صرف ۶۔ ۷ سال کی تھی تو مجھ کو قصیدہ لکھ کر دیا

Scanned by CamScanner

آتی ہے رجب کی تیرہ جب، ہوتا ہے قصیدہ جّن کا
اور عین محمد کے بچے، کھاتے ہیں بھیجا بنّن کا

شاید انکی سرپرستی کا نتیجہ ہے کہ آج خدا کا شکر ہے میں خود اپنا کلام ہر محفل میں پڑھا کرتی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ۱۹۷۹ء میں، میں نے پہلی مرتبہ زبانی مجلس پڑھنی شروع کی تو سب سے پہلے بھائی بنّن کو ہی سنائی۔ نئے نئے نکتے نکال کر لکھ کر انھیں دکھائے تو انھوں نے ہماری امی سے کہا کہ بھابی جی اب یہ ضرور مجلسیں پڑھ سکے گی۔ کبھی کسی غلطی کو ٹھیک بھی کیا اور کبھی کچھ لکھ کر بھی دیا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ امروہہ میں زبانی زنانی مجلس پڑھنے کی ابتدا انھیں استاد کی بدولت ہوئی۔

۱۹۸۰ء میں، میں نے ایک چاک وکھریا کی ضریح بنانی شروع کی۔ جس کے بننے میں تقریباً ڈیڑھ سال لگا۔ بھائی بنّن روزانہ آکر دیکھتے اور بہت خوش ہوتے جب وہ بن کر تیار ہوئی تو اس ضریح کے چاروں اطراف میں پنسل سے آیات لکھنے کا کام بھائی بنّن نے ہی کیا۔ بعد میں میں نے اس پر رنگ کر کے تیار کیا۔ اسطرح انکی خوشخطی اس ضریح مقدس پر نمایاں ہے جو لکھنؤ کے چھوٹے امام باڑے میں موجود ہے۔

آخر میں میں اس پر پشیمان ہوں کہ میں نے ہمیشہ مولانا شاکر صاحب کو بھائی بنّن کیوں کہا؟ جبکہ وہ اتنے بڑے عالم تھے۔ یہ ہماری کم بینی تھی اور بھائی بنّن کی انکساری تھی کہ انھوں نے ہم کو جھیلا۔ خدا انکو جنت اعلیٰ میں مقام نصیب کرے۔ آمین۔ بھلا میری دعا تو کس قابل ہے بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ پروردگار جنت کا ہر دروازہ انکے لئے کھول دیگا کہ جدھر سے چاہو آؤ۔ کیونکہ وہ نیکیوں کا مجسمہ تھے۔ وہ ہمارے بیچ نہیں رہے مگر انکے کارنامے ہمیشہ رہیں گے۔

جس رنگ میں انکو دیکھنا ہو، ہے سب سے کہنا جّن کا
ہو علم و ہنر یا شعر و سخن، ہوتا ہے چرچا بنّن کا

Scanned by CamScanner

منظومات

Scanned by CamScanner

خدا حافظ

جناب شمیم امروہوی

بندۂ بے بدل ہوا رخصت
عالمِ باعمل ہوا رخصت

مصحفی شہر کا وہ باشندہ
فکر و فن کا چراغِ تابندہ
فاطمی نسل کا نمائندہ

بندۂ بے بدل ہوا رخصت
عالمِ باعمل ہوا رخصت

غم زدہ سوگوار ڈھونڈتے ہیں
زندگی کی بہار ڈھونڈتے ہیں
چہرۂ باوقار ڈھونڈتے ہیں
ہے کہاں شہریار ڈھونڈتے ہیں

وہ نئی درسگاہ میں پہنچا
مصطفےٰ کی پناہ میں پہنچا

نکتہ داں بھی وہ نکتہ پرور بھی
وہ مفسر بھی اور مفکر بھی
شاعر و خوش بیاں مقرر بھی

Scanned by CamScanner

منطق و فلسفہ کے ماہر بھی
آئینہ بھی تھا آئینہ گر بھی

نجم ملت کی فکر کا پارہ
ناظمیہ کی آنکھ کا تارہ

مرحلہ وار زندگانی میں
صَرف کی عمر پاسبانی میں
ضعف پیری میں نوجوانی میں
اک بہاؤ تھا بہتے پانی میں
فرق آیا نہ کچھ روانی میں
منفرد تھا سرائے فانی میں

گھر بدلنا تو کوئی بات نہیں
ختم ہو جائے وہ حیات نہیں

شان مرحوم بندگی تسلیم
حسن اخلاق مرکز تعلیم
خاکساری عروج ذات سلیم
نصِ قرآن بردبار و حلیم
شکر شاکر برائے ربِ کریم
صلۂ زندگی با تکریم
مرحمت ہوگئی بہشت نعیم

بندۂ بے بدل خدا حافظ
عالمِ با عمل خدا حافظ

Scanned by CamScanner

نظم تعزیت

مولانا اصغر اعجاز قائمی جلالپوری
ممتاز الافاضل

غیر ممکن ہے شرف اب اس سے بڑھ کر علم قدر داں قرآں میں ہے خلاق اکبر علم کا
امتحان علم میں آدم ہوئے کیا کامیاب ناز اٹھاتا ہے مسلسل چرخ اخضر علم کا
سیل طوفان حوادث میں وہ کیسے ڈوبتی آدم ثانی کی کشتی میں تھا لنگر علم کا
آتش نمرود بنتی کیوں نہ خلت کا چمن کر رہے تھے ورد وہ شعلوں کے اندر علم کا
فرش گیتی پہ کوئی بوجہل پھر پیدا نہ ہو نور پھیلاتے تھے مکہ میں پیمبر علم کا
از محمد تا محمد سلسلہ در سلسلہ ہر کوئی تھا زیست میں بے مثل پیکر علم کا
رفتہ رفتہ علم جب شاکر کی صورت میں ڈھلا چاند روشن ہو گیا فرش زمیں پر علم کا
اس کے ماتھے کی لکیروں میں تھا روحانی اثر اس کا چہرہ تھا کہ تھا پُر کیف منظر علم کا
کر لیا تھا کسب جو قدرت کی دانشگاہ سے معرفت سے ہر سبق تھا اس کو ازبر علم کا
لو لگا کر باب شہر علم سے وہ رات دن کھولتا تھا مسند تدریس پر در علم کا
زندگی بھر کی در حیدر کی دریوزہ گری تھام کر شاکر نے دامان مطہر علم کا
ہاتھ سے چھوڑی کبھی اس نے نہ قرآن کی روش مسند تدریس ہو یا اوج منبر علم کا
اپنے طرز نو سے دیکر شرح سلّم کے دروس اس نے دکھلایا ہمیں زینہ برابر علم کا
علم ہیئت ہو کہ ہو اسفار کی بحث دقیق ہر محاذ فن پہ وہ رکھتا تھا جوہر علم کا
بانٹتا تھا حاصل مصدر کے ایمانی گہر تھام کر ہاتھوں میں وہ دامان مصدر علم کا
سلسلہ در سلسلہ جاری رہے گا اس کا فیض وہ تھا جب تعلیم کے قرآں میں کوثر علم کا

Scanned by CamScanner

ناظمیہ کے در و دیوار ہیں اس کے گواہ چہل دو سال اس نے چھلکایا ہے ساغر علم کا
فکر نو سے کر کے ترتیب نصاب حیدریؔ نونہالوں کو پنہایا اس نے زیور علم کا
خود ہی الظفرہؔ علی الطفرہ کی یہ آواز ہے دور قحط علم میں وہ تھا سمندر علم کا
چاند کی رویتؔ میں اس نے راز یہ واضح کیا کیسے تعین افق کرتا ہے رہبر علم کا
دے گیا شرح وجیزۃؔ جیسی لا ثانی کتاب وہ حدیثوں کے صدف میں رکھ کے گوہر علم کا
ہے یہ اس کی حکمت نظری کا اک عملی ثبوت شرح شمسؔ بازغہ ہے ایک دفتر علم کا
شرحؔ قرآں وہ حدیثوں کی زبانی کر گیا یوں سنوارا اس نے گیسوئے منبر علم کا
نور علم مصطفےٰ وہ بھر کے تخلیقات میں کر گیا ہر لفظ کو مہر منور علم کا

Scanned by CamScanner

برانتقال پُر ملال مولانا سید محمد شاکر طاب ثراہ

جناب مشتاق لکھنوی

تو نے دنیا سے منھ جو پھیرا ہے ... علم کے شہر میں اندھیرا ہے
اس کو سورج بنا دیا شاکر ... تو نے جسکو پڑھا دیا شاکر
علم کی داستان روتی ہے ... مدرسوں کی زبان روتی ہے
ذکر انعمت سے ہوا معلوم ... ہے ترے پاس نعمتوں کا ہجوم
چہرے سے ہوتی تھی عیاں تفسیر ... تو جو پڑھتا تھا آیۂ تطہیر
ہر طرف روشنی دکھائی دے ... نسلِ آلِ نبیؐ دکھائی دے
دے بیاں سیدہؑ کا ڈیوڑھی پر ... کر دے پھر شرحِ سورۂ کوثر
کس سے تعلیم لے کے گھر جائیں ... تشنۂ علم اب کدھر جائیں
ذکرِ سرورؑ تلاش کرتا ہے ... تجھ کو منبر تلاش کرتا ہے
غم سرورؑ کے جگنوؤں میں ملی ... کربلا تیرے آنسوؤں میں ملی
جان و دل غم میں شہؑ کے کھوتا تھا ... تو مصائب میں خود بھی روتا تھا
علم کے باب تجھ کو ڈھونڈتے ہیں ... تیرے احباب تجھ کو ڈھونڈتے ہیں

Scanned by CamScanner

نظم تعزیتی بہ ارتحال عالم ربّانی، معلم لاثانی، فیلسوف عصر

مولانا سید عالم مہدی رضوی

زیدپوری

عارف حق، متشرع و معلم ماہر — نازشِ مسند عرفان محمد شاکر
فلسفے میں انہیں حاصل تھی مہارت ایسی — سارے مفہوم و مطالب پہ تھے حاوی حاصر
انکی تحریر ہے الظفرہ علی الطفرہ جو — علم کا انکے تبحر ہوا اس سے ظاہر
علم معقولی تھا تو عقل سے بس کام لیا — لکھ کے الظفرہ ہوئے مسئلے پر وہ ظافر
علم ھیئت میں لکھی چاند کی رویت پہ کتاب — جس سے ثابت ہوا اس علم میں بھی تھے ماہر
تھا ادب میں یہ طولیٰ انہیں حاصل تو جبھی — سب کتابیں لکھیں عربی میں بہ طرز حاضر
تھا انہیں شعر و سخن کا بھی کما حقہٗ ذوق — لکھے اشعار بھی عربی میں بہ نوعِ فاطر
علم منقول میں لکھی ہے درایۃ پہ کتاب — یعنی اس علم میں بھی انکی نظر تھی ناظر
کی جو کافی کی احادیث سے تطبیق کتاب — لکھی تفسیر مجلّیٰ بہ مذاق وافر
کتنے اوصاف حمیدہ کے وہ حامل بھی تھے — وہ تواضع جو تکبر کا بنا تھا کاسر
سادہ جاں سادہ بیاں سادہ وضع سادہ لباس — بزم میں دیکھا انہیں ایسے ہی حاضر ناظر
مولد و منشاء تھا امروہہ شفاعت پوتہ — پر تصنع سے بہت دور مزاج خاطر
ناظمیہ میں پڑھا اور پڑھایا بھی وہیں — ساٹھ سالہ جو ہیں خدمات نہیں ہیں قاصر
درس و تدریس ہی میں وقف کیا اپنا وجود — عمر بھی ہو گئی اس وقف میں انکی آخر
آخرش پیک اجل نے جو صدا دی انکو — ہو گئے بزم ائمہ میں وہ فوراً حاضر
جسم تو قبر میں ہے روح ائمہ کے قریں — ہے جبھی لوح معطر کہ بنی جاں عاطر

تھی عقیدت تو یہ ابیات لکھیں جب عالم
واسطے انکے تجھے بخش دے ربّ غافر

Scanned by CamScanner

تاریخ وفات منظوم

مولانا محمد حسنین صاحب
استاد جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ

بارالہا! چہ شد؟	غمزدہ گردوں چرا؟
سوگ نشیں اقربا	ماتمی اہل ولا
داعی دین مبین	حامی مستضعفین
صاحب جود و سخا	کرد بہ فردوس جا
فکر چوں الماس کرد	این ندا آمد ز غیب
اہل عطا، رہنما	رفت بدار لبقا
۲۹۶،۱۱۶	۱۰۲۱ ۱۴۳۳
محترم و راہنما	رفت بدار البقا
۲۹۷_۶_۶۸۸	۱۰۲۱ ۲۰۱۲

تاریخ وفات منظوم

ہر عاشقِ پیمبرؐ و حیدرؑ اداس ہے
شہر عزائے شاہؑ کا ہر گھر اداس ہے
اک عالم جلیل و مقدس نہیں رہا

Scanned by CamScanner

شہر علوم آل پیمبرؑ اداس ہے
خونبار ہے سمائے اصول و کلام و فقہ
ویراں ہے رات، ہر مہ و اختر اداس ہے
''ہیئت'' کی شکل دیکھ کے خاموش ہے''بیاں''
قاضی کا اور صدرا کا دفتر اداس ہے
مسجد ہے سونی سونی، عزا خانہ نوحہ خواں
محراب کو سکوت ہے، منبر اداس ہے
سکتے میں درسگاہ ہے ،طلا ب مضطرب
اک ایک شہر علم کا منظر ادا س ہے
کس کی نظر لگی چمن ِ ناظمیّہ کو
ہر غنچہ اور ہر ایک گل تر اداس ہے
دیں کی سپاہ کا ہراک افسر ہے غمزدہ
الماسؔ گویا سارا ہی لشکر اداس ہے

قطعہ

صاحب شوکت و اقبال محمد شاکر
مورد رحمت و افضال محمد شاکر
عُسر میں یُسر میں،شدت میں رخا میں الماسؔ
اپنے رب کے تھے بہرحال محمد شاکر

Scanned by CamScanner

تعزیتی مسدس

جناب نوشہ امروہوی

دوستی کی شفقتوں کے سلسلے جاتے رہے
ہو کے خوش ہم سے جو ملتے تھے گلے، جاتے رہے
پست ہمت ہو گئی سب ولولے جاتے رہے
دھڑکنیں کہتی ہیں دل کے حوصلے جاتے رہے
آج ساری دلکشی دِن کے اجالوں سے گئی
ہو گئی گل شمع ہستی لو چراغوں سے گئی

ہو گئے مسمار سارے آرزؤں کے محل
ہو گئے پژ مردہ دریائے مسرت کے کنول
سونا سونا سا نظر آتا ہے ایوانِ عمل
وقت پیدا کر نہ پائے گا کوئی انکا بدل
پنجۂ دامِ اجل میں زندگی پھر آگئی
دھوپ غم کی ، اک کلاہِ زیست کو پگھلا گئی

ذہن کی پاکیزگی میں طاہرو اطہر تھے وہ
تھے نظارے جنکے دم سے وہ حسیں منظر تھے وہ
تھے شہنشاہِ خطابت زینتِ منبر تھے وہ
یعنی میدانِ ادب میں مردِ قد آور تھے وہ
آنسوؤں میں تھی طہارت زینبؑ دلگیر کی
لفظ تھے نہج البلاغہ کے ثنا شبیرؑ کی

Scanned by CamScanner

خادمِ حسنینؑ و زہراؑ تھے غلامِ بو ترابؑ
چرخِ علم و فن پہ جلوہ گر تھے مثلِ آفتاب
صرف و نحو اور فلسفے کے تھے درخشاں ماہتاب
زیب دیتا تھا انھیں کو صرف علامہ خطاب

صبر کا ملبوس پایا حق سے صابر ہو گئے
شکر کے سجدے کئے اتنے کہ شاکر ہو گئے

آئینے سکتے میں ہیں ساری فضا خاموش ہے
زہرِ غم پی پی کے ہر لحہ یہاں مدہوش ہے
ایسا لگتا ہے کہ اب تو ہر خوشی رو پوش ہے
روتے روتے کائناتِ زندگی بے ہوش ہے

بادلوں میں تھک کے شل ساون کے بازو ہو گئے
ہوگئیں پتھر کی آنکھیں خشک آنسو ہو گئے

مدرسہ درسِ شریعت کا رہی انکی حیات
تھیں نمونہ قوم و ملت کے لئے انکی صفات
ان سے سیکھے ہیں جہاں نے علمِ منطق کے نکات
ہاں فقیہِ دین حق تھی حضرتِ شاکر کی ذات

باغِ علم و فن کی نوشہ آبیاری بھی گئی
تاج بھی سر سے گیا اور تاجداری بھی گئی

Scanned by CamScanner

قطعات

جناب عشرت لکھنوی

علم و دانش کے باب تھے شاکر
ہر ادا سے جناب تھے شاکر
جس کا ہر ورق طلائی تھا
وہ سنہری کتاب تھے شاکر

ہیں جسکے سیکڑوں شاگرد علم سے سرشار
اسی معلم اعظم کا آج چرچہ ہے
نہ ہوگی علم سے خالی کبھی زمین ادب
وہ سو گیا ہے تو بیدار اس کا بیٹا ہے

جو ہے بصیر کریگا وہ قدر شاکر کی
جو کور چشم ادب ہے وہ کیسے دیکھے گا
کھلی کتاب ہے کردار آپ کا شاکر
قلم میں دم ہے تو ہر آدمی یہ لکھے گا

قطعہ تاریخ

عالم و فاضل، قاریٔ قرآن، عابد و زاہد تھے
روز محشر پیش پیغمبر اچھی جزائیں بھی ہونگی
خلد میں رہنے والے استقبال کریں گے آکر
شاکر نقوی باغ جناں میں آجائیں گے جب بھی

۲۰۱۲ء

Scanned by CamScanner

قطعہ تاریخ وفات

مولانا سید محمد رضا صاحب
ساجدؔ زید پوری، لکھنؤ

جس کو ہوئے علومِ ولیٔ خدا نصیب
دونوں جہاں میں اس کو ملا ہے بڑا نصیب
دنیا میں ہاتھ چومنے بڑھنے لگے ہیں لوگ
جنت میں ہوگا قرب شہ کربلا نصیب
وہ ساری عمر دین کی خدمت میں منہمک
مر کر گیا نہ پوچھو ہوا کیا سے کیا نصیب
ساجدؔ یہ سالِ فوت پکارا ہے بر ملا
شاکرؔ بہشت آج ہوا ہے ترا نصیب

Scanned by CamScanner

نظم تعزیتی در صنعت توشیح

آہ! مولانا محمد شاکرؒ

حسن مجتبیٰ واحد امروہوی

(آہ)

آ۔ آج پھر اک افتخار علم و حکمت چلدیا
آج پھر اک غمگسارِ قوم و ملت چلدیا

ہ۔ ہو گئے ویران شہر علم کے سب بام و در
شہر سے وہ عالمِ درسِ ہدایت چلدیا

(مولانا)

م۔ مسند تدریس سے برسوں جو وابستہ رہا
جو ادا کرتا رہا اجر رسالت چلدیا

و۔ وہ بیاسی سال سے خادم تھا اہلبیت کا
جو خموشی سے کیا کرتا تھا خدمت چلدیا

ل۔ لوگ کہتے ہیں وہ رکھتا تھا فرشتوں کی صفت
جو فرشتہ تھا، مگر انساں کی صورت چلدیا

ا۔ اے کہ اس کی ذات تھی گہوارۂ علم و ادب
بانٹتا تھا علم کی ملّت کو دولت چلدیا

Scanned by CamScanner

ن۔ نام تھا جس کا محمد اور شاکر تھی صفت
نام پر جس کے تھی نازاں مولویت چلدیا

ا۔ انکساری، خاکساری، عاجزی، دریادلی
جس کی رگ رگ میں سمائی تھی شرافت چلدیا

(محمد)

م۔ مرضیٔ معبود پر شاکر رہا کرتا تھا وہ
جو نہ کرتا تھا امانت میں خیانت چلدیا

ح۔ حق ادا کرتا رہا جو دین کی تبلیغ کا
جو ادا کرتا رہا فرض عبادت چلدیا

م۔ مسجد عشق محمدؐ میں گزاری زندگی
جس کو تھی آلِ محمدؐ سے مودت چلدیا

م۔ مجلس غم ہو کوئی یا محفل مدح و ثنا
جس کے دم سے تھی عزاخانوں کی زینت چلدیا

د۔ دیر تک رویا کریں گے اس کو اب اہل وطن
معنیٔ جود و سخا، فہم و فراست چلدیا

(شاکر)

ش۔ شہر امروہہ ہو یا ہو سرزمین لکھنؤ
قوم کو ہر لمحہ جس کی تھی ضرورت چلدیا

Scanned by CamScanner

ا۔ اُس پہ ہیں اللہ کے افضاؔل بھی اقباؔل بھی

اُن پہ جو کرتا رہا شکرانِ نعمت چلدیا

ک۔ کب تھی شہرت کی تمنا، خواہش نام ونمود

جس کے قدموں میں رہا کرتی تھی شہرت چلدیا

ر۔ رہ گیا واحؔد زمانے میں بس اُس کا تذکرہ

وہ شِفاعت کی سند لے، سوئے جنت چلدیا

آہ! محمد شاکرؒ

Scanned by CamScanner

گلہائے عقیدت

جناب متینؔ امروہوی

نئی دہلی۔13

کوئی اب دوسرا شاکرؔ یہاں پیدا نہیں ہوگا
اگر ہوگا تو علم و فن میں وہ ایسا نہیں ہوگا

فصاحت میں، بلاغت میں، خطابت میں، تلاوت میں
بہت ہوں گے مگر ثانی کوئی اس کا نہیں ہوگا

نگاہیں اُس کو ڈھونڈیں گی سرِ محفل سرِ محفل
مگر محفل میں وہ کھلتا ہوا چہرہ نہیں ہوگا

ولی کو ہی ولی پہچانتا ہے ہر زمانے میں
وہ کیا سمجھے گا اُس کو جو پڑھا لکھا نہیں ہوگا

بصیرت سے جو دیکھے گا نظر آجائے گا اُس کو
کسی نے اُس کو آنکھوں سے اگر دیکھا نہیں ہوگا

قلمکاروں سے کہتا ہے قلم اُس کا یہ دعوے سے
کسی سے بند کوزے میں وہ اب دریا نہیں ہوگا

ملا تھا جو متینؔ اُس کو وہاں مولاؑ کی نسبت سے
مقام ایسا کسی نے خلد میں پایا نہیں ہوگا

Scanned by CamScanner

نذرانۂ عقیدت

جناب شان حیدر بیباکؔ امروہوی
سابق لکچرر آئی۔ ایم انٹر کالج، امروہہ

یہ مانا ہم نے شاکر کم سخن تھے — درونِ ذات لیکن انجمن تھے
عیاں ہے صاف طرزِ زندگی سے — کہ بے شک وہ غلامِ پنجتن تھے
عروجِ علم کے ساتھ انکساری — یقیناً مظہرِ خلق حسن تھے
بھلا اس سے بڑا اعزاز کیا ہے — کہ شاکر پیروِ شاہ زمن تھے
عیاں رخ سے متانت اور شرافت — عبادت، زہد و تقویٰ پیرہن تھے
خلوص و خلق و قربانی کے جذبے — طبیعت میں چمن اندر چمن تھے
ہے اُنکا نام اسمِ با مسمّیٰ — وہ صبر و شکر کرتے تھے مگن تھے
ادیب و شاعر و بے مثل عالم — حقیقی ذاکرِ شاہِ زمن تھے
کلامِ حضرت شاکر ہے شاید — وہ فخر و نازشِ اہل سخن تھے
کیا ہے نام امروہہ کا روشن — وقار و عزت و شانِ وطن تھے
ہیں اہل لکھنؤ غمگین و مضطر — جہاں مدت سے وہ جلوہ فگن تھے
گئے بیباکؔ اب جنت میں شاکر — وہ اب تک رہروِ راہِ عدن تھے

Scanned by CamScanner

عالم باعمل

جناب حسن امام حسنؔ امروہوی

مصرع برمحل عالم باعمل
رکھتے تھے بے پناہ علمیت کی نگاہ
خالق لم یزل اسکو آئی اجل
ذات میں درسگاہ ہوئے رخصت وہ آہ
عالم بے بدل
قلب بسمل سنبھل
عالم باعمل
عالم باعمل

علم کی روشنی مقصد زندگی
ذاکر شاہ دیں شہر کے نازنیں
کتنی سنجیدگی عاجزی سادگی
خلد میں ہیں مکیں سوئے زیر زمیں
زیست کا ماحصل
کیسی آئی اجل
عالم باعمل
عالم باعمل

نام شاکر حسین قوم کی زیب وزین
عاشق کبریا نازش اتقیا
ذاکر مشرقین دل زہرا کا چین
عالم بے نہا ہم سے رخصت ہوا
لے لیا عزّ وجل
ہے غم جاں گسل
عالم باعمل
عالم باعمل

افتخار جہاں کتنے شیریں بیاں
علم سے مالا مال شخصیت بے مثال
علم کے پاسباں تھے فقیہ زماں
باہنر باکمال کتنے شیریں مقال
عالم بے بدل
آگئی کیوں اجل
عالم باعمل
عالم باعمل

Scanned by CamScanner

کر رہے ہیں دعا دے ہمیں کبریا

حق نگر حق نما کردے یارب عطا

انکا نعم البدل

عالم باعمل

زینت انجمن ماہر علم وفن

تاجدار سخن کہتے تھے جو حسن

منقبت اور غزل

عالم باعمل

Scanned by CamScanner

قطعات

جناب پرچم امروہوی

کیسا چہرے پہ نور تھا اُنکے
آنکھ ہر وقت مسکراتی تھی
لب پہ نامِ حسین آتے ہی
غم کے دریا میں ڈوب جاتی تھی

وہ منتظر تھے اسلئے اجلت میں لے گئے
ڈائریکٹ سب ملک انھیں جنت میں لے گئے
جنت میں بھی بغیر رکے احترام سے
مولائے کائنات کی خدمت میں لے گئے

غم کا کس طرح اظہار محمد شاکر
آپ تھے علم کے مینار محمد شاکر
قوم کو ملنا ہے دشوار محمد شاکر
آپ جیسا کوئی غمخوار محمد شاکر
روشنی علم کی پھیلائی زمانے بھر میں
آپ تھے گنبدِ انوار محمد شاکر
آپ کے غم میں سبھی اپنے عزیزوں کے سوا
رو رہے ہیں در و دیوار محمد شاکر
ساتھ میں اشکوں کے نکلے جو دل پرچم سے
نذر ہیں آپ کی اشعار محمد شاکر

Scanned by CamScanner

آہ۔ مولانا شاکر

جناب سکندؔر امروہوی

دل پھٹا جاتا ہے ہائے آج یہ کیا ہو گیا
ایک عالم تھا وہ گہری نیند میں کیوں سو گیا

علم کا گہرا سمندر دور تک پھیلا ہوا
وہ درِ نایاب بنکر اس جہاں سے کھو گیا

کیسا سادہ لوح کرداروں کا وہ سرتاج تھا
چھوڑ کر دنیا اچانک وہ تو جنت کو گیا

نیک خو وہ نیک طینت اور پھر سادہ مزاج
علم کے باغات ہوں وہ بیج ایسا بو گیا

فلسفی ایسا کہ ہیں حیران سب اہلِ ہنر
علم کے گنج خطیروں کو وہ جیسے ڈھو گیا

قوم کو اس کی ضرورت تھی ابھی تو بالیقیں
کیوں اچانک ہائے دانشمند وہ ہیرو گیا

کیا بھلا میں کیا سکندؔر اس کے بارے میں لکھوں
دور تک اندھیر ہی اندھیر ہے وہ جو گیا

Scanned by CamScanner

قطعات

جناب شادابؔ امروہوی

ان کا کردار یہ بتاتا ہے
آدمی با کمال تھے شاکرؔ
حسن و اخلاص و مروت میں
آپ اپنی مثال تھے شاکرؔ

☆☆☆☆☆☆

ذکر اپنوں کا کیا شاداب
وہ تو غیروں سے پیار کرتے تھے
نام شاکر تھا اس لئے بھی وہ
شکرِ پروردگار کرتے تھے

Scanned by CamScanner

عالم باعمل

محسن نقوی امروہوی
لکھنؤ

اہلِ دانش کا ہے یہ فرمانا
مجلسِ شہ میں با وضو آنا

ہے یہاں پر طہارتوں کا ہجوم
ہے یہ عباسؑ کا عزا خانا

جس کی مجلس میں آپ بیٹھے ہیں
تھا وہ سرور کا ایسا دیوانا

جب بھی آتا تھا لب پہ نامِ حسینؑ
اس کی فطرت تھی اشک برسانا

پرُسہ دیتا تھا سیدہؑ کو وہ
خوں کے اشکوں کا دیکے نذرانا

اس کی عظمت کو جس نے پہچانا
اس کے لب پر ہے فطرتاً آنا

چاہتے ہو گر ثواب مجلس کا
مرنے والے کی روح کو پہنچانا

عالمِ باعمل کی مجلس کو
عالمِ باعمل سے پڑھوانا

نا گہاں قبر سے آئی یہ صدا
باپ نے گویا کہ بیٹے سے کہا

جو بھی آئے ہیں لوگ مجلس میں
سب کو میرا سلام کہہ دینا

بعد پھر اسکے شکریہ کے ساتھ
آخری یہ پیام کہہ دینا

اے میری جائے ولادت مقام امروہا
سلام تجھ پہ ہزاروں سلام امروہا

جہاں کی مٹی سے خوشبوئے کربلا آئے
ہے اس مقامِ معظّم کا نام امروہا

Scanned by CamScanner

عظمتوں کا نشان تھے شاکرؔ
ذکرِ سرور پہ ہچکیاں انکی
علم کا آسمان تھے شاکرؔ
اب بھی دل پاش پاش کرتی ہیں
فخرِ امروہا و لکھنؤ ہی نہیں
جب بھی ہوتی ہے مجلسِ شبیرؑ
فخرِ ہندوستان تھے شاکرؔ
انکو نظریں تلاش کرتی ہیں

وہ نسل کا طاہر تھا مظاہر جیسا
ذاکرِ شاہِ کربلا کے لئے
باطن بھی جھلکتا رہا ظاہر جیسا
حکم پہنچا ملک کو تم جاؤ
کردار میں گفتار میں جرأت میں وہ محسنؔ
منتظر سامعین بیٹھے ہیں،
لگتا تھا حبیب ابنِ مظاہر جیسا
محمد شاکر کو خلد میں لاؤ

گل ہوا جب چراغِ علم و ادب
سب بہت روئے محمد شاکر
بولی تاریخ سنِ ہجری میں
خلد میں سوئے محمد شاکر

۱۴۳۳ھ

Scanned by CamScanner

تعزیتی نظم

مولانا سید زاہد حسین صاحب، ممتاز الافاضل

شعبہ دینیات شیعہ، اے۔ایم۔یو۔علیگڑھ

حجت طراز صاحب حکمت چلے گئے منطق میں جن کی خوب تھی شہرت چلے گئے

تطہیر کے لبوں پہ ہے نوحہ اسی لئے وہ پاسدار شان طہارت چلے گئے

خلق رسولؐ و خلق حسنؑ کے طفیل میں کرتے تھے جو سبھی سے محبت چلے گئے

نوک قلم، لسان صداقت بیان سے کرتے ہوئے وہ دیں کی حمایت چلے گئے

عالم تھے مجتہد تھے مفکر ادیب تھے کرتی تھیں جن کی عزتیں عزت چلے گئے

طوبیٰ کے نیچے ساقی کوثر کے ہاتھ سے کوثر پہ لینے جام ولایت چلے گئے

خلد بریں میں حور و ملائک کے درمیاں قائمؑ کا کرنے جشن ولادت چلے گئے

تا عمر کرکے شکر کے سجدے خلوص سے شاکر بتا کے اوج عبادت چلے گئے

سارے جہاں کی دل سے بھلا کر محبتیں لے کر علیؑ کی دل میں محبت چلے گئے

جنت کے اشتیاق میں تھے اتنے مضطرب جیسے ملی خدا سے اجازت چلے گئے

منطق ہو فلسفہ ہو ادب ہو کہ ہو کلام ہر علم میں تھی جن کی مہارت چلے گئے

سلطانیہ ہو ناظمیہ ہو کہ واعظین رہتی تھی جن کی سب پہ عنایت چلے گئے

باطل کو تھی نہ سامنے جرآت کلام کی رخ پر لئے وہ ایسی جلالت چلے گئے

ذی احترام سارے اساتیذ ہیں مگر جن کی عیاں تھی سب پہ فضیلت چلے گئے

مطلق نہ جن کے دل میں تھی شہرت کی آرزو جن کو تلاش کرتی تھی شہرت چلے گئے

اب حشر تک اٹھاتے رہیں ناز مدرسے یوں کر کے دینیات کی خدمت چلے گئے

Scanned by CamScanner

درس عمل سے اپنے بیالیس سال وہ　　دین خدا کی کرکے اشاعت چلے گئے

تجرید فن کے شرح مطالب کے ساتھ ساتھ　　وہ دے کے الوجیزہ کو وسعت چلے گئے

درس عمل سے اپنے بیالیس سال وہ　　دین خدا کی کرکے اشاعت چلے گئے

تجرید فن کے شرح مطالب کے ساتھ ساتھ　　وہ دے کے الوجیزہ کو وسعت چلے گئے

وہ شیخ مرتضٰی کی رسائل کی شرح میں　　بھر کر کمال علم رسالت چلے گئے

فقہ و اصول فقہ نہ ماتم کناں ہوں کیوں　　دنیا سے اعتبار فقاہت چلے گئے

شاگرد رو کے کہتے ہیں ان کے فراق میں　　ملتی تھی جن سے باپ کی شفقت چلے گئے

ہے ان کے غم میں مسند تدریس سوگوار　　وہ کر کے نشر علم نبوت چلے گئے

افضال مضطرب ہیں تو اقبال ہیں اداس　　بیٹوں کو دے کے وہ غم فرقت چلے گئے

ہر آن دین حق کی بقا کا رہے خیال　　زاہدؔ ہمیں وہ دے کے ہدایت چلے گئے

Scanned by CamScanner

پیغامات

Scanned by CamScanner

Dar-ul-Uloom Syedul Madaris — **دار العلوم سید المدارس**

Shafatpota, Amroha, Distt. J.P. Nagar — شفاعت پوتہ امروہہ ضلع جے۔ پی۔ نگر

Secretary: S. Qaiser Mobeen Naqvi, 09[illegible]22459

Principal: S. Ghulam Abbas Naqvi, Mob. [illegible]

Ref No ________ Date 7-7-2012

بسمہ تعالیٰ

جناب مولانا سید محمد [illegible]مال صاحب قبلہ

جناب عالی

عالم ربانی مفسر قرآن، استاذ الاساتذہ علامہ سید محمد شاکر صاحب طاب ثراہ کے سانحۂ ارتحال سے علمی دنیا کا وہ عظیم نقصان ہوا ہے جس کا مداوا بہت مشکل ہے۔

مرحوم کا درس و تدریس سے گہرا رابطہ تھا آپ نے نصف صدی سے زیادہ عرصے مسند درس کو زینت بخشی [illegible] باصلاحیت شاگردوں کو زیور علم و ادب سے آراستہ کرکے قوم کی عظیم خدمت انجام دی۔ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کے رشحات قلمی کو بھی اہم مقام حاصل ہے افسوس کہ ایسی عظیم ذات آج ہمارے درمیان نہیں رہی۔

مرحوم کی خبر رحلت پر مجلس منتظمہ اور اساتذہ کا ایک جلسہ تعزیت زیر صدارت ڈاکٹر مولانا سید محمد سیادت صاحب قبلہ سرپرست مدرسہ منعقد ہوا جس میں مولانا سید غلام عباس صاحب قبلہ (پرنسپل) نے مولانا مرحوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ جلسے کے آخر میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی گئی اور مدرسہ کی تعطیل کا اعلان کیا گیا۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ آپ کو اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

فقط

(قیصر مبین نقوی)

سکریٹری

دار العلوم سید المدارس امروہہ

Scanned by CamScanner

Regd. No. 176
ANJUMAN-E-RAZAKARAN-E-HUSAINI
(Regd.)
AMROHA-244221 (U.P.)
انجمن رضاکارانِ حسینی (رجسٹرڈ) امروهه

Ref. No.............. Dated 6/7/12

تعزیتی قرارداد

ممتاز عالم دین، خطیب بے بدل علامہ سید شاکر حسین صاحب مرحوم و مغفور اتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے انہوں نے اپنی خطابت سے اسلامی دنیا کو حضور اکرمؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی پرزور وکالت کی اور انجمن کامیابی حاصل کی۔

ان کی اچانک رحلت سے اسلامی دنیا میں جو خلاء پیدا ہوا ہے مدتوں پر ہونا ممکن نہیں ہے

انجمن رضاکاران حسینی کا یہ جلسہ اس پرزور اور غمگین حادثہ پر مرحوم کے پس ماندگان اور دیگر برادران اسلامی کی خدمت میں تعزیت پیش کرتی ہیں اور رب العزت میں دعاگو ہے کہ پروردگار عالم بہ طفیل محمد و آل محمد جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پس ماندگان کو صبر کرنے کی توفیق دے (آمین)

جلسہ کے اختتام پر اراکین انجمن نے برائے ایصال ثواب فاتحہ خوانی کی۔

خورشید حیدر زیدی
جنرل سکریٹری

منصبیہ عربی کالج میرٹھ

MANSABIA ARABIC COLLEGE, MEERUT

Ref. ____________________

Date. ____________________

بسمہ تعالیٰ

جلسۂ تعزیت

موت العالم موت العالم

عن امامنا ابی الحسن موسیٰ بن جعفر ؑ اذا مات المومن الفقیہ بکت علیہ الملائکۃ وبقاع الارض التی کان یعبد اللہ علیھا وابواب السماء التی کان یصعد باعمالہ وثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شئی لان المومنین الفقہاء حصون الاسلام کحصن سور المدینۃ لھا

آج مورخہ ۳ جولائی ۲۰۱۲ء مطابق ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بعد اسلام و المسلمین استاد الاساتذہ روح رواں جامعہ ناظمیہ لکھنؤ علامہ عصر سید محمد شاکر نقوی صاحب کے انتقال کی جانگداز اور ہوش ربا خبر سننے کے بعد منصبیہ عربی کالج میں الحاج سید شاہ عباس صاحب صفوی منیجر و متولی وقف منصبیہ کی زیر صدارت جلسہ تعزیت کا انعقاد کیا گیا آغاز جلسہ ثم مولوی مناظر حسین متعلم جامعہ منصبیہ کے ذریعہ تلاوت کلام ربانی سے کیا گیا بعدہ اساتذہ کرام مولانا اطہر کاظمی، محمد حیدر، محمد قاسم، شکیل اصغر، محمد باقر، صاحبان اور استاد مرحوم کے فرزندان روحانی مولانا عون محمد، مرغوب عالم عسکری، غلام عباس صاحبان نے مرحوم کی عالیقدر شخصیت سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار اس انداز میں کیا کہ شریعت اسلام اور مسائل حلال و حرام کے باغات اور علم و کمال کے اشجار مثمرہ کی آبیاری ہمیشہ زمانہ کے آئمہ ہدیٰ علیہم السلام اور علماء عظام سے ہوئی ہے جب ہم نے شجرہ علم و عمل کے ثمرہ، سالک صراط مستقیم صاحب عزت و بلندی چشم مجتہدین، آسمان تعلیم و تعلم کے ضوبار قمر برج فقاہت کے تابندہ اختر مکارم اخلاق کے پیکر معلم منطق و فلسفہ افادت کے مسند نشین سیادت کے بدر کامل استاد الاساتذہ علامہ عصر الحاج السید محمد شاکر نقوی طاب ثراہ کے سانحہ ارتحال کی خبر سنی کہ جس نے زندگی کی حلاوت کو دلوں سے صاف کر دیا خانہ صبر و طاقت کو ویران کر دیا اس سوزش درد و الم نے جگر کو پارہ پارہ کر دیا اور مومنین وطلاب وعلماء کے قلوب کو غم زدہ کر دیا یہ آفتاب علم طالبان علوم الٰہیہ کو تشنہ چھوڑ کر اور اپنی لازوال فیوض و برکات سے ہمیشہ کے لیے محروم کرکے دار بقا کے مغرب میں غروب ہو گیا اس جانگداز امر میں سوائے صبر جمیل کوئی چارہ نہیں ہے اعلی اللہ مدارجہ فی اعلی علیین و اسکنہ فی جوار آبائہ الطاھرین ۔ اختتام جلسہ پر استاد نا الاعلام کی روح پر فتوح کو دعائے رحمت و مغفرت کے ساتھ ایصال ثواب سے شاد مان کیا گیا اور علماء کرام کی خدمت میں تعزیت پیش کی گئی اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل واجر جزیل کی دعا کی گئی جلسہ میں تمام مدرسین وطلاب نے شرکت فرمائی

خداوند متعال ہم سب کو ان کی تعلیم اور فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض فرمائے بجاہ محمد و آلہ الطاھرین

عظم اللہ اجورنا واجورکم و جعلنا وایاکم من الصابرین (الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون)

منجانب منصبیہ عربی کالج ریلوے روڈ میرٹھ (یو۔پی)

MANSABIA ARABIC COLLEGE, RAILWAY ROAD, MEERUT. Ph.: 2525989

Scanned by CamScanner

جامعه عاليه جعفريه

Jamia Alia Jaferia

Nowgawan Sadat Distt. J.P. Nagar
U.P. (INDIA) PIN 244251

نوگانواں سادات ضلع جے۔پی۔نگر
یو۔پی۔ (انڈیا) ۲۴۴۲۵۱

Ref. No...............

Hujjul-ul-Islam Late **Syed Ammar Haider Abidi Najafi**
Founder of Esale Sawab Fund (Ex Manager)

Dated ۱۰ ار جولائی ۲۰۱۳ء

محترم المقام عالیجناب مولانا افضال حسین صاحب قبلہ پرنسپل منصبیہ عربی کالج

سلام علیکم،

انتہائی حزن وملال کے ساتھ عرض ہے کہ آپ کیلئے رحمت پروردگار یعنی پدر بزرگوار اور میرے مشفق ومہربان استاد الاساتذہ علامہ محمد شاکر صاحب قبلہ داغ جدائی دیکر سفر آخرت کی جانب رخصت ہوگئے۔ موت برحق ہے لیکن جسے بشر موت تصور کرتا ہے وہ تو مومن کیلئے حیات ابدی ہے۔ کسی بھی عزیز، ہمدرد محب کی رحلت پر صدمہ ہونا فطرت انسانی ہے۔ بشری کمزوری ہے۔ اس دردناک صدمہ میں پسماندگان کے ہمراہ احقر بھی شریک غم ہے۔ کیا کیا جائے مرضی معبود یہی تھی۔ اور شیدائیان خلد بریں بھی انکی خدمت سے مستفید تھے۔ لہذا آپ خود بھی صبر کا دامن تھامے رہیں اور اہل خانہ کو بھی صبر کی تلقین کریں۔ صبر کے علاوہ اور کوئی علاج غم دل بھی نہیں لیکن صبر بھی تائید الٰہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ اس کیلئے بارگاہ رب العزت میں طالب دعا ہوں۔

مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں انکی بیشمار خوبیوں اور صفات کا احاطہ ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ موصوف کی دینی، علمی وادبی خدمات سے نہ صرف طلبہ بلکہ اساتذہ وعلما بھی استفادہ حاصل کرتے رہینگے۔

ناظمیہ عربی کالج لکھنؤ کی ترقی وکامیابی میں مرحوم کی بیش قیمت کوششیں، دینی علمی وادبی خدمات یقیناً ناقابل فراموش ہیں۔ میری دعا ہے کہ بتصدق ائمہ علیہم السلام خداوند عالم انھیں اپنی جوار رحمت میں مرحمت فرمائے۔ آمین

مدرسہ ہذا میں بھی مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی مجلس سید الشہداء اور تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا اور انکی مغفرت کی دعائیں کی گئیں۔

فقط والسلام
شریک غم
سید کوکب مجتبیٰ عابدی

Principal.
Molana Syed Zillay Mujtaba
Abidi Najafi 09319290860

Manager:
Molana Syed Kokab Mujtaba
Abidi 09319290885

Scanned by CamScanner

I.M. Inter College, Amroha **आई०एम० इण्टर कालिज, अमरोहा**

امام المدارس انٹر کالج امروھہ (یو۔پی۔)

(A Minority Institution)

Ref. No .... Dated 07.7.2012

تعزیتی قرار داد

آج بتاریخ ۷ جولائی ۲۰۱۲ء امام المدارس انٹر کالج۔ امروہہ میں مجلس منتظمہ و اسٹاف کا ایک تعزیتی جلسہ ملک کے مشہور و معروف عالم دین مولانا سید محمد شاکر نقوی اعلیٰ اللہ مقامہ ساکن محلہ شفاعت پوتہ امروہہ کے سانحۂ ارتحال پر منعقد ہوا۔ جلسہ میں مولانا مرحوم کی علمی و ادبی خدمات کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے زندگی بھر تقریر و تحریر غرض ہر زاویہ سے دین کی خدمت کی۔ مرحوم برصغیر کی ایک مشہور درسگاہ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں ۱۹۵۱ء سے زندگی کے آخری ایام تک بحیثیت مدرس خدمت کرتے رہے۔ جلسہ میں مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے ایک سورہ فاتحہ پڑھی گئی اور دعا کی گئی کہ خداوند عالم بطفیل محمد و آل محمد مرحوم کو جوار آئمہ میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔ یہ جلسہ مرحوم کے جملہ پسماندگان و متعلقین و احباب سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔ خاص طور پر مولانا کے فرزندان مولانا سید افضال حسن صاحب و سید اقبال حسن صاحب سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

منجانب
مجلس منتظمہ و اسٹاف
امام المدارس انٹر کالج۔ امروہہ

بخدمت جناب
مولانا سید افضال حسن
پسر جناب مولانا سید محمد شاکر صاحب
محلہ شفاعت پوتہ۔ امروہہ

Azad Road, Amroha-244221 (J.P. Nagar) U.P.
email : imintercollege@yahoo.com imintercollegeamrohajpnagar@gmail.com imamulmadaris@gmail.com

Scanned by CamScanner

Aley Ahmed Girls Inter College

AMROHA (J. P. Nagar)

S. Rehan Ali Naqvi
Hony. Manager
R/o. Dost Ali House (Katkui)
AMROHA-244221
Ph. Resi. 62567

Date ۱۷/ جولائی سنہ ۲۰۰۳ء

تعزیتی جلسہ

آلِ احمد گرلس انٹر کالج، امروہہ کی مجلسِ منتظمہ کا ایک تعزیتی جلسہ بتاریخ ۱۷ جولائی ۲۰۰۳ء منعقد ہوا۔ جس میں مولانا سید محمد شاکر نقوی ساکن محلہ شفاعت پوتہ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت جناب سید مسرور علی نقوی ایڈوکیٹ صدر مجلس منتظمہ نے کی۔ جلسہ میں سید ریحان علی نقوی منیجر کالج ہذا نے مولانا مرحوم کی شخصیت پر روشنی ڈالی اور خراجِ عقیدت پیش کیا۔ مرحوم ایک عالم دین تھے۔ آپ نے تحقیقی کام بھی کیا۔ آپ کے انتقال سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

جلسہ میں مولانا مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے ایک سورہ فاتحہ پڑھی گئی اور دعا مانگی گئی کہ پروردگار بتصدق محمد و آل محمد مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ یہ جلسہ مرحوم کے جملہ پسماندگان، متعلقین و خاص طور پر مولانا کے برادران جناب ڈاکٹر سید محمد اقبال و مولانا محمد اقبال صاحب سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے۔

منجانب

مجلس منتظمہ آلِ احمد گرلس انٹر کالج
امروہہ

Scanned by CamScanner

S.A.R. Zaidi
General Manager (Finance)

مولوی محمد شاکر بحیثیت خاکہ نگار

میری پوسٹنگ بحیثیت سینیر ٹریژری آفیسر ضلع بدایوں میں تھی۔ مرحوم والد محترم حکیم سید احمد اصغر قلم سنبھلی کی نظم و نثر کی تصنیف کا مجموعہ قلم نمبر کی شکل میں جریدہ "لمحے لمحے" کے زیر انتظام طباعت کی تیاریوں میں تھا۔ ملک کے مایۂ ناز ادبا، نقاد اور تبصرہ نگاروں کے مضامین موصول ہو رہے تھے۔ میرے برادر بزرگ جناب سید شاہین رضا زیدی سینئر فوڈ افسر تشریف لائے ہوئے تھے اور قلم نمبر پر رائے مشورہ چل رہا تھا کہ میرے منجھلے بھائی ڈاکٹر عراق رضا زیدی پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ نے کہا کہ ابا مرحوم پر خاکہ بھی لکھا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے کسی ادیب سے گزارش کی جائے۔ ہمارے بڑے بھائی نے کہا کہ ابا مرحوم کا خاکہ صرف اور صرف مولوی محمد شاکر صاحب قبلہ ہی لکھ سکتے ہیں۔ انکی آواز پر ہم سب نے لبیک کہہ دیا اور بحکم محترم جناب مولوی شاکر صاحب قبلہ سے رجوع کیا جسکے لئے موصوف بخوشی تیار ہو گئے۔

صنفِ ادب میں خاکہ نگاری ایک مستقل فن ہے پھر کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یوں بھی نثر نگاری نظم کے مقابلہ ایک مشکل امر ہے۔ گو کہ مرحوم شاکر صاحب نظم و نثر دونوں میدانوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ہمارے وطن سنبھل ضلع بریلی سے آپکا گہرا تعلق تھا۔ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء تک لگاتار پانچ سال سنبھل میں ماہِ صیام کی عبادتوں اور قصبہ کی زینتوں میں اضافہ کرنیوالی شخصیت کو قصبہ کے سادات آج تک فراموش نہیں کر سکے۔ آپکی علمیت، سادہ لوحی، انکساری

Scanned by CamScanner

خوش اخلاق اور سیتھل کے اسی دور کے بزرگ سادات اور روساء سے والہانہ
محبت نے انہیں اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ وہ رشتہ جو سنہ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۷ء تک
قائم ہوا تھا اسکی جڑیں اتنی مضبوط تھیں کہ ۲۲ سال بعد سنہ ۱۹۸۰ء میں جب
موصوف دوبارہ ماہِ صیام میں مسجد حیدری کے پیش امام کے فرائض انجام
دینے کیلئے سیتھل پہنچے تو پورے قصبہ نے آپکا استقبال کیا۔

میرے والد مرحوم سے انکی قربتوں کا اندازہ آپکے اس مضمون سے لگایا جا سکتا
ہے جو قلم نمبر کے صفحہ ۱۶ تا ۲۱ طبع ہوا ہے۔ مضمون کا نام "مولوی احمد اصغر" ہے
یہ موصوف نے ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۹۹۷ء کو تصنیف کیا تھا۔ بحیثیت خاکہ نگار اس
مضمون میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ایک پختہ قلم کار خاکہ نگار
میں ہو سکتی ہیں۔ خاکہ نگاری ایک ایسا فن ہے جسمیں جس شخصیت کا
خاکہ لکھا جاتا ہے اسکی مکمل زندگی کا عکس آئینہ کے مانند خاکے میں
اتر آتا ہے۔ مولوی محمد شاکر صاحب مرحوم اس طرح آغاز کرتے ہیں۔

"مولوی! جی ہاں مولوی اگر فراری!! جیسے مولوی علی سردار جعفری
جیسے مولوی ظ انصاری جیسی انقلابیت۔ انقلاب نوازی مولویت کی
قید و بند برداشت نہ کر سکی"

خاکے کے اس پہلے ہی جملے سے محسوس ہوتا ہے کہ اردو ادب
کے کسی بہت بڑے ادیب کا اسلوب زبان ہے جو اتنا معیاری
ہے کہ اردو زبان و ادب میں اپنی پہچان آپ ہی ہے۔ اس ایک
جملے میں پوری تاریخ سمیٹ کر رکھ دینا مرحوم مولوی محمد شاکر
صاحب کیلئے بہت آسان ہے۔

Yamuna Expressway Industrial Development Authority
यमुना एक्सप्रेसवे औद्योगिक विकास प्राधिकरण
प्रथम तल, कॉमर्शियल कॉम्पलेक्स, पी 2, सैक्टर ओमेगा-1, ग्रेटर नोएडा 201 308 जनपद गौतमबुद्ध नगर (उ० प्र०)
दूरभाष 0120-2395151, 2395153 फैक्स 0120-2395150 वेबसाइट: www.yamunaexpresswayauthority.com

Scanned by CamScanner

آگے لکھتے ہیں ۔ " یقین کیجیے کہ میں نے اپنی زندگی میں اگر دھوکا کھایا ہے تو بس دو شخصیتوں کے سلسلے میں جن میں پہلی شخصیت ہے اپنے مولوی احمد اصغر کی تھی اور دوسری شخصیت جناب مولانا سید محمد طاہر صاحب قبلہ گونڈوی (پرنسپل مدرسہ مبارکہ عالیہ جعفریہ) کی "

زبان کا اسلوب اور سادگی کے ساتھ شخصیت کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا ایک پختہ قلم کار کی پہچان ہے جو ہر اعتبار سے مولوی مرحوم شاکر صاحب میں بدرجہ اتم موجود ہے ۔

خاکہ نگاری کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جس شخصیت کا خاکہ تحریر کیا جا رہا ہے وہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس شخصیت کو بنا دیکھے ہی مکمل شکل و شباہت اور مکمل کردار کی اجمالی صورت خاکہ پڑھنے والے کی آنکھوں کے سامنے ابھر کر آجاتی ہے ۔ اب میں جگہ جگہ سے کچھ اقتباسات تحریر کر رہا ہوں جس سے ناظرین اپنا نظریہ قائم کرسکیں گے اور مرحوم کی شخصیت بحیثیت خاکہ نگار ابھر کر سامنے آجائے گی ۔

" انکے ساتھ خود انکے مریدوں اور عقیدت مندوں کا ایک دستہ تھا وہ اگر اپنی گردن میں گیروا رنگ کی چادر ڈال لیتے تو مجھے بالکل یقین ہو جاتا کہ ما شاء اللہ سن یاس سے پہلے سنیاس لے لیا ہے "

آگے تحریر فرماتے ہیں

" بہر حال وہ اپنی زندگی کے ذریعہ یہ بات ثابت کرنے میں بالکل کامیاب رہے کہ عزت اور مقبولیت کا انحصار دولت پر نہیں بلکہ حسن کردار پر ہے "

Yamuna Expressway Industrial Development Authority

यमुना एक्सप्रेसवे औद्योगिक विकास प्राधिकरण

प्रथम तल कॉमर्शियल कॉम्पलेक्स, पी-2 सैक्टर ओमेगा-1, ग्रेटर नोएडा 201 308 जनपद-गौतमबुद्ध नगर (उ० प्र०)

Scanned by CamScanner

مولوی صاحب مرحوم کا یہ جملہ "عزت اور مقبولیت کا انحصار دولت پر نہیں بلکہ حسن کردار پر ہے" سنہرے حروف سے تحریر کے لائق ہے۔ یہ ایک الہامی اور دوامی جملہ ہے جو ہمیشہ اپنے حروفی پیکر میں زندہ رہیگا۔

اگر موصوف کی اس صنف نثر گوئی پر تحریر کیا جائے تو ایک کتاب درکار ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرحوم مولوی نہ ہوکر ایک نثر نگار ہوتے تب اردو ادب میں آپکا مقام علی سردار جعفری۔ پروفیسر احتشام حسین اور ظ انصاری وغیرہ سے بھی بلند ہوتا۔

خدا مرحوم کے وارثین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

فقط

سید اشجع رضا زیدی
جنرل منیجر (فائننس)
یمنا ایکسپریسوے اتھارٹی
گریٹر نوئیڈا

Scanned by CamScanner

Reg. No. S-11530/81 786 (Estd. 1970)

TANZEEM-E-MATAM (AMROHA) DELHI (REGD.)

C-9/114/1, Gali No. 9, C-Block, Kabir Nagar, Shahdara, Delhi - 110094

SYED AMEER HAIDER (President) Mob. # 9810500474

PAYAMBER AMROHVI (General Secretary) Mob. # 9899043303

(Press Secretary)

[illegible]

دنیا ہے عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی

موت کی سیاہ آندھی آج پھر ایک چراغ ہستی خاموش کرنے میں کامیاب ہو گئی یعنی
آج مولانا سید محمد شاکر نقوی صاحب اس سرائے فانی سے ملک عدم کوچ فرما گئے
تنظیم ماتم امروہہ دہلی رجسٹرڈ کا ہر ہر فرد اداس دل اور نم آنکھوں سے مولانا
مرحوم کو الوداع کہتا ہے۔ مولانا دور حاضر کے علمائے کرام میں ایک منفرد
مقام و حیثیت کے حامل تھے۔ علم فلسفہ و منطق آپ کی ذات کے معترف تھے
تو سادگی آپکے تخلص کو سلام کرتی تھی۔ لیکن آپ کی ذات گرامی میں وہ
تمام صلاحیتیں جلوہ فشاں تھیں جو محب اہلبیت کی شناخت کا باعث ہوتی ہیں
یعنی نہ اپنے علم پر غرور نہ اپنے منصب پر فخر۔ آپ جب منبر رسول سے ذکر
مصائب امام حسینؑ و اصحاب بیان فرماتے تھے تو اکثر حاضرین گریہ سے بے چین ہو جاتے
گریہ فرماتے تھے جو یقیناً عشق علی و آل رسول کی علامت ہے۔ آپ کی ایک تصنیف
"الظنوہ والطفوہ" پر حکومت جمہوریہ ایران نے آپکو ایک خصوصی ایوارڈ سے بھی نوازا تھا۔
آپ ناظمیہ کالج لکھنؤ میں پرنسپل کے عہدہ پر ایک عرصہ تک فائز رہے۔ آپکے بے شمار
شاگرد نہ صرف ہندوستان بلکہ بین الاقوامی سطح پر اپنا و اپنے استاد گرامی کا
نام بالا کر رہے ہیں۔
ہم خداوند عالم کی بارگاہ رحمت میں ملتمس ہیں کہ اللہ سبحانہ مرحوم کو غریق رحمت کرے
سوگواران کو صبر جمیل و قوم کو آپکے کردار سے استفادہ حاصل کرنے کی
صلاحیت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

پیامبر امروہوی
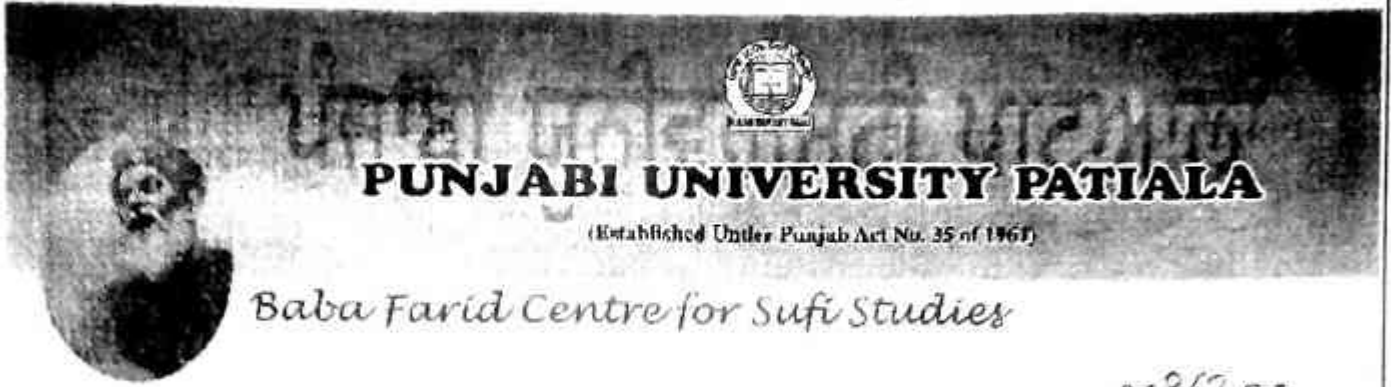
PUNJABI UNIVERSITY PATIALA

(Established Under Punjab Act No. 35 of 1961)

Baba Farid Centre for Sufi Studies

Ref. 367 /Sufi
Date 2.11.

Dr. NASHIR NAQVI
Prof. & Director

عزیزم برادرم
مولانا افضال صاحب
سلامت باشد!

قبلہ و کعبہ فخرِ علم و ادب، افتخارِ قوم، اعزازِ امروہہ حضرت مولانا سید محمد شاکر صاحب
کو مرحوم لکھتے ہوئے دل اور قلم دونوں کانپ رہے ہیں لیکن حقیقت اور مصلحتِ کردگار
کے آگے ہم سب مجبور ہیں۔ موصوف کی وفات حسرت آیات صرف آپ ہی کے لئے نہیں ہم
سب کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔
بارگاہِ رب العزت میں دعا ہے کہ مرحوم کو محمد و آل محمد کے جوار میں بہتر
سے بہتر جگہ مرحمت ہو اور آپ سب اہلِ خانہ کو صبر کی طاقت عطا ہو۔
ہم سب ہی مرحوم کے پسماندگان ہیں۔ یقیناً قبلہ و کعبہ کی کمی کو پورا نہیں
کیا جا سکتا لیکن ہمارے پاس [illegible] اظہار کے مصائب [illegible] ہیں
جب پاس اظہارِ غم کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ فاتحہ پڑھ کر خط لکھ رہا ہوں
آپ خط پڑھ کر فاتحہ پڑھ لیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

سوگوار
ناشر نقوی

مولانا سید محمد افضال نقوی
محلہ شفاعت پوتا، امروہا

ਬਾਬਾ ਫ਼ਰੀਦ ਸੈਂਟਰ ਫ਼ਾਰ ਸੂਫ਼ੀ ਸਟੱਡੀਜ਼

(+91)+175-3046342, e-mail : suficentrepup@gmail.com, www.punjabiuniversity.ac.in

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

سید غلام حسین رضوی ہلوری

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور بقول شاعر جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا۔'' یہ اور بات ہے کہ کوئی اپنے عمل سے امر ہو جاتا ہے اور کوئی تاریخ ساز بن جاتا ہے۔ قرآن نے بھی متعدد مقامات پر اس نظریہ کی تائید کی ہے: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ''جو لوگ راہ خدا میں قتل کردئے گئے ہیں (یا مرگئے ہیں) انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہے اور اپنے رب سے رزق پاتے ہیں۔ یا ارشاد ہوا۔'' من خرج من بیتہ مھاجرا اللہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ ''جو اپنے گھر سے خدا کی راہ میں نکل پڑا پھر اسے موت آگئی اس کا اجر خدا پر ہے۔ غرضکہ اس طرح کہ تعبیر اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ موت کا انجام ایک جیسا نہیں ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی ایسی ذات اس دنیا سے گزر جائے جو علوم آل محمد کو حاصل کرنے کے بعد اس کی زکوۃ ادا کرتا رہا ہو اور تشنگان علوم آل محمد کو سیراب کرتا رہا ہو وہ بھی نہ صرف زبان سے بلکہ عمل سے بھی اور قلم سے بھی، ایسی ذات نہ کبھی ختم ہوئی ہے اور نہ ہی دل و دماغ سے محو ہوتی ہے کیونکہ کردار اور تحریر، انسان کو کبھی مرنے نہیں دیتے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے درمیان ایسا گوہر نایاب جب تک موجود تھا اس کی قدر ویسی نہ ہو سکی جس کا وہ مستحق تھا لیکن جن لوگوں نے ان سے کسب فیض کیا ہے ان کا کانوں میں آج بھی وہ محبت سے لبریز اور دلنشیں آواز گونج رہی ہوگی جن لوگوں نے ان سے کچھ ملاقاتیں کی ہوں گی ان کے لئے اس حقیقت کے اعتراف میں ذرا بھی دیر نہ لگی ہوگی کہ ایک روحانی، ذی شخصیت، شفیق و مہربان مہدر سے ملاقات ہوئی ہے۔ جس طرح پھل دار شاخیں جھک کر اپنے متمر ثمر ہونے کا اظہار کرتی ہیں ویسے ہی مرحوم انکساری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ لبوں کی مسکراہٹ، دل میں جدبدن کھاتے جذبات کا مظاہرہ کرہی دیا کرتی تھیں۔

سن ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۱ء میں جب میں ماہ مبارک رمضان کی مناسبت سے ایک ماہ امروہہ میں مقیم رہا تو نماز جمعہ میں ہمیشہ ملاقات کا شرف ملا نہایت انکساری اور متانت کے ساتھ ملاقات کرتے اور بڑی اپنائیت کے ساتھ احوال پرسی کرتے۔

مرحوم ایک خاموش دریا کے مانند اپنے اندر موجود علمی لعل و گہر کو لئے نہایت آرام آ م سفر زندگی کو طے کرتے رہے اور ایک ایسا وقت آیا کہ یہ سفر ختم ہو گیا۔

قدر نعمت بعد از زوال'' کا مصداق بن کر ان کی شخصیت اب علمی حلقوں میں گفتگو کا موضوع بنی رہتی ہے لیکن اے کاش.... ''دیر آید درست آید'' کے ہی تئیں ان کی علمی اور قلمی کاوشیں منظر عام پر جلد از جلد آنی چاہئیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حالات نے سہارا دیا ہوتا، تو اس سے کہیں زیادہ ان کی تحریریں علمی گتھیوں کو سلجھانے یا ابتکاری حیثیت کا مصداق بنتیں۔

جب میں مرحوم کی کتاب ''انظفرہ علی الطفرۃ'' دیکھی تو مطالب سے قطع نظر کافی دیر تک ان کی اس عظیم و دلکش عربی تحریر اور پھر مطالب کے پیش کرنے کا سلیقہ میرے لئے حیرت کا باعث رہا۔ ملا صدرا کی بات کا سمجھنا اتنا آسان نہیں، آج تو پھر بھی بہت سی شرح ترجمہ وغیرہ بازار میں آگیا ہے لیکن موصوف نے سرزمین ھند پر جامعہ ناظمیہ میں تعلیم حاصل کر کے جہاں اپنے اساتذہ کی کاوشوں اور زحمتوں کو

Scanned by CamScanner

اجاگر کیا وہیں اپنی صلاحیت کالوہا بھی منوالیا۔ یہ خوبی ہر کسی کو نہیں ملتی؛ ''العلم نور یقذفه الله فی قلب من یشاء ''پس خدا جس کے دل ودماغ میں یہ علم ڈال دے۔ یہ اطلاع پا کر بہت خوشی ہوئی کہ مرحوم کی زندگی میں ان کی اس کتاب ''انطفرۃ اعلی الطفرہ'' کا رسم اجراء امروہہ فاؤنڈیشن نے کرایا اور موصوف کو''ارسطوئے ھند'' کے اعزاز سے نوازا۔

آیت اللہ استاد احمد عابدی حفظ اللہ کا جملہ یاد ہے، جب انہوں نے مرحوم ومغفور مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ کی تحریر کا مطالعہ کرنے کے بعد آیت اللہ العظمیٰ کا لقب استعمال کیا تو مرحوم نے تمام القاب پر خط کھینچ کر العاصی سے اپنے نام کے آگے بڑھا کر اسلامی تربیت اور انکساری کا ثبوت دیا۔

ظاہر ہے شخصیتیں، القاب کے حصار میں کمال نہیں پاتیں بلکہ ان کا عمل، ان کی فکر، ان کا علم ان القاب کو معنیٰ دیتے ہیں، چونکہ کمال سر چڑھ کر بولتا ہے۔ وہ القاب کی بندشوں سے کہیں آزاد ہوا کرتا ہے۔

کون جانتا تھا کہ سرزمین امروہہ پر ۲/ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۱/مئی ۱۹۲۹ عیسوی کو پیدا ہونے والا بچہ ایک دن آسمان علم وادب پر خورشید بن کر چمکے گا لیکن گھر کی صحیح تربیت، سید المدارس سے لیکر جامعہ ناظمیہ تک علمی سفر میں دلسوز ومہربان اور شفیق اساتذہ سے کسب فیض نے ہیرے کو تراش کر گوہر نایاب بنا دیا۔ سید محمد، فخر الحسن، محمد مہدی زنگی پوری مفتی اعظم احمد علی وغیرہ جیسے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک طالب علم، طالب علمی کے زمانہ میں عظیم اساتذہ کی موجودگی میں کرسی پر بیٹھ جائے، ۱۹۵۱ عیسوی سے جب مرحوم نے تدریس شروع کی تو تمام اساتذہ نے ان کی علمی صلاحیت کی متفقہ طور پر تائید کی۔

افق علم چمکنے والا سید ''رویت الہلال''''شرح التصریح'' (علم ھیئت سے متعلق) ''حمد اللہ''، شرح الشمس البازغۃ'' جیسی قابل رشک کتابیں لکھ کر عربی اور فارسی زبان میں اشعار کہہ کر لکھنؤ میں غروب کر گیا اور دنیائے علم وادب کو ہمیشہ کے لئے محزون کر دیا۔

خدا مرحوم کے درجات میں اضافہ کرے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

Scanned by CamScanner

علامہ سید محمد شاکر طاب ثراہ

ولادت:
۲رذی الحجہ ۱۳۴۷ھ/۱۲رمئی ۱۹۲۹ء

وفات:
۱۳رشعبان ۱۴۳۳ھ/۴رجولائی ۲۰۱۲ء

Scanned by CamScanner